ہم قدم
ناصر حسین

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہٰذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

آج اس کی شادی تھی لیکن وہ یہ شادی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جس سے محبت کرتی تھی اسی سے ہی شادی کرنا چاہتی تھی۔

وہ گھر سے بھاگنے کا مکمل انتظام کر چکی تھی، اپنا سارا سامان پیک کر چکی تھی لیکن اس وقت وہ کمرے میں اکیلی نہیں تھی اس کی امی بھی اس کے پاس بیٹھی تھیں اور وہ بڑی شدت سے اپنی امی کے جانے کا انتظار کر رہی تھی نکاح میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا اور نکاح کے بندھن سے پہلے پہلے ہی اس گھر سے نکل جانا چاہتی تھی۔

شہزاد نام کے لڑکے کے ساتھ اس کے والدین نے اس کی شادی طے کر دی تھی، حالانکہ اس نے کافی احتجاج بھی کیا لیکن اس کی نہ سنی گئی۔

"کیا ہوا ایمان پتر تم کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" اس کی ماں نے اس کے گال چھو کر پوچھا۔

"نہیں امی میں بالکل ٹھیک ہوں، میں کیوں پریشان ہوں گی۔" اس نے نگاہیں چرا کر کہا۔

"ہاں پتر اور ایسے دن اداس نہیں ہوتے، دیکھ اتنے خوبصورت چہرے کی کیا حالت بنا رکھی ہے سارا میک اپ خراب ہو رہا ہے۔ میں جانتی ہوں تم اداس ہو شادی والے دن تو ہر لڑکی اداس ہوتی ہے میں خود بھی چار دن تک روتی رہی۔" اسے اپنی امی کی باتیں زندگی میں کبھی اتنی بری نہیں لگیں، جتنی اس وقت لگ رہی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کسی طرح بھی اس کی امی کمرے سے باہر جائیں اور وہ کمرے کی پچھلی کھڑکی سے بھاگ کر اس عذاب سے چھٹکارا پالے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی محبت کی آغوش

میں چلی جائے۔

"امی میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہے نکاح میں صرف دس منٹ باقی ہیں اور تمہیں سونے کی پڑی ہے نکاح کے بعد اپنے گھر جا کر آرام سے سو جانا لوگ کیا کہیں گے۔" اس کی امی پیار سے بولیں۔

"یا اللہ! پلیز میری مدد کریں، میں اس کالے کلوٹے شہزاد کے ساتھ اپنی ساری زندگی نہیں گزار سکتی۔ پلیز مجھے یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائیں۔" اس نے بے آواز خدا کو پکارا۔

'امی آپ کو لوگوں کی پڑی ہے میری نہیں میں صرف دو منٹ سوؤں گی پلیز میرے سر میں بہت درد ہے۔" اس نے سر پکڑ کر ایک آہ نکالی۔

"اچھا تو لیٹ جا میں تیرا سر دباتی ہوں پتر۔"

"نہیں امی پلیز آپ جائیں میں دو منٹ سوؤں گی تو اپنے آپ ہی ٹھیک ہو جائے گا سر درد۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن صرف دو منٹ، زیادہ مت سونا سمجھی۔" اس کی ماں جب جانے لگی تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور روتے ہوئے ان کے گلے لگی۔

"امی ہو سکے تو اپنی بیٹی کو معاف کر دینا، میں آج بہت بڑی غلطی کرنے جا رہی ہوں۔ اگر میں دل کے ہاتھوں مجبور نہ ہوتی تو کبھی آپ لوگوں کا تماشہ نہ بناتی، لیکن دل کے آگے میری خود کی بھی نہیں چلتی۔" اس نے دل ہی دل میں اپنی امی کو مخاطب کیا۔

"ارے نا روتے نہیں پتر، سارا میک اپ خراب ہو رہا ہے پانچ ہزار دیے ہیں اس کم بخت پارلر والی کو اب بار بار کون دے اسے پیسے۔" وہ روتے ہوئے مسکرا دی، اس کی ماں دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور بھاگتے ہوئے جا کر دروازہ بند کر دیا اور پھر اسی رفتار سے بیڈ کے نیچے سے اس نے اپنا وہ چھوٹا بیگ نکالا جسے وہ کل رات ہی تیار کر چکی تھی۔ اس بیگ میں اس نے کچھ مزید چیزوں کا بھی اضافہ کیا اور پھر بھاگتے ہوئے کھڑکی تک گئی اور آس پاس نظر دوڑانے لگی اسے کوئی نظر نہیں آیا اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور واپس آکر دراز میں سے ایک سفید خالی کاغذ نکال کر اس پر کچھ لکھنے لگی لکھتے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے، مگر وہ آنسو کو اپنے ہاتھوں سے بار بار پیچھے دھکیل رہی تھی خط لکھ کر اس نے ایک سیکنڈ میں اسے تہہ کر دیا اور وہیں اسی دراز پہ رکھ دیا اور خط کے اوپر پھولوں والا خوبصورت گلدان رکھ دیا تاکہ ہوا سے اڑ نہ جائے۔

بیگ اٹھا کر وہ بھاگتے ہوئے کھڑکی تک گئی اور ایک بار ایک آخری بار مڑ کر اس نے اپنے کمرے کو دیکھا جہاں اس نے اپنی پوری زندگی گزاری تھی، لیکن اب ایک پل میں ہی سب کچھ چھوڑ رہی تھی۔ اس نے بڑی محبت سے دیوار پہ لگی اپنے امی ابو کی تصویر کو دیکھا اس کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو رواں ہو گئے۔ یہ بہت کمزور لمحہ تھا اور وہ کسی بھی صورت میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اس نے ایک لمبے دوپٹے کو کھڑکی سے اچھی طرح باندھا اور اس کے سہارے نیچے اترنے لگی اس کا کمرہ چونکہ اوپر

والی منزل پہ تھا اس لیے وہ بناء کپڑے کے نیچے نہیں آسکتی تھی۔

نیچے اترنے کے بعد اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، کوئی نہیں تھا۔

رات کے اس اندھیرے میں کوئی اسے دیکھ نہ سکا۔

جس طرح وہ سارے کام تیزی سے کر رہی تھی اسی تیزی سے وہ گھر کے بڑے دروازے سے باہر نکل گئی۔

جب وہ سڑک پہ آئی تو اس نے ایک آخری بار اپنے پورے گھر کو دیکھا، جو خوبصورت رنگین روشنیوں سے نہا رہا تھا اور اگلے ہی پل وہ بھاگتی ہوئی شمال کی طرف چل پڑی۔

ہزاروں منزلیں ہوں گی

ہزاروں کارواں ہوں گے

نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی

نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

رات کے دس بج رہے تھے سڑک پہ اتنا زیادہ رش نہیں تھا لیکن اکا دکا گاڑی گزر ہی جاتی۔ وہ سب سے چھپتے چھپاتے بڑی مشکل سے مسافت طے کر رہی تھی، تیز تیز چلنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول چکا تھا۔ وہ بیگ اٹھا کر بھی کافی تھک چکی تھی اور اوپر سے اس نے زیورات اور اتنا بھاری عروسی جوڑا پہنا ہوا تھا۔ ان کی وجہ سے وہ جھنجلاہٹ کا شکار تھی۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای- میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

اس نے عارم کو بھی میسج کر دیا تھا وہ بھی تھوڑی دیر تک پہنچنے والا ہو گا۔

بہت لمبا سفر طے کر چکی تھی وہ اب وہ کافی دور آچکی تھی اگر اسے ڈھونڈنے کی کوشش بھی کی گئی تو اس طرف کوئی نہیں آئے گا اسے اطمینان تھا۔ لیکن وہ گھبرا بھی بہت رہی تھی ایک اکیلی لڑکی سنسان سڑک پہ دلہن کے لباس میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

آگے جا کر سڑک پارک کی طرف مڑتی تھی وہ بھی اسی طرف چلی گئی پارک میں رات کے وقت کوئی نہیں ہوتا اس لیے وہ جگہ سنسان تھی اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے عارم کو بلایا تھا۔

اب وہ پارک کے دروازے کے بالکل پاس کھڑی تھی اور بار بار اوپر آسمان کو دیکھ رہی تھی گھبراہٹ اور ڈر کی وجہ سے اس کے آنسو بھی سوکھ چکے تھے وہ آس پاس نگاہ دوڑا کر موبائل سے جلدی جلدی میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"Kaha ho aram plz jaldi ao me wait kr rahi hon jaldi ao"

میسج سینڈ کر کے اس نے موبائل ایک بار پھر بیگ میں ڈال دیا اور چوری چوری ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

اس سنسان پارک میں رات کے وقت کوئی بھی آسکتا تھا۔ کوئی جوا کھیلنے والا، کوئی نشہ کرنا والا یا پھر کوئی سکیورٹی گارڈ، کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ بار بار سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی جہاں سے عارم کو آنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے اپنے بالکل سامنے کسی روشنی کا احساس ہوا۔ ہیڈلائٹس کی روشنی بالکل اس کے

اس نے عارم کو بھی میسج کر دیا تھا وہ بھی تھوڑی دیر تک پہنچنے والا ہو گا۔

بہت لمبا سفر طے کر چکی تھی وہ اب وہ کافی دور آچکی تھی اگر اسے ڈھونڈنے کی کوشش بھی کی گئی تو اس طرف کوئی نہیں آئے گا اسے اطمینان تھا۔ لیکن وہ گھبرا بھی بہت رہی تھی ایک اکیلی لڑکی سنسان سڑک پہ دلہن کے لباس میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

آگے جاکر سڑک پارک کی طرف مڑتی تھی وہ بھی اسی طرف چلی گئی پارک میں رات کے وقت کوئی نہیں ہوتا اس لیے وہ جگہ سنسان تھی اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے عارم کو بلایا تھا۔

اب وہ پارک کے دروازے کے بالکل پاس کھڑی تھی اور بار بار اوپر آسمان کو دیکھ رہی تھی گھبراہٹ اور ڈر کی وجہ سے اس کے آنسو بھی سوکھ چکے تھے وہ آس پاس نگاہ دوڑا کر موبائل سے جلدی جلدی میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"Kaha ho aram plz jaldi ao me wait kr rahi hon jaldi ao"

میسج سینڈ کر کے اس نے موبائل ایک بار پھر بیگ میں ڈال دیا اور چوری چوری ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

اس سنسان پارک میں رات کے وقت کوئی بھی آسکتا تھا۔ کوئی جوا کھیلنے والا، کوئی نشہ کرنا والا یا پھر کوئی سکیورٹی گارڈ، کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ بار بار سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی جہاں سے عارم کو آنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے اپنے بالکل سامنے کسی روشنی کا احساس ہوا۔ ہیڈلائٹس کی روشنی بالکل اس کے

چہرے پہ پڑ رہی تھی، بائیک آ کر بالکل اس کے پاس رک گئی۔ عارم کو سامنے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی اور بھاگتے ہوئے اس سے جا کر لپٹ گئی۔

"ارے یار ایمان خیریت تو ہے؟ اتنی رات کو کیوں بلایا اور آج تو تمہاری شادی تھی ناں؟" عارم نے تشویش سے پوچھا-

"ہاں لیکن میں نے تمہیں بتایا تھا ناں میں یہ شادی نہیں کروں گی۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر بولی-

"لیکن کیوں؟" اس نے آہستہ سے اپنا بازو چھڑا لیا۔

"کیوں کیا مطلب؟ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور تم سے ہی شادی کروں گی۔" وہ حیران ہوتے ہوئے بولی-

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مذاق تو نہیں کر رہی؟"

"مذاق؟ عارم یہ مذاق کا وقت ہے میں اتنی رات کو تمہیں یہاں مذاق کے لیے بلاؤں گی؟ میں گھر سے بھاگ آئی ہوں-" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی-

"What?"

وہ چلا اٹھا-

"are You ok?"

"تم گھر سے بھاگ آئی ہو وہ بھی شادی والے دن لیکن کیوں؟"

"عارم کیا تمہیں نہیں پتا کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور تم سے ہی شادی کرنا چاہتی ہوں۔" اسے

جھٹکا لگا۔

"ہاں ایمان لیکن"

"لیکن کیا؟ تم نے خود ہی تو اس دن کہا تھا اگر ہمارے والدین نہ مانے تو ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں میں نے کہا تھا۔ لیکن اب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے پاپا سے بات کی انہوں نے صاف منع کر دیا انہوں نے تو یہ تک کہا اگر میں نے اپنی مرضی سے کہیں شادی کی تو وہ مجھے اپنی جائیداد سے اپنی زندگی سے بے دخل کر دیں گے تو۔"

"تو کیا عارم؟" اس بار اس کی آواز جیسے کنویں سے آئی۔

"تو میں تمہارے ساتھ کورٹ میرج نہیں کر سکتا۔ محبت کے اس سفر میں 'میں تمہارے ساتھ آگے نہیں چل سکتا۔" وہ نظریں چرا کر بولا، جبکہ اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ دبانے کی کوشش کی۔

"یااللہ1 عارم یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ پتا بھی ہے تمہیں اپنی باتوں کا مطلب؟ میں تمہارے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئی ہوں۔ اپنا گھر، ماں باپ، سب کچھ اور تم کہہ رہے ہو تم محبت کے اس سفر میں میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔" اس بار اس کی آواز ایسے نکلی جیسے ذبح کیے جانے والے جانور کی آواز ہو۔

"I am Sorry"

"میں کچھ نہیں کر سکتا اور میں نے تم سے نہیں کہا تھا تمہارا گھر چھوڑنے کو، تم نے اپنی مرضی سے یہ

راستہ چنا ہے۔اب کانٹوں بھرے اس راستے پہ تم اکیلی چلو، میں تمہارا ہم قدم نہیں بن سکتا۔"

اس نے آگے بڑھ کر عارم کے گالوں پر تھپڑ رسید کر دیا۔

"How dare YouHow can you Do This with me

تم ایسا کیسے کرسکتے ہو ہاں تم نے تو زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ناں ؟ ہر مشکل میں ہر خوشی غم میں ساتھ رہنے کے تمہارے وہ وعدے کہاں رہ گئے، اب ایسے موڑ پر لا کر تم میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو، مجھے تنہا کر رہے صرف جائیداد کے لیے۔" وہ چلا چلا کر بات کر رہی تھی۔

"وہ جوانی کے وعدے تھے ایمان وہ سب ایک بچپنا تھا اصل زندگی میں محبتوں اور جذبوں کی نہیں پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے کیا ہیں تمہارے پاس اتنے پیسے جس کے سہارے میں تم سے شادی کر لوں یا زندگی گزاروں ؟ میں پاپا کے بنا کچھ بھی نہیں، میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ میں الگ سے زندگی شروع کروں میں ہر قدم پہ ان کا محتاج ہوں۔"

"ایسا مت کرو عارم، خدا کے لیے ایسا مت کرو، میں کہاں جاؤں میں اپنا ہر دروازہ بند کر کے آئی ہوں ۔ہر کشتی جلا کر آئی صرف تمہارے لیے اور تم میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو۔ میں کہاں جاؤں گی ؟" وہ اب اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہی تھی۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے ایمان۔ یہ تمہیں پہلے سوچ لینا چاہیے تھا میں کچھ نہیں کر سکتا میری بات مانو تو واپس لوٹ جاؤ۔" وہ مڑ کر جانے لگا جبکہ وہ اس کے پاؤں پکڑ کر گڑگڑانے لگی۔

"نہیں عارم نہیں، تمہیں خدا کا واسطہ، تمہیں تمہاری مما کا واسطہ، ایسا مت کرو، مجھے اس طرح تنہا

مت کرو، میرا کون ہے تمہارے علاوہ، میں تمہارے لیے ہی تو سب کچھ چھوڑ کر آئی ہوں۔ محبت کا جو سفر ہم دونوں نے ایک ساتھ شروع کیا تھا اس میں مجھے بے آسرا مت کرو، تم نے جو محبت کے اتنے وعدے کیے تھے انہیں مت توڑو عارم۔" اس کا سب کچھ ٹوٹ رہا تھا سب کچھ ختم ہو رہا تھا انسان تو انسان پرندے بھی اپنے آشیانے کو بکھرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے وہ اپنے آشیانے کو اجڑنے سے بچانے کے لیے ہر حد پار کر دیتے ہیں اور وہ تو ایک انسان تھی جیتی جاگتی انسان جو پیچھے بہت کچھ چھوڑ کر آئی تھی۔ سب کچھ ختم کر کے آئی تھی۔

عارم نے ایک جھٹکے سے اپنا پاؤں آزاد کیا اور بائیک پہ جا کر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی اور اس کا بازو پکڑ لیا۔

"عارم میری بات سنو! میرے یہ سارے زیورات بیچ دیتے ہیں پھر میں شادی کے بعد کوئی نہ کوئی جاب کروں گی، ہم مل کر ہنسی خوشی رہیں گے، سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن اتنا بڑا ظلم مت کرو۔"

اس نے غصے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔

"سوری ایمان، تم واپس لوٹ جاؤ میں کچھ نہیں کر سکتا اور میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کر سکتا اور میں تو کیا ایک بھاگی ہوئی لڑکی کے ساتھ کوئی بھی لڑکا شادی نہیں کر سکتا۔ اب تمہارے دامن پہ داغ لگ چکا ہے اور ایک داغ دار لڑکی کو کوئی قبول نہیں کرتا۔" وہ بائیک سٹارٹ کر کے ایک سکینڈ میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اور وہ پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہوئی سنسان سڑک پہ آئی دس سیکنڈز سے بھی کم وقت

میں اس کی بائیک غائب ہو چکی تھی اور وہ اتنی بڑی سڑک پہ تنہا رہ گئی۔

کوئی راستہ کوئی منزل نہ بچا تھا اتنی بڑی زمین پہ اس کے لیے کوئی جگہ نہ تھی وہ اتنے بڑی دنیا کے اتنے بڑے شہر کی اتنی بڑی سڑک پہ تنہا کھڑی تھی۔ کوئی پناہ گاہ کوئی ٹھکانہ نہیں بچا تھا ایمان علی کے لیے۔

جب یہ زمین نہیں بدلی آسمان نہیں بدلا، ستارے نہیں بدلے تو عارم کیوں بدل گیا وہ کیوں بدل گیا؟

جو آنسو پونچھتے تھے نہ اب وہ اپنا رہا

جو آنکھیں دیکھتی تھیں نہ اب وہ سپنا رہا

اندھیری رات میں آسمان تلے وہ اکیلی کھڑی تھی۔

بے آسرا تنہا لاوارث

وہ محبت اس کا وہ ساتھی جس کے لیے وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئی تھی وہ نہیں تھا اس کے ساتھ۔

وہ اسے بے سائبان کر کے ذلتوں کے اس سفر میں تنہا کر گیا۔ وہ پھولوں والے راستے تک تو اس کے ساتھ چلا لیکن کانٹوں بھرے راستے میں وہ اس کا ہاتھ چھوڑ گیا۔ ان کانٹوں پہ اسے اکیلے چلنا تھا زندگی کی مشکل راہوں میں وہ اکیلی رہ گئی۔ محبتوں کے دعوے کرنے والا وہ محبتوں کا دعویدار اپنے ہر دعوے کو اپنے ہی پاؤں تلے روند کر چلا گیا۔ وہ دل کے ہاتھوں کتنی مجبور ہو کر اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئی تھی۔ جو کام اسے نہیں کرنا تھا وہ بھی کر گئی۔ اس کے سر پہ کہیں چھت نہیں تھی زمین پہ کوئی ایسا آشیانہ نہیں تھا جس پہ وہ بسیرا کرتی۔ اس کی آنکھوں نے رونے سے انکار کر دیا اب آنسوؤں کے لیے سارا سفر پڑا تھا اب اسے ساری زندگی رونا تھا۔

نہ وہ آگے جا سکتی تھی اور نہ پیچھے ہر راستہ بند ہو چکا تھا اس نے جو کیا اس کا کچھ بھی حاصل نہیں تھا۔
سب کچھ اپنے ہاتھوں سے ہی تو ختم کر کے آئی تھی۔ اب کہاں جاتی کہاں سے کوئی پناہ گاہ ڈھونڈتی اتنی
بڑی کائنات میں اس زمین و آسمان کے درمیان اس کے لیے ایک معمولی جھونپڑی تک نہ تھی جس میں
وہ آسرا تلاش کرتی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سنسان سڑک پہ چل رہی تھی۔ سب کچھ
ختم ہو چکا تھا اب زندگی کے لیے کیا باقی رہ گیا تھا۔
اس کے قدموں سے آہستہ آہستہ جان نکل رہی تھی لیکن وہ مر نہیں رہی تھی وہ زندہ تھی اپنی زندگی
اپنی قسمت کا تماشہ دیکھنے کے لیے اب اور کیا دیکھنا باقی رہ گیا تھا۔
اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔
"یا اللہ اپنے اس زمین کو حکم دیں یہ پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں یا پھر آسمان سے کہیں وہ
میرے سر پہ گر جائے یا یا پھر کچھ ایسا کریں میں اس سڑک سے ہی غائب ہو جاؤں۔" وہ روتے ہوئے
گڑگڑا کر اللہ سے اپنے لیے موت مانگ رہی تھی۔

"شاباش ایمان علی شاباش، بہت اچھا کیا تم نے بہت ہی اچھا کیا تم نے تم اپنے والدین کو بھری محفل میں رسوا کر کے آئی تھی اور اللہ نے تمہیں اس سنسان سڑک پہ رسوا کر دیا، ہر دروازہ تمہارے لیے بند کر دیا، اب کہاں جاؤ گی؟ کسے پکارو گی؟ ہے کوئی تمہارا اللہ کے سوا اس ویران سڑک پہ؟

اس کی اپنی ہی تصویر سڑک پہ کھڑے ہو کر اس پہ مسکرا رہی تھی۔ اسے لگا جیسے سب اس پہ اس کی بے بسی پہ ہنس رہے ہوں۔ یہ زمین، یہ آسمان، یہ ستارے، یہ سڑک، یہ اونچی اونچی عمارتیں۔ وہ بے جان قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی مین روڈ پہ آئی یہاں وقفے وقفے سے گاڑیاں گزر رہی تھیں وہ اب سڑک کے بیچوں بیچ آکر کھڑی ہو گئی۔

اللہ اسے نہیں مارتا تو کیا ہوا وہ خود ہی اپنا وجود ختم کرے گی یہیں کسی گاڑی کے نیچے آکر۔

وہ آنکھیں بند کر کے موت کا انتظار کر رہی تھی۔

اچانک اسے ایک گاڑی کی آواز آئی۔ اس کے ہونٹوں پہ زخمی مسکراہٹ ابھری اور اگلے ہی پل ٹائرز چرچرانے کے ساتھ وہ گاڑی سے ٹکرا کر اس سڑک پہ منہ کے بل گر گئی۔

"oh I am so sorry"

اسے اب اپنے پاس کسی مرد کی آواز سنائی دی جو اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا اس نے ذرا آنکھیں کھول کر اس آدمی کو دیکھا اور دیکھتی رہ گئی اس کی شکل بالکل عارم سے ملتی تھی وہ ہو بہو اس کے جیسا تھا اس سے بھی زیادہ خوبصورت لیکن آواز تھوڑی مختلف تھی۔

"آئیں آپ کھڑی ہو جائیں۔" وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں اتنی طاقت کہاں تھی

اس کے جسم میں تو جان ہی نہیں تھی۔

پھر اس آدمی نے اپنے بازوؤں سے اٹھا کر اسے کار کی پچھلی سیٹ پہ لٹا دیا اور خود جا کر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔

"آپ آپ ٹھیک تو ہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔" وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

وہ سمجھ رہا تھا کار کی ٹکر لینے سے وہ زخمی ہو گئی لیکن اسے کیا پتا تھا زخمی اسے کار نے نہیں کسی بہت اپنے نے کیا ہے۔

وہ جواب دینے کی بجائے رونے لگی۔

"ارے رے کیا ہوا؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟ آئم سو سوری دراصل میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا، اس لیے غلطی سے ٹکر لگ گئی سوری۔" وہ بہت پیار سے اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

وہ اب بھی کچھ نہیں بولی اور چپکے سے سسکنے لگی۔

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بیک ویو مرر سے بار بار اسے دیکھ رہا تھا اچانک گاڑی کو بریک لگ گئی۔ وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"اوہ مائی گاڈ! آپ کے تو ہاتھ پہ بہت چوٹ آئی ہے۔" اس کے کہنے پہ اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جس سے خون کے قطرے بہہ رہے تھے اسے تو احساس ہی نہیں ہوا۔ ہاتھ کا زخم کیا ہے اس زخم کے سامنے جو اس کے دل پہ لگا ہے۔

وہ اب اپنی سیٹ چھوڑ کر اس کے برابر آ کر بیٹھ گیا اور اپنی پینٹ کی جیب سے رومال نکال کر اس کے

ہاتھ پہ باندھنے لگا۔ وہ بڑے غور سے اسے دیکھ رہی تھی کتنا شفاف اور پاک چہرہ تھا اور وہ پوری دلچسپی کے ساتھ رومال باندھ رہا تھا جیسے یہ بہت ضروری کام ہو اس کی نظریں اپنے چہرے پہ پا کر وہ رومال باندھتے باندھتے رک گیا اور اسے دیکھنے لگا۔

"آئم سوری آپ کو میری وجہ سے اتنی تکلیف ہوئی۔" وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہا تھا حالانکہ غلطی اس کی بالکل نہیں تھی۔ رومال باندھ کر وہ ایک بار پھر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔

"ویسے اتنی رات کو آپ کہاں جا رہی تھیں؟" اس نے بیک ویو مرر سے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کہاں جا سکتی ہوں؟ کوئی راستہ بچا ہی کہاں ہے؟ اس زمین پہ اب میرے لیے کوئی آشیانہ نہیں رہا۔"

اس نے جواب نہیں دیا، پھر سے سسکنے لگی۔

"ارے، اوکے اوکے نہیں بتائیں لیکن روئیں نہیں پلیز۔"

تھوڑی دیر کار میں خاموشی رہی پھر اس خاموشی کو اس نے خود ہی توڑا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"ایمان۔" اس کی آواز اٹک رہی تھی گلے میں۔

"ماشاءاللہ بہت پیارا نام ہے، میرا نام ساحل صدیقی ہے۔" اس نے خود ہی اپنا نام بتایا۔

کار میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

"آپ نے مجھے کیوں بچایا؟" وہ روتے ہوئے بولی جبکہ اس نے حیران ہوتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا۔

"جی؟"

"آپ نے مجھے کیوں بچایا مرنے کیوں نہیں دیا مجھے؟"

"لیکن آپ مرنا کیوں چاہتی ہیں؟"

"میں مرنا نہیں چاہتی لیکن میں جینا بھی نہیں چاہتی، مجھے اپنی زندگی سے نفرت ہے اور اپنے آپ سے بھی۔" وہ جنونی انداز میں بولی۔

"زندگی سے تو سب پیار کرتے ہیں، پھر آپ موت کو کیوں بلانا چاہ رہی ہیں؟"

"میں زندہ رہ کر کیا کروں؟ جینے کی کوئی وجہ ہی نہیں بچی۔" آنسو اس کے دامن میں گر رہے تھے اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جن پہ مہندی لگی تھی اور پھر اس نے اپنے عروسی لباس کو دیکھا۔

"زندہ رہ کر ہی آپ کو زندگی کی وجہ مل سکتی ہے۔ مرنا کسی مشکل کا علاج نہیں ہے یہ صرف بزدل لوگوں کا کام ہے۔" اس نے رسانیت سے سمجھایا۔

"لیکن کچھ لوگوں کو زندگی بھی نہیں اپناتی۔" وہ نم آواز میں بولی۔

"لیکن ہوا کیا آپ کو؟ آپ نے یہ شادی والے کپڑے پہنے ہیں اور اتنی رات کو آپ سڑک پہ کیا کر رہیں تھیں؟" وہ تشویش اور تجسس سے پوچھنے لگا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں اتنی رات کو یہاں کیا کرنے آئی ہوں؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"مجھے کچھ نہیں لگتا اس لیے تو آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ آپ مجھے بتائیں ہو سکتا ہے میں آپ کا درد سمجھ جاؤں۔" ساحل نے کہا۔

"نہیں آپ نہیں سمجھ سکتے۔ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں اس لڑکی کا درد جس کے لیے نہ زمین پہ جگہ ہے اور

نہ آسمان پہ؟ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں اس لڑکی کا درد جسے زبح کر کے چھوڑ دیا گیا ہو اور اب نہ وہ جی سکتی ہے اور نہ مر سکتی ہے؟ آپ نہیں سمجھ سکتے اس لڑکی کا درد جس کے پیچھے کنواں اور آگے کھائی ہے جو پل صراط پر کھڑی ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا آپ بناء روئے بات کر سکتی ہیں؟" ایمان نے گھور کر اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔

"کیا آپ کی شادی زبردستی کسی سے ہو رہی تھی اور آپ اس لیے گھر سے بھاگ آئیں؟" اس نے خود سے اندازہ لگایا۔

"ہاں" اس نے ایک لفظی جواب دیا۔

"کیا آپ اپنے ہونے والے شوہر کو پسند نہیں کرتی تھیں؟"

"ہاں"

"کسی اور سے پیار کرتی تھیں کیا؟" اس نے بیک ویو مرر سے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں" اس نے منہ دوسری طرف کر کے جواب دیا۔

"تو وہ کہاں ہے؟"

"کون؟" اب وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"جس سے آپ پیار کرتی تھیں"

"وہ چلا گیا۔" اس کے دل میں اچانک نفرت پیدا ہو گئی اور آنکھوں کے سامنے عارم کا سفاک چہرہ گھوم گیا۔

"کہاں گیا؟ کیوں گیا؟"

"مجھے چھوڑ کر چلا گیا وہ۔" اس کی آواز ٹوٹی ہوئی تھی۔

"کیوں؟"

"کیوں کہ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا تھا، اگر پیار کرتا تو کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑتا۔" اس کی آواز کھائی سے آئی۔

"کمال ہے۔ آپ نے جس کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا وہ آپ کو چھوڑ کر چلا گیا۔" وہ حیران ہوا۔

وہ کچھ نہیں بول سکی۔

"تم محبت کرنے والے بھی عجیب ہوتے ہو، خود بھی نہیں جانتے ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"عجیب نہیں بے وقوف ہوتی ہیں اور صرف ہم لڑکیاں مرد کی محبت کے سہارے پیچھے بہت کچھ چھوڑ آتی ہیں ایک رشتے کے لیے کئی رشتے توڑ آتی ہیں اور جس کے لیے سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں وہی ہمیں چھوڑ دیتا ہے۔" وہ شکستہ لہجے میں بولی۔

"ویسے وہ بدنصیب تھا کون؟ جس نے آپ جیسی خوبصورت اور اچھی لڑکی کا دل توڑ دیا۔" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"بدنصیب وہ نہیں تھا، بدنصیب تو میں ہوں اور دنیا میں ہر کسی کو اچھائی اور خوبصورتی نظر نہیں آتی۔ کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لیے پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ویسے کمال ہے یہ کوئی فلمی سین لگ رہا ہے مجھے۔ایک لڑکی جس کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ آتی ہے وہی لڑکا اسے محبت کے سفر میں اکیلا کر جاتا ہے اور پھر لڑکی دلہن کے لباس میں سڑک پہ اکیلی رہ جاتی ہے۔"اس نے ہنستے ہوئے کہا-

"آپ کو یہ سب فلمی سین لگ رہا ہے ایڈیٹ ،ہاں کسی کی زندگی تباہ ہو گئی، کسی کے اوپر آسمان گر گیا اور آپ کو یہ فلمی سین لگ رہا ہے؟"وہ چلا کر بولی-

وہ ایک بار پھر قہقہہ لگانے لگا-

"اوکے سوری، ویسے اب کہاں جاؤ گی؟"بڑی دیر بعد وہ بولا-

"کہاں جا سکتی ہوں؟"

"کہیں بھی اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔"

"جو لڑکی اپنے پیچھے ساری کشتیاں جلا کر آئی ہو اور آگے بھی رستہ بند ہو جسے آسمان اپنی بانہوں میں نہ چھپا سکے زمین پناہ دینے سے انکار کر دے وہ لڑکی کہاں جا سکتی ہے؟"وہ بے بسی سے بولی-

"مجھے تو اس لڑکے سے نفرت ہونے لگی ہے، بہت بیچ حرکت کی ہے اس نے۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا-"وہ دکھ سے بولا-

"مجھے تو اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی ہے، کیوں کیا میں نے یہ سب؟ میں اس لڑکے کو پہچان کیوں نہیں سکی؟ میں اتنی بڑی غلطی اتنا بڑا گناہ کیسے کر گئی اور میں "اس کی بات ادھوری رہ گئی۔اچانک

گاڑی جھٹکا کھا کر رک گئی۔

اس نے ساحل کو دیکھا وہ منہ کھولے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی سامنے دیکھا کچھ پولیس والے اور کچھ لڑکے لڑکیوں کے جوڑے کھڑے تھے، جنہیں پولیس نے پکڑ رکھا تھا اور وہ رو رو کر پتا نہیں پولیس والے سے کیا کہہ رہے تھے۔ اچانک اس نے ایک پولیس والے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس نے گاڑی کے پاس آکر ڈرائیونگ سیٹ کا شیشہ اپنے ڈنڈے سے بجایا ساحل نے شیشہ نیچے گرا دیا۔

"باہر آؤ۔" اس پولیس والے نے ایک حقیر نظر اس پہ ڈال کر ساحل کو حکم دیا۔

ساحل گاڑی سے باہر نکل چکا تھا۔

"کون ہو تم لوگ اور اتنی رات کو یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس پولیس والے نے کرختگی سے پوچھا۔

وہ اندر بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"جی وہ ہم" ساحل اٹک رہا تھا کچھ بول نہیں سکا۔

"یہاں ریڈ پڑی ہے پتہ کئی لڑکے اور لڑکیاں بدکاری کرتے ہوئے پکڑے گئے کہیں تم لوگ انہی میں سے تو نہیں ہو؟" وہ غصے سے بولا۔

ساحل بھونچکا رہ گیا اور اس پہ جیسے بجلی گری ہو، اب یہ سننا بھی باقی رہ گیا تھا۔

"نہیں نہیں نہیں سر آپ غلط سمجھ رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے ساحل کو کہتے ہوئے سنا۔

"اچھا تو یہ لڑکی کون ہے؟ آدھی رات کو کسے لے کر گھوم رہے ہو؟" پولیس والا نے حقارت سے اسے

دیکھا۔

"جی سر یہ یہ۔"اس نے ماتھے پہ آیا پسینہ پونچھا۔

"ہاں یہ یہ اب کیوں زبان اٹک رہی ہے؟"پولیس والا گرج کر بولا۔

"سر وہ یہ یہ "اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کہے۔

"بتاوے بولتا کیوں نہیں؟"اب کی بار پولیس نے ڈنڈا اس کی ٹھوڑی کے اوپر رکھ کر اس کا سر اوپر کر دیا۔وہ حیرت سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

"سر وہ یہ یہ میری بیوی ہے۔"وہ اس کے جھوٹ پہ برف بن گئی اور پولیس والا ساحل کو چھوڑ کر اس کے پاس آیا۔

"کیوں محترمہ یہ صحیح کہہ رہا ہے آپ اس کی بیوی ہو؟"اس نے ایک نظر گھبرائے ہوئے ساحل کو دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

"اچھا تو نکاح نامہ دکھاؤ۔"پولیس والا ایک بار پھر ساحل کی طرف متوجہ ہوا اس کے انداز سے واضح لگ رہا تھا وہ اس جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوا۔

"نکاح نامہ نکاح نامہ یہاں کہاں ہے وہ تو وہ تو گھر میں ہے ناں۔"ساحل پھر سے اٹکا۔

"کیا میرے ماتھے پہ کچھ لکھا ہے؟بے وقوف سمجھتے ہو تم لوگ پولیس والوں کو؟بڑے باپوں کی بگڑی ہوئی اولاد۔"

"نہیں نہیں سر ایسا کچھ نہیں ہے،آپ یقین کریں میں سچ کہہ رہا ہوں۔"وہ گڑبڑا کر بولا۔

"ٹھیک ہے، مان لیتے ہیں تم سچ کہہ رہے ہو تو ابھی کے ابھی گھر فون کر کے اپنا نکاح نامہ منگواؤ یا پھر جیل چلو نہیں تو تم لوگ آج بچ کر نہیں جاسکتے۔" وہ کانپ گیا یہ دونوں کام وہ نہیں کر سکتا تھا اگر جیل گیا تو مما پاپا کو پتا چل جائے گا وہ تو اس کی جان لے لیں گے اس کا دل بری طرح لرز رہا تھا وہ ساحل کی حالت اچھی طرح سمجھ سکتی تھی کیونکہ یہی حالت اس کی اپنی تھی۔

"سر کوئی اور راستہ نہیں ہے بیچ میں سے؟"

"رشوت دینے کی کوشش کر رہے ہو؟" پولیس والا دھاڑ کر بولا۔

"نہیں نہیں سر ایسا نہیں ہے مطلب کوئی اور طریقہ جو" پولیس والے نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہے ایک طریقہ جو ہم باقی جوڑوں کے ساتھ کر رہے ہیں وہی آپ کو بھی کرنا ہو گا نہیں تو جیل"

"کون کونسا کیا طریقہ؟" ساحل نے بے تابی سے پوچھا۔

"نکاح۔" پولیس والے نے ان دونوں کی سماعتوں پہ دھماکہ کر دیا۔ وہ دونوں حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"نکاح ہی وہ واحد راستہ ہے، جس سے تم لوگ بچ سکتے ہو۔ یہاں باقی جوڑوں کے بھی نکاح ہو رہے ہیں نکاح خواں کو بھی بلایا گیا ہے۔ نکاح کے بعد ہی تم لوگ آزاد ہو سکتے ہو۔"

"لیکن ہم لوگوں کا نکاح تو پہلے ہو چکا ہے۔" وہ کھو کھلی آواز میں بولا۔

"تو دوسری بار کرنے میں کیا حرج ہے بے؟ فیصلہ تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے یا تو دونوں جیل چلو یا پھر نکاح کروا چھی طرح سوچ لو میں پانچ منٹ بعد آؤں گا۔" پولیس والا اس کی گاڑی کی چابی نکال کر وہاں

سے چلا گیا اور وہ وہیں ساکت ہو گیا جبکہ وہ اندر ساکت بیٹھی تھی۔

پھر وہ اضطراب کی عالم میں آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور سر سیٹ پہ ٹکا دیا، وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی

پورے دو منٹ کار میں خاموشی چھائی رہی۔

"کیا کریں؟" اس نے دو منٹ بعد ساحل کی آواز سنی۔

"مجھے نہیں پتا میں تو پہلے سے ہی راکھ ہو چکی ہوں۔" وہ آنسوؤں کو پیتے ہوئے بولی۔

"نکاح کر لیں؟" وہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی اب وہ بھی پیچھے مڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"نکاح؟ میں کیسے؟ نہیں۔ اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"دیکھو میں جانتا ہوں یہ مشکل ہے، لیکن ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اگر ہم نے نکاح نہیں کیا تو یہ لوگ ہمیں جیل میں ڈال دیں گے اگر پاپا کو پتا چل گیا کہ میں اس کیس میں جیل چلا گیا ہوں تو وہ میری جان لے لیں گے اور جو بدنامی ہو گی وہ الگ دیکھو میں چاہتا ہوں ہم صرف پولیس والوں کو دکھانے کے لیے نکاح کریں اور یہاں سے آزاد ہو کر اسے رشتے کو ختم کریں۔" وہ خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی وہ جواباً کچھ نہیں بولی۔ وہ تو پہلے ہی مر چکی تھی گردن کسی اور نے کاٹ دی اب چاہے اس کی جتنی بوٹیاں کی جائیں اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

اس نے ایک پل اس کے جواب کا انتظار کیا اسے نہ بولتا پا کر وہ ایک بار پھر بولنے لگا۔

"دیکھو پلیز میری مشکل سمجھو تھوڑی دیر پہلے میں تمہارا مذاق اڑا رہا تھا لیکن اب میں خود اس پل صراط پہ کھڑا ہوں میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں میرے لیے یہ قربانی دے دو پلیز۔" وہ بس

اس کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی، کتنا عجیب شخص تھا یہ ساری کی ساری مصیبت اس کی وجہ سے آئی تھی اور وہ اس سے شکایت کرنے کی بجائے اس کے آگے ہاتھ جوڑ رہا تھا وہ اگر اسے اپنی گاڑی میں نہ بٹھاتا اور اکیلے سفر کر رہا ہوتا تو وہ کبھی اس آفت کا شکار نہ ہوتا اور اب۔

وہ ہاں یا ناں کچھ نہیں بولی انکار یا اقرار میں نکلنے والا ہر لفظ اس کے منہ میں ہی رہ گیا اس نے تو بس اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ ایسے خوش ہوا تھا جیسے اس کے سر سے منوں بوجھ اتر گیا ہو اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ زندگی کے اس موڑ پہ آکر اتنی مجبور ہو جائے گی، لیکن سوچا تو اس نے یہ بھی نہیں تھا کہ عارم اس کے ساتھ یہ سب کرے گا اور اسے کانٹوں بھرے راستے میں تنہا چھوڑ دے گا۔

وہ شخص جس پر خود سے زیادہ اعتبار تھا، یوں بیچ راہ میں اکیلا کر جائے گا کبھی سوچا نہ تھا۔

اتنے میں وہ پولیس والا بھی واپس آ گیا۔

"ہاں تو لیلیٰ مجنوں کی جوڑی کیا سوچا تم لوگوں نے؟" اس نے سر گاڑی کے اندر ڈال کر طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہم نکاح کے لیے تیار ہیں۔" ساحل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوے شاباش چلو آؤ اب نیچے اترو۔" وہ گاڑی سے باہر آیا اور اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا وہ اپنا بھاری لہنگا سنبھالتی ہوئے باہر آئی اور پھر وہ دونوں پولیس والے کے پیچھے پیچھے چلنے لگے وہ پولیس والا انہیں ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جہاں پہلے بھی کئی جوڑے بیٹھے

ہوئے تھے وہ دونوں بھی وہیں بیٹھ گئے آدھے گھنٹے کے اندر اندر ان کا نکاح ہو گیا اور پھر جب وہ اس کمرے سے باہر نکلے تو ایک نئے رشتے کے ساتھ ایک ایسا رشتہ جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا یہ تقدیر کاتب کا فیصلہ تھا اور خدا اپنے فیصلے بہتر جانتا ہے۔

"I am Sorry I am felling gilti Please forgive me and thanks for your Sport"

"آپ کو میری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔" جب وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا تب اس نے کہا وہ اس سے کہہ نہ سکی کہ تکلیف تو اسے اٹھانی پڑی وہ ایک بار پھر خاموشی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

یہ تھی اس کی قسمت اس کے ابو اس کی شادی شہزاد سے کرنا چاہتے تھے اور وہ عارم کے پیچھے شہزاد کو چھوڑ آئی اور عارم اسے چھوڑ گیا اور اس کا نکاح کس سے ہونا چاہیے تھا اور کس سے ہو گیا ایک ایسے اجنبی سے جس سے وہ صرف دو گھنٹے پہلے ملی تھی ۔ جس کا نام تک اس نے زندگی میں کبھی نہیں سنا تھا۔ شہزاد سے عارم اور عارم سے ساحل یہیں تک کا تھا اس کا سفر معجزہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اس سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہو سکتا ہے دنیا میں یہ تقدیر نے کیسا عجیب و غریب مذاق کیا تھا اسکے ساتھ اس نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے کسی سے پیار ہو گا اور اس پیار کے لیے وہ اپنی شادی کے دن گھر سے بھاگ آئے گی اور جس کے لیے بھاگ آئے گی وہ اسے دھوکہ دے جائے گا اور پھر اس کی ملاقات ایک اجنبی سے ہو گی اور اس اجنبی سے ہی اس کا نکاح ہو گا ایک رات صرف ایک رات میں کیا کیا کچھ ہو گیا کتنا کچھ بدل گیا جو اس کے ساتھ ہوا ایسا تو کسی فلم کسی ڈرامے میں بھی نہیں ہوتا۔

"کن خیالوں میں گم ہیں آپ؟" وہ ساحل کی آواز پہ چونکی، مگر بولی کچھ نہیں۔

"دیکھیں جو ہوا اسے بھول جائیں۔ ایک برا خواب سمجھ کر بعض اوقات زندگی میں انسان تقدیر کے سامنے ہار جاتا ہے ایک سوچ انسان اپنے لیے خود سوچتا ہے اور ایک خدا اس کے لیے سوچتا ہے انسان جو سوچتا ہے ناں تقدیر اور دنیا اس کی سوچ کے مطابق کبھی نہیں چلتے، اس لیے ہمیں تقدیر کے فیصلوں کے ساتھ سمجھوتہ کرلینا چاہیے۔" وہ اسے ایسے سمجھا رہا تھا جیسے کسی چھوٹے بچے کو سمجھایا جاتا ہے۔

"سمجھوتہ؟"

"میں سانس لے رہی ہوں اس سے بڑا سمجھوتہ اور کیا ہو سکتا ہے جو میرے ساتھ ہوا اس کے بعد سانس لینا کسی معجزے سے کم تو نہیں ہے مسٹر ساحل؟" وہ کرب سے بولی۔

"میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں آپ کے ساتھ جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو ہوا وہ تو ہو چکا ہے ناں؟ اسے تو کوئی بدل نہیں سکتا جو ہو چکا ہوتا ہے اسے بھولنے میں ہی سمجھداری ہے اور جو ہونا ہوتا ہے اس کے لیے سوچ سوچ کر اپنے آج کو خراب نہیں کرنا چاہیے آپ جس طرح چاہتی تھیں وہ نہیں ہوا اب آپ یہ سوچ کر صبر کرلیں جو ہوا وہ خدا کی مرضی سے ہوا۔"

"کہنا بہت آسان ہے لیکن جس پہ قیامت گزرتی ہے ناں اس کا درد کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کیسے مان لوں تقدیر کا یہ فیصلہ کیسے سمجھوتہ کروں جسے میں نے چاہا جس کے لیے میں نے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا وہ میرا نہیں ہو۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اب آپ کہاں جائیں گی ؟" اس نے موضوع تبدیل کر دیا۔

"کہاں جاؤں گی ؟" اس نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"پتا ہے ایمان جی۔ میرے پاپا کہتے ہیں مجھ میں ایک خامی ہے میں کسی کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا اور اس کی تکلیف دور کرنے کے لیے آخری حد تک جا سکتا ہوں اور مجھے لگتا ہے یہی میری سب سے بڑی خصوصیت ہے میں دوسرے کا درد اچھے سے سمجھ سکتا ہوں اب اگر میں آپ کو یہیں کہیں پہ اتار دوں تو ہو سکتا ہے آپ ایک بار پھر خودکشی کی کوشش کریں اور میری ایک غلطی کی وجہ سے کسی کی قیمتی جان ضائع ہو جائے گی جس کے لیے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔

ہمیں ملے ہوئے تین گھنٹے ہو چکے ہیں اور آپ میرے سفر کی ہم سفر بن گئیں اور ہم سفر کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا کرتے۔"

وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ ایسا انسان اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"اور اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر چلیں جب تک آپ کی تکلیف کی شدت میں کمی نہیں آجاتی آپ وہیں رہیں۔"

وہ بولنا چاہتی تھی کہ اس کی تکلیف میں اب کبھی کمی نہیں آئے گی۔

"ٹھیک ہے ناں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے ناں ؟"

زبان تو بولنے سے انکاری ہو گئی۔ اس نے سر اثبات میں ہلا دیا شاید یہ اس کی قسمت کا فیصلہ ہو پتا نہیں زندگی اس کے ساتھ آگے کیا کیا کرنے والی تھی اور کون سا زخم باقی تھی ابھی۔ باقی کا راستہ خاموشی سے

کٹا گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے روتے روتے جانے کب اس کی آنکھ لگی اور وہ کتنی دیر تک سوتی رہی پھر اس کی آنکھ تب کھلی جب جھٹکے سے گاڑی رک گئی۔اس نے آنکھیں مسلتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن وہ گاڑی کے اندر نہیں تھا اس نے حیرت سے دوسری طرف دیکھا تو وہ اسے نظر آ ہی گیا وہ اب اس کی سائیڈ والا دروازہ کھول رہا تھا وہ آہستہ سے نیچے اپنا قدم رکھ رہی تھی۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔رات کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اس نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا سامنے ایک عالیشان عمارت تھی جس کے چاروں طرف خوبصورت لائٹس لگے ہوئے تھے اندھیرے کی وجہ سے وہ ادھر ادھر کچھ بھی دیکھ نہیں پا رہی تھی لیکن وہ عمارت کو اچھے سے دیکھ سکتی تھی کوئی محل لگ رہا تھا۔

ساحل چلتے ہوئے بار بار اسے دیکھ رہا تھا اس نے بہ مشکل اپنے آنسو روک رکھے تھے۔

گھر کے بڑے لکڑی کے دروازے پہ پہنچ کر دونوں کے قدم رک گئے اس نے نگاہ اٹھا کر ساحل کو دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا اور مسکرا کر اشارے سے اسے رونے سے منع کر دیا اس کی دھڑکن کی رفتار عجیب ہو گئی وہ ڈر بھی رہی تھی، گھبرا بھی رہی تھی،وہ اکیلی اس اجنبی پہ بھروسہ کر کے آ تو گئی لیکن پتا نہیں وہ کس فطرت کا انسان ہے تین گھنٹے صرف تین گھنٹوں میں تو کوئی کسی کے بارے میں نہیں جان جاتا جب وہ دو سال ایک لڑکے سے محبت کر کے ہر وقت اس کے ساتھ رہ کر اسے نہ پہچان سکی تو تین گھنٹوں میں کسی انسان کو کیسے پہچانے گی وہ؟ ذہانت کے دعوے تو ایمان علی بہت پیچھے چھوڑ آئی،

کسی بے درد ظالم نے اسے ایسی لات ماری اب وہ زندگی بھر سر اٹھا کر چل نہیں سکے گیا اب وہ زندگی بھر کبھی محبت پہ بھروسہ نہیں کرے گیا انسانوں پر اور خصوصاً مردوں پر بھروسہ کرنا وہ چھوڑ چکی تھی

۔ایمان علی ایک ہی رات میں سمجھ چکی تھی انسانوں کو دنیا کو ایک ہی رات میں وہ زندگی کا وہ تجربہ کر چکی تھی جو کئی لوگ ساری زندگی بھی نہیں کر پاتے۔

جو ہو چکا ہے اس سے زیادہ غلط کیا ہو سکتا ہے اس سے غلط تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

ساحل نے آگے بڑھ کر وہ خوبصورت دروازہ کھولا اور اپنے قدم اندر رکھ دیے وہ بھی چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے پیچھے اندر آگئی

اندر ہر طرف خوبصورت روشنی تھی پورا گھر چمک رہا تھا وہ آس پاس نگاہیں دوڑانے لگی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اچانک وہ ٹھٹک گئی۔جب اس کی نظر سامنے صوفے پہ پڑی۔

صوفے پہ ایک بڑی عمر کا شخص بیٹھا تھا جس کے چہرے پہ حد سے زیادہ سنجیدگی تھی وہ اسے ہی گھور کر دیکھ رہے تھے اور اس کے برابر والے صوفے پہ دو پکی عمر کی عورتیں بیٹھیں تھیں جن میں سے ایک کا چہرہ سپاٹ تھا جبکہ دوسری تھوڑی مسکرا رہی تھی اس نے نگاہیں تھوڑی مزید گھمائیں تو اسے سامنے ایک لڑکی نظر آئی جس نے جینز اور ٹی شرٹ پہن رکھی تھی اس کے بال کھلے ہوئے تھے وہ بھی بڑے غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے برابر والے صوفے پہ جب اس کی نظر پڑی تو اس نے محسوس کیا وہ سانس لینا بھول گئی۔

اچانک دل دھڑکنا چھوڑ گیا ہو۔

اچانک دل دھڑکنا چھوڑ گیا ہو۔

نہیں نہیں نہیں

وہ وہ شخص وہ یہاں کیسے ؟اس کا یہاں کیا کام ؟

اس نے اس لڑکی کے برابر جس شخص کو کھڑے دیکھا اسے وہ زندگی میں دوبارہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی مرتے دم تک کبھی نہیں وہ اس سے اپنا حساب کتاب اب قیامت کے دن چاہتی تھی اللہ کے سامنے اللہ کی عدالت میں لیکن وہ اس کے سامنے کھڑا تھا اس سے چند قدموں کی دوری پہ۔بے ساختہ اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور اس کے ہونٹوں سے ایک آہ نکلی۔

"عارم"

کچھ چہرے ایسے ہوتے ہیں جنہیں انسان دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا لیکن قسمت ان چہروں کو بار بار انسان کے سامنے لاتا ہے وہ عارم کو دیکھنا تو دور اس کا نام بھی کبھی نہیں سننا چاہتی تھی۔ اس نے جو کیا تھا نہ تو وہ بھولی تھی اور نہ ہی کبھی بھول سکتی تھی۔ اس نے محبت کے سنسان راستے میں اسے تنہا کر دیا تھا، جس کے لیے وہ اپنی شادی چھوڑ آئی، اسی شخص نے اسے ٹھکرا دیا۔

اسی رات میں کچھ گھنٹوں پہلے وہ اس سے شدید محبت کرتی تھی، لیکن اس کا باطن اس مکروہ چہرہ دیکھ لینے کے بعد اس محبت کا تو وجود ہی مٹ گیا اب وہ اس سے نفرت کرتی تھی صرف نفرت۔

اور ایسے لوگ صرف نفرت کے قابل ہوتے ہیں ان کے لیے محبت کا جذبہ رکھنا محبت کی توہین ہے ۔

وہ بھی اسے حیران ہو کر دیکھ رہا تھا۔

وہ سمجھ نہ سکی وہ حیران زیادہ ہے یا شاکڈ زیادہ ہے؟

"کہاں سے آ رہے ہو ساحل اتنی دیر کہاں لگا دی؟" وہ شخص جو صوفے پہ بیٹھا تھا اب کھڑے ہو کر بالکل ساحل کے برابر آ گیا، اب وہ اس سے غصیلے لہجے میں سوال کر رہا تھا۔

پاپا وہ ایک دوست کے ہاں ڈنر پہ گیا تھا، وہیں سے تھوڑی دیر ہو گئی اور راستے میں گاڑی بھی خراب ہو "گئی اس لیے

جو جھوٹ وہ راستے میں سوچ کر آیا تھا وہی جھوٹ اس نے اپنے پاپا کے سامنے پیش کیا۔

" اور یہ لڑکی کون ہے؟"

اس کے پاپا نے ایمان کی طرف دیکھ کر دوسرا سوال کیا۔

"پاپا یہ میرے اسی دوست کی بیوی ہے ایمان علی۔ وہ کسی کاروباری کام کے لیے لندن چلا گیا اور یہ بیچاری گھر میں اکیلی تھی اس لیے میں اسے یہاں لے آیا۔

وہ سارا راستہ یہی سوچتا رہا کہ گھر والوں کے سامنے کیا بول کر ایمان کو پیش کرے بہت سوچنے کے بعد وہ اسی نتیجے پہ پہنچا۔

اس کے پاپا نے مزید کوئی سوال نہیں کیا البتہ وہ ایمان سے اپنے گھر والوں کا تعارف کرانے لگا۔

" (ایمان جی یہ میرے پاپا ہیں (اکبر صدیقی) اور یہ میری مما ہیں (زارا اکبر)۔"

ساحل نے اس سپاٹ چہرے والی خاتون کی طرف اشارہ کیا، جس کے چہرے پہ اب بھی سنجیدگی تھی۔

اس نے اخلاقیات نبھانے کے لیے سلام کیا جواب بھی اسی سنجیدگی سے دیا گیا۔

"اور یہ ہیں میرے پاپا کی بہن یعنی میری پھوپھی (غزالہ عباسی)۔" وہ اس عورت کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو شکل سے ہی خوش مزاج لگ رہی تھی۔

"اسلام وعلیکم۔" اس نے مری ہوئی آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام خوش رہو اور شکر ہے ساحل تم نے پہلے ہی بتا دیا اس کے بارے میں نہیں تو میں تو ڈر رہی تھی بھئی کہیں تم اتنی رات کو لڑکی بھگا کر تو نہیں لائے جیسے فلموں میں ہوتا ہے۔" پھوپھو مذاق کر کے خود ہی قہقہہ لگانے لگیں، جب کہ ساحل نے صرف مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

"اور یہ ہے میری سب سے پیاری دوست اور میری کزن مطلب پھوپھو کی بیٹی سمرہ عباسی۔" اس لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے مسکرا کر بائے کہا۔

اب وہ اس شخص کا تعارف کروانے جا رہا تھا، جو ظلم کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ جسے دیکھ کر اس کا دل جلنے لگا آنسو ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود بھی دو قطرے اس کے گالوں پہ لڑھک ہی آئے۔

"اور یہ ہیں میرے چھوٹے بھائی "عارم صدیقی۔" اسے لگا وہ زمین پر زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکے گی کسی بھی پل وہ اپنا توازن کھو دے گی۔

جتنی حیرانی اور غصے سے وہ اسے دیکھ رہی تھی وہ بھی اتنی ہی حیرت میں تھا اور شاید غصے میں بھی اس نے فوراً اپنا منہ پھیر لیا۔

"اچھا اب آپ بہت تھک چکی ہوں گی، تھوڑی دیر آرام کریں رات بھی کافی ہو چکی ہے۔" ساحل نے پیار سے اس سے کہا اور پھر سمرہ کو مخاطب کرنے لگا۔

"سمرہ تم ایمان کو اپنے ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ وہ والا کمرہ خالی پڑا ہوا ہے ناں؟ "

"ہاں" سمرہ نے جواب دیا۔

ایمان اسے ساتھ لے کر چلنے لگی وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی، سبھی اسے دیکھ رہے تھے لیکن وہ جسے دیکھ رہی تھی، وہ غصے سے مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔ وہ اس کا تھا مگر وہ اس کا نہیں تھا وہ اس کے پاس تھا مگر اس سے بہت دور تھا۔

سمرہ اسے ایک کشادہ کمرے میں لے آئی کمرے میں ہر طرف اسے عجیب خوشبو کا احساس ہوا جالی والے خوبصورت پردے لگے ہوئے تھے اور بیڈ پہ ہم رنگ چادر پڑی ہوئی تھی۔

"یہی ہے آپ کا کمرہ، اب آپ آرام سے لیٹ جائیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔"

سمرہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا جبکہ اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ سمرہ کمرے سے باہر نکل گئی اور سمرہ کے نکلتے ہی یادوں کا لاوا پھٹ پڑا۔

"میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کر سکتا اور میں تو کیا کوئی بھی لڑکا ایک بھاگی ہوئی لڑکی کے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔"

اس کے کانوں میں عارم کی سفاک آواز گونجی۔

"یہ ہے میرا چھوٹا بھائی عارم صدیقی۔"

وہ جس لڑکے کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی، جو لڑکا اسے راستے میں چھوڑ آیا کیسا کھیل ہے قسمت کا یہ تھا۔ لیکن قسمت کی سفاکی اسے واپس اسی گھر میں لے آئی۔ اس گھر میں آنا اس کی تمنا تھی کبھی، لیکن اس انداز میں نہیں وہ عارم کی بیوی بن کر آنا چاہتی تھی۔ لیکن اب وہ کس طرح اور کس حق سے اس گھر میں آئی ہے۔ اسے تقدیر کے مذاق پہ ہنسی آئی۔ وہ تقدیر کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہوئی تھی۔ پوری دنیا میں قسمت کو مذاق اڑانے کے لیے ایمان علی ہی ملی تھی۔

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں یہ سوچنے کے لیے اس نے زندگی میں کب کہاں کوئی ایسی غلطی کی، جس کی اسے یہ سزا ملی۔ پھر اسے یاد ہی آ گیا وہ اپنے ماں باپ کا دل توڑ کر آئی ہے اسے تو یہ سزا ملنی ہی تھی۔

اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور دوپٹہ اتار کر بیڈ پہ پھینک دیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی۔

نیند جو اس سے روٹھ چکی تھی اور نہ ہی وہ اسے منانا چاہتی تھی۔

اچانک کوئی دروازے کو زور سے دھکا دیتے ہوئے اندر داخل ہوا اور اسی تیزی سے اس نے ایمان کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر اپنے سامنے کھڑا کیا، یہ سب اتنی جلدی ہوا وہ کچھ سمجھ نہ سکی جب وہ حیرت پہ قابو پا چکی تھی تو اس نے سامنے کھڑے اس سفاک انسان کو دیکھا۔

-"یہ کیا بدتمیزی ہے عارم؟" وہ پھنکاری

"تمیز اور بدتمیزی کے پاٹ مجھے مت پڑھاؤ سمجھی۔ اور یہ بتاؤ کیوں آئی ہو یہاں؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر غصے سے بولا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا" وہ مدھم مگر مستحکم لہجے میں بولی -

"تمہاری جرات کیسی ہوئی میرے گھر میں آنے کی ہاں کیا سوچ کر آئی ہو تم یہاں ؟"

"میں نے کہا میرا ہاتھ چھوڑیں مسٹر عارم صدیقی صاحب۔" اس بار وہ چلا کر بولی اور عارم نے ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا وہ اب غصے سے اسے دیکھ رہی تھی مگر بولی کچھ نہیں -

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے، جواب دو کیا کرنے آئی ہو میرے گھر میں؟" وہ دھاڑا -

"میں یہاں کیوں آئی ہوں اور کیسے آئی ہوں؟ اس بات کا جواب میں تمہیں نہیں دوں گی اور نہ ہی میں تمہارے سامنے جواب دہ ہوں، اس لیے بہتر یہی ہو گا یہاں سے چلے جائیں آپ۔ "وہ انگلی اٹھا کر بولی-

"اچھا اب بولنا بھی سیکھ گئی ہو؟ ہاں؟ ایک بھائی کو اپنے جال میں نہیں پھنسا سکی تو دوسرے پہ ڈورے ڈالنا شروع کر دیا دولت کے لیے اس حد تک گر گئی ہو۔" وہ حقارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جو ایمان علی تم سے پیار کرتی تھی وہ بہت پیچھے رہ گئی یہ جو تمہارے سامنے کھڑی ہے ناں؟ یہ وہ ایمان علی ہے جو تم سے نفرت کرتی ہے اور میں تھوکتی ہوں تم پر اور تمہاری دولت پر۔ مجھے کچھ لالچی لوگوں کی طرح دولت کا کوئی شوق نہیں سمجھے اور میں یہاں کس رشتے سے آئی ہوں یہ بتانا میں ضروری نہیں سمجھتی۔" وہ ہاتھ باندھ کر اعتماد سے بولی۔

"تم میرے گھر میں ہو اور مجھے یہ پوچھنے کا پورا حق ہے کہ تم کیا گل کھلا کر یہاں تک آئی ہو اور میرے گھر میں بنا اجازت تو کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تو تم کیا چیز ہو۔" وہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر بولا۔

"لیکن میں نے آپ سے اجازت مانگی ہی کب ہے؟ مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے سمجھے، جو مجھے اس گھر میں لے کر آیا ہے اسی سے جا کر سوال کرو اور میں تمہارے کسی بھی سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں انڈرسٹینڈ؟" وہ اس کا ہاتھ غصے سے جھٹک کر بولی۔

"شٹ اپ اوکے، مت بھولو میرے ہی گھر میں کھڑی ہو میں چاہوں تو تمہیں دھکے مار کر یہاں سے باہر نکال دوں۔" وہ چنگھاڑا

"اچھا تو میں تمہیں کھلا چیلنج کر رہی ہوں مسٹر عارم صدیقی جو کرنا ہے کرو میں نہیں ڈرتی تم سے۔"

"اچھا تو میں ابھی جا کر مما پاپا کو تماری اصلیت بتاتا ہوں، انہیں جا کر بتا دوں گا کہ تم کس قسم کی لڑکی ہو اور کس طرح اپنی شادی والے دن ہی گھر سے بھاگ آئی ہو تب دینا انہیں ہر سوال کا جواب۔" وہ

مکروہ انداز میں ہنسا۔

"ہاں بتا دو ابھی کے ابھی جا کر بتا دو اور ہاں میری اصلیت بتانے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلیت بھی بتا دینا انہیں یہ بھی بتا دینا کہ تم نے کس طرح ایک لڑکی کو محبت کی جال میں پھنسایا اور اسے آخری وقت میں دھوکہ دے گئے -" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

عارم کا بس نہیں چلا سامنے کھڑی لڑکی کا گلا گھونٹ دے وہ غصے سے لال ہو چکا تھا۔

"میں بھی دیکھتا ہوں تم کس طرح اس گھر میں رہتی ہو، اگر دو دن کے اندر اندر تم یہاں سے دھکے مار کر باہر نہ نکلوایا تاں تو میرا نام بدل دینا مس ایمان علی صاحبہ -" وہ اسے وارن کرتا ہوا تیزی سے باہر چلا گیا۔۔

اور وہ جتنے اعتماد کے ساتھ اس سے بات کر رہی تھی اس کے جاتے ہی اس کے قدموں کی جان نکل گئی ،وہ لڑکھڑا کر بیڈ پہ گر گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ یہ اس کی محبت تھی جس کے لیے وہ سب کچھ چھوڑ آئی۔ اس نے زندگی میں سب سے بڑی غلطی کی ایسے انسان سے پیار کر کے اور اس کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر۔ یہ وہ شخص تھا جو کبھی محبت کے بہت بڑے دعوے کیا کرتا تھا۔

صبح کے سات بج رہے تھے جب عارم اپنی مما کے کمرے تک پہنچا وہ دروازے کو زور زور سے پیٹنے لگا۔ وہ ساری رات ٹینشن میں رہا ایک پل بھی سو نہیں سکا اسے اس پیچ لڑکی پہ بے تحاشا غصہ تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس گھر تک آنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ اس لڑکی کا کوئی بھروسہ نہیں وہ کسی بھی حد تک جا سکتی ہے اگر اس نے پاپا کو اصلیت بتا دی تو پاپا تو اسے جائیداد سے بے دخل کر دیں گے پھر وہ کہاں جائے گا۔

لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارنا اور ان سے دوستی کرنا یہ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور وہ کئی لڑکیوں کے ساتھ دوستی کر چکا تھا وہ لڑکیوں کو صرف وقت گزاری کا ایک ذریعہ سمجھتا تھا۔ ایمان علی کے بارے میں بھی اس کی یہی رائے تھی ٹائم پاس سے بڑھ کر وہ اس کے لیے کچھ نہ تھی، لیکن وہ اس حد تک جنونی ہو گی کہ شادی والے دن گھر سے بھاگ آئے گی یہ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

زارا بیگم نے جمائی لیتے ہوئے دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر وہ تھوڑا حیران ہوئیں۔

"عارم تم اس وقت خیریت تو ہے بیٹا؟" وہ بالوں کو کیچر میں قید کرتے ہوئے بولیں۔

" مما خیریت ہی تو نہیں ہے۔ "

"اللہ خیر کرے اب کیا ہوا؟" وہ تشویش سے بولیں۔

"مما وہ لڑکی کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے" وہ غصے سے بولا۔

"ساحل نے بتایا ناں کہ وہ اس کے دوست کی بیوی ہے۔ تم اتنا کیوں سوچ رہے ہو اس کے بارے میں" وہ اس کے گال چھو کر بولیں

"مماساحل بھیانے کچھ بھی کہہ دیااور آپ نے یقین کرلیابات ضرور کچھ اور ہے کچھ تو ہے جو بھیاہم سے چھپارہے ہیں "وہ الفاظ چباچبا کر بولا۔

"تمہیں یہ اندازہ کس بات سے ہوا ہے تم جانتے ہوناں ساحل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ۔"

"مما لیکن اس باروہ جھوٹ بول رہاہے ایک لڑکی جو آدھی رات کو ہمارے گھر میں آئے وہ بھی دلہن کے لباس میں ایساپہلے تو کبھی نہیں ہوا،پہلے تو بھیا کبھی اپنے کسی دوست کی بیوی کواس طرح گھر نہیں لائے ۔"وہ دانت پیس کر بولا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے عارم ! وہ کون سا یہاں مستقل رہنے آئی ہے کچھ دن ہی تو رہے گی اور تم اس طرح کیوں گھبرا رہے ہو؟"زارا بیگم نے عارم کو عجیب نگاہوں سے دیکھا۔

"میں میں کیوں میں کیوں گھبراؤں گا مما میں تو اس لیے کہہ رہاتھا انجان لوگوں کواس طرح اپنے گھر میں رکھنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔باقی آپ لوگ جو کریں آپ لوگ تو کبھی غلط کرتے ہی نہیں ۔"وہ ماتھے پہ آیاپسینہ پونچھ کر باہر نکل گیااور زارا بیگم بیٹے کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

ناشتے کے وقت ٹیبل پہ زارا بیگم غزالہ پھپھو اور سمرہ بیٹھی ناشتہ کر رہیں تھیں باقی سب ناشتہ کر کے جا چکے تھے۔

"زارا بھابھی آپ نے ساحل سے پتا کیا اس لڑکی کے بارے میں؟"زارا بیگم کے ساتھ ساتھ سمرہ نے بھی ناشتہ روک کر انہیں دیکھا

"کس بارے میں؟"زارا بیگم جوس پیتے ہوئے بولیں، چہرے پہ ہمیشہ کی طرح سنجیدگی تھی۔

"برا مت ماننا بھابھی لیکن مجھے تو یہ لڑکی کوئی عجیب پر اسرار کردار لگ رہی ہے۔"غزالہ پھوپھو سرگوشی کے انداز میں بولیں

"امی اگر آپ کا بس چلے ناں تو آپ پاکستان کے ہر انسان پہ فتویٰ جاری کر دیں، سب کو شک کی نظر سے دیکھتی ہیں آپ کسی کو تو بخش دیں۔"سمرہ نے انہیں ٹوک دیا۔

"تم تو چپ ہی رہو ارے تجھے کیا پتا میں نے کئی فلموں میں دیکھا ہے لڑکی گھر میں گھس کر مختلف وارداتیں کرتی ہیں۔"غزالہ پھپھو ہاتھ نچا کر بولیں۔ سمرہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی جب کہ زارا بیگم ان کی کہی بات سوچنے پہ مجبور ہو گئیں۔

"سمرہ تم نے اسے ناشتہ دیا؟"زارا بیگم نے پوچھا۔

"نہیں ابھی جا کر دیتی ہوں۔"سمرہ اٹھتے ہوئے بولی۔

اور کچن میں آ کر اس کے لیے ٹرے میں ناشتہ سجانے لگی۔

"آخر سب لوگوں کو ہو کیا گیا ہے کیوں اس لڑکی کی خدمت گزاری میں لگی ہیں؟"عارم بڑبڑاتے

ہوئے کچن میں آیا اور فریج سے پانی کی بوتل نکالنے لگا۔

"You Have any problem?"

سمرہ نے پوچھا۔

" No But I Don't Like Her in my Home "

وہ چلا کر بولا اور کچن سے باہر نکل گیا۔ سمرہ کندھے اچکاتی ہوئی ٹرے لے کر کچن سے باہر نکلی اور کمرے کے پاس پہنچ کر دستک دینے لگی۔

تھوڑے وقفے کے بعد کمرہ کھولا گیا۔

" Hi Good Morning "

سمرہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"جلدی سے گرما گرم ناشتہ کیجیے ۔" سمرہ اسے بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے بولی ۔

" ۔نہیں شکریہ لیکن میرا اس وقت کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا"

"Why?"

سمرہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

۔"بس یونہی" وہ سادگی سے بولی

"رات کیسے گزری؟ نیند آئی تھی؟" سمرہ نے پوچھا ۔

۔"ہاں" جبکہ رات عارم کے آنے کے بعد وہ ایک پل بھی نہ سو سکی

"ہسبنڈ صاحب کی یاد آرہی ہے؟" سمرہ نے شرارت سے پوچھا ایک لمحے وہ کچھ نہیں بول سکی، پھر اس نے گردن منفی میں ہلادی

"ویسے مردوں کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ تاکہ شادی سے پہلے تجربہ ہو جائے ورنہ مردوں کو سمجھنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ سمرہ نے کہا۔

"اچھا مجھ سے تو ایسے پوچھ رہی ہو جیسے میں نے مردوں کو سمجھنے کا باقاعدہ کوئی کورس کیا ہوا ہے۔ ویسے جب شادی ہو گی تب خود سمجھ جاؤ گی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"کب سمجھوں گی ایک مہینے بعد شادی ہے میری۔" سمرہ شرماتے ہوئے بولی۔

"اچھا واقعی؟" وہ حیران ہوئی۔ "کس سے؟"

"آپ کے ہسبنڈ کے دوست سے؟" وہ نگاہیں جھکا کر بولی۔

"ساحل سے؟" اس کی آواز عجیب انداز میں نکلی۔

"ہاں" سمرہ نگاہیں نیچی کر کے بولی۔

"What?"

اسے شاک لگا۔

"تمہیں ساحل نے نہیں بتایا کیا؟"

"نہیں۔"

"اوہ مجھے لگا بتادیا ہو گا کوئی بات نہیں اب میں نے بتادیا ہے ناں۔" وہ کچھ نہیں بولی۔

"توپھر تم ناشتہ نہیں کروگی اب؟" سمرہ ٹرے کی طرف دیکھ کر بولی -

"ہاں دل نہیں کر رہا-" وہ غائب دماغی سے بولی۔

" Ok as You wish"

سمرہ ٹرے اٹھا کر باہر چلی گئی۔

اسے باہر صوفے پہ ساحل بیٹھا دکھائی دیا جو آفس جانے کے لیے تیار لگ رہا تھا۔ اس نے کھنکار کر

اپنے ہونے کا احساس دلایا۔

"ارے چڑیل تم کہاں گئی تھی؟" ساحل نے پوچھا -

" آپ کی خوبصورت مہمان کو ناشتہ کرانے۔" وہ صوفے پہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"اور وہ تمہیں دیکھ کر ڈر تو نہیں گئی؟" ساحل نے مسکراتے ہوئے پوچھا -

"نہیں البتہ وہ یہ ضرور کہہ رہی تھی کل رات ایک بھوت کو دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔" سمرہ بھلا کوئی -

قرض کیسے رکھ سکتی تھی

"اتنے ہینڈسم اور خوبرو جوان کو بھوت بول کر تم اس کی انسلٹ نہیں کر رہی ؟"

"نہیں آپ کی تو نہیں بھوت کی انسلٹ ضرور ہو رہی ہو گی۔" ساحل نے مصنوعی غصے سے اسے -

گھورا

"یہ ناشتہ خاک کرایا تم نے ساری کی ساری تو ویسے رکھی ہوئی ہے۔" وہ پہلی بار ٹرے کی طرف متوجہ

ہوا

"جب آپ کے مہمانِ خصوصی ناشتہ کرنے سے انکار کر دیں تو کیا زبردستی ان کے منہ میں ناشتہ ٹھونس دیتی۔" وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بولی۔

"تم ضرور اس کے سر پہ بیٹھ گئی ہو گی تبھی اس بیچاری نے نہیں کیا ناشتہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا

"اوہو ہو بیچاری، ناشتے کرنے سے لوگ شرماتے بھی ہیں یہ پہلی بار سنا ہے۔" وہ بال پیچھے جھٹک کر ایک ادا سے بولی

"ہاں اور جنہیں شرمانا چاہیے وہ تو بلا جھجک ترکی بہ ترکی اپنے ہونے والے میاں کو منہ پہ جواب دے رہی ہیں تھوڑی تو مشرقیت سیکھو تاکہ مجھے یہ احساس ہو سکے کہ میں واقعی پاکستان میں بیٹھا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"آہاہاہا میں مشرقی لڑکی بن جاؤں تاکہ تم کسی گاؤں کے وڈیرہ کی طرح مجھ پہ حکومت کر سکو اور میں آپ کی جی حضوری کرتی رہوں"

" او جی آپ چائے پئیں گے ؟"

"او جی آپ کے لیے کھانا لگاؤں ؟"

وہ ایک ادا سے ایکٹنگ کر کے بولی۔ ساحل نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور ناشتے کی ٹرے اٹھا کر جانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" سمرہ نے پیچھے سے سوال کیا ۔

"ناشتے کی ٹرے لے کر جہاز اڑانے جارہاہوں سٹوپڈ گرل" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا سیڑھیوں پہ چڑھتا ہوا ایمان کے کمرے کی طرف جانے لگا۔

کمرے پہ دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا وہ تولیے سے منہ صاف کرتی ہوئی واش روم سے باہر آرہی تھی۔

" Good morning Beautiful Girl"

اس نے ایک خوبصورت انداز میں اسے گڈ مارننگ کہا اور ناشتے کی ٹرے بیڈ پہ رکھ دی۔

"آپ نے ناشتہ کیوں نہیں کیا یہ سینڈوچ ویسے کی ویسے پڑی ہے ؟ "

"اتنا سب کچھ ہونے کے بعد سینڈوچ کھانے کو کس کا دل کرے گا؟" وہ تولیے بیڈ پہ اچھال کر بولی ۔

"ہاں صحیح کہا آپ نے تو سینڈوچ کی بجائے کچھ اور لاؤں آپ کے لیے ؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا جبکہ ایمان نے اسے گھور کر دیکھا

"میں جینا نہیں چاہتی" وہ اب آئینے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی ۔

"ناشتہ نہیں کر کے آپ مرنا چاہتی ہیں مرنے کا کوئی نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کیا؟" وہ سینڈوچ کھاتے ہوئے بولا۔

"کچھ کھا کر مرنے سے تو بہتر ہے کچھ نہ کھا کر مروں ۔"

وہ اب آہستہ آہستہ اپنی جیولری اتار رہی تھی۔

" لیکن آپ مرنا کیوں چاہتی ہیں ؟"

"کیا تمہیں ساری کہانی پھر سے سناؤں ؟ کل بتایا تھا ناں۔" وہ چڑ کر بولی -

"آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کی شادی ہونے والی ہے اور مجھ سے نکاح کر لیا؟" وہ خاصی حیران ہوتی -

ہوئی پوچھ رہی تھی

"اگر بتا دیتا تب کیا ہوتا اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا -"

وہ اس کی بات سے متفق ہو کر گردن ہلانے لگی-

"آپ کو مجھ پہ غصہ نہیں آتا؟ "

اس نے آئینے میں دیکھ کر ساحل سے پوچھا وہ تھوڑا حیران ہوا-

"غصہ ؟ کس بات پہ ؟"

"آپ میری وجہ سے اتنی بڑی مشکل میں پھنسے ؟" گھر والوں کے سامنے بھی آپ کو جھوٹ بولنا پڑا

اور اب بھی آپ کو ٹینشن ہو گی ؟" وہ اب بالوں میں برش کرنے لگی-

"آپ پہ غصہ کر کے کیا فائدہ جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے -"

وہ سنجیدگی سے بولا اور چائے کی کیتلی سے چائے نکال کر پینے لگا وہ آئینے میں اسے دیکھ رہی تھی-

"بائی داوے یہ ناشتہ آپ میرے لیے لائے تھے ناں اور خود ہی ٹھوسے جا رہے ہو -"

وہ لڑنے والے انداز میں بولی-

"ہاں تو آپ ناشتہ کرتی جو نہیں آپ کو گن پوائنٹ پہ ناشتہ کراؤں یا آپ کو ناشتہ کروانے کے لیے

مجھے کوئی سپیشل ٹریننگ کرنی پڑے گی ؟" وہ مسکراہٹ ضبط کر کے بولا-

"نہیں آپ کی بڑی مہربانی آپ جو کر چکے ہیں وہ کافی ہے ۔"

وہ اب بیڈ پہ آکر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"طنز کر رہی ہو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا ۔

"نہیں سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ بھی سینڈوچ اٹھا کر کھانے لگی ۔

"آپ کے ہاتھ کا زخم کیسا ہے اب؟"

"ہاتھ کا زخم تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن جو زخم دل پہ لگ چکا ہے اس کا کیا کروں؟" وہ اداسی سے بولی ۔

" اچھا اگر وہ زخم دینے والا کبھی آپ کے سامنے آئے تو کیا سلوک کریں گی آپ اس کے ساتھ ؟"

جانے کیا سوچ کر اس نے یہ سوال کیا وہ ایک پل کے لیے کچھ بول نہ سکی اسے کیسے بتاتی زخم دینے والا اس کا اپنا بھائی ہے/

"اگر میری جگہ آپ ہوتے تو آپ کیا کرتے؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا ۔

"میں میں دو تھپڑ کھینچ کر لگاتا اسے اور پوچھتا اس سے اتنی خوبصورت لڑکی کو دھوکہ دیتے ہوئے شرم نہیں آئی؟" اس نے ہاتھ کو ایسے لہرایا جیسے وہ سچ میں اس کے سامنے بیٹھا ہو جب کہ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"شکر ہے آپ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھنے کو تو ملی نہیں تو میں تو یہ سمجھ رہا تھا آپ نے مسکرانے کی کوئی باقاعدہ فیس وغیرہ رکھی ہوئی ہے آج میں اگر آپ کی مسکراہٹ نہیں دیکھتا تو مجھے پتا کیسے چلتا آپ کی مسکان اتنی خوبصورت ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اچانک پتا نہیں اسے کیا ہو گیا، مسکراتے مسکراتے وہ اداس ہو گئی-

"کیا ہوا" وہ اس کی طرف بغور دیکھ کر بولا-

"نہیں کچھ نہیں آپ کے پاس موبائل ہے؟" وہ آنکھوں کی نمی صاف کر کے بولی -

"-ہاں ہے "

"تو کیا آپ مجھے تھوڑی دیر کے لیے دیں گے کال کر کے واپس کر دوں گی۔" وہ التجائیہ انداز میں -

بولی

" شکر ہے بھئی آپ نے بتا دیا کہ آپ کال کر کے واپس کر دیں گی نہیں تو میں کبھی نہیں دیتا -"

وہ جیب سے موبائل نکالتے ہوئے بولا-

وہ موبائل اس کے ہاتھوں سے لے کر بے تابی سے کوئی نمبر ملانے لگی وہ بڑے انہماک سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی پوری توجہ موبائل پہ تھی نمبر ملا کر اس نے موبائل اپنے کان پہ رکھ دیا اور بڑی بے صبری سے انتظار کرنے لگی کال ریسیو ہونے کی-

"ہیلو "

وہ نم آواز میں بولی دوسری طرف کیا کہا گیا یہ اس نے نہیں سنا اس نے ایک بار پھر ایمان کو بے تابی سے بولتے ہوئے سنا-

"امی میں ایمان "

اس کے آنسو اب گالوں پہ لڑھک آئے وہ بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای۔میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

نہ تھی۔

"امی ہیلو ہیلو امی ہیلو"

دوسری طرف شاید فون کاٹ دیا گیا تھا اب وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔

"ارے کیا ہوا کیا کر رہی ہیں آپ یہ ؟"

اسے اس طرح اس کے رونے کی امید نہ تھی اب اسے روتا ہو دیکھ کر وہ بے تابی سے پوچھنے لگا۔

"دکھائی نہیں دے رہا؟ رو رہی ہوں ۔"

وہ روتے ہوئے غصے سے بولی، وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"وہ تو نظر آ رہا ہے لیکن یہ بن موسم برسات کیسا؟"

" امی نے کہا کہ ایمان مر چکی ہے ۔"

بتا کر وہ ایک بار پھر رونے لگی، اس نے جگ سے اسے پانی نکال کر دیا اس کے ہاتھوں سے گلاس لے کر وہ پانی پینے لگی بڑی دیر بعد اس کی حالت سنبھلی۔

"ویسے اچھا نہیں ہوا آپ کے پیرنٹس کے ساتھ۔" وہ افسوس سے بولا وہ کچھ نہ بولی ۔

"آپ اچھی لڑکی نہیں ہو۔" اس بار اس نے گھور کر مخاطب کو دیکھا ۔

"میں نے آپ سے آپ کی رائے مانگی اور مجھے آپ سے اچھائی کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے اوکے"؟ ۔

شاید اسے غصہ آ گیا

"آپ خاصی منہ پھٹ بھی ہیں۔" وہ اس کا موڈ درست کرنا چاہتا تھا ۔

"پتا ہے اگر اچھی ہوتی تو میرے ساتھ یہ سب تھوڑی ہوتا اور میں اس طرح حالات کے گرداب میں تھوڑی پھنستی۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں مذاق کر رہا ہوں" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا ۔

"لیکن میں مذاق بالکل نہیں کر رہی، میں نے جو کیا وہی تو میرے سامنے آیا اپنے والدین کو بھری محفل میں رسوا کر کے آئی تھی یہ سب تو ہونا ہی تھا میرے ساتھ۔" اسے اپنے آپ پہ غصہ آنا لگا۔

"دیکھو ایمان زندگی میں مشکل حالات سب پہ آتے ہیں زندگی نام ہی خوشی اور غم کا ہے ہمیں یہ سوچ کر خود کو اطمینان دلانا چاہیے کہ سب کچھ کسی کے پاس بھی نہیں ہوتا دنیا میں مکمل کوئی بھی نہیں ہوتا سکون کسی کی زندگی میں بھی نہیں ہوتا تو مشکلوں میں بجائے واویلا مچانے کا صبر کرنا چاہیے۔" اس کی آخری بات پہ ایمان نے بڑی زہریلی نظروں سے اسے دیکھا۔

"صبر؟ جتنا صبر میں کر رہی ہوں اتنا صبر اور کون کر سکتا ہے اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی زندہ ہوں کیا اسے آپ صبر نہیں کہتے اس سے بھی بڑا صبر ہو سکتا ہے کوئی میں نے اپنا سب کچھ ہار دیا ہے پھر بھی میں زندہ ہوں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"اگر ہارو گی نہیں تو جیتو گی کیسے؟ گرو گی نہیں تو اٹھو گی کیسے؟ زندگی میں جیتنے کے لیے ہارنا بہت ضروری ہے۔" وہ تحمل سے بولا

آہاہاہا بڑے بڑے ڈائیلاگ بولنا آسان ہے جس کی زندگی طوفان کی زد میں ہوناں اس کا درد آپ کیا سمجھو گے؟ بڑے آئے فلاسفر

وہ ہاتھ نچا کر بولی جبکہ وہ مسکرا دیا۔

"ابھی آپ نے ہمارے ڈائیلاگ سنے ہی کہاں ہیں اور آپ کیا سمجھیں گی لفظوں کی قیمت لفظوں کی بولی تو دلوں کے بازار میں لگتی ہے۔" وہ اترا کر بولا۔

"دلوں کے بازار میں شاید صرف لفظوں کی بولی ہی لگتی ہے انسانوں کی نہیں انسان تو دل کی دنیا۔" میں آکر در بدر ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ اداسی سے بولی۔

"ارے کیوں اتنی اداس باتیں کرتی ہو محترمہ؟ جو چلا گیا اسے بھول جانے میں ہی بہتری ہے وہ اپنی زندگی میں مگن ہو گا اور آپ ہیں کہ آنسو کا دریا بہائے چلی جا رہی ہیں۔

اگر اسے آپ کا احساس ہوتا تو وہ ایسا کبھی کرتا ہی نہیں آپ یہ سوچ کر صبر کر لیں کہ وہ کبھی آپ کا تھا ہی نہیں اگر آپ کا ہوتا تو آپ کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا اب آپ روئیں چیخیں چلائیں لیکن وہ آپ کو کبھی نہیں ملے گا کیونکہ وہ آپ کی قسمت میں نہیں لکھا گیا۔

ایسا نہیں ہے کہ آپ کی قسمت میں کوئی نہیں ہے ہو سکتا ہے اس سے بھی اچھا جیون ساتھی ملے آپ کو جو جو آپ کو اس سے بھی زیادہ پیار کرے۔" وہ بڑے غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔پھر اس نے بڑی بے دردی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

صحیح کہتے ہیں آپ، اسے جب میری فکر نہیں تو میں اس کے لیے آنسو کیوں بہاؤں؟ واقعی وہ میرا نہیں تھا وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ میں اس سے پیار کرتی لیکن اب مجھے اور کوئی نہیں چاہیے اپنی زندگی میں

جب وہ نہیں تو کوئی نہیں نہ اس جیسا نہ اس سے اچھا مجھے جو چاہیے تھا جب وہی نہ ملا تو کوئی اور اس کی کمی کبھی پوری نہیں کر سکتا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اچھا تھا وہ اچھا نہیں تھا لیکن میرے دل کو اچھا لگا اور میں دل کے سامنے ہار گئی، دل باغی ہو گیا" اس کی آواز ٹوٹے ہوئے کانچ جیسی تھی۔

"اب ڈائیلاگ کون بول رہا ہے۔" اس نے شرارت سے پوچھا -

" آپ کے لیے ڈائیلاگ ہوں گے لیکن میں تو وہی کہہ رہی ہوں جو سچ ہے -"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے فی الحال تو آپ میری منکوحہ ہیں جتنے دن چاہیں آپ یہاں رہیں اسے اپنا ہی گھر سمجھیں یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی میں اس بات کی گارنٹی دیتا ہوں آپ میری ذمہ داری ہیں اس وقت اور میں اپنی ذمہ داری سے کبھی نہیں بھاگتا ہاں آپ جب چاہیں یہاں سے جا سکتی ہیں پھر میں آپ کو اس نکاح سے بھی آزاد کر دوں گا۔

لیکن آپ کو ایک بات کا خاص خیال رکھنا ہو گا یہاں گھر میں سب کے سامنے میں نے آپ کو اپنی دوست کی بیوی کہہ کر متعارف کروایا ہے یہاں کسی کو بھی نہیں پتا چلنا چاہیے کہ اصل میں ہمارا رشتہ کیا ہے کوئی بھی یہ نہ جان لے کہ ہم دونوں کا نکاح ہو چکا ہے۔

سمجھیں محترمہ ؟؟ اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن وہ اسے نہیں وہ منہ کھولے باہر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے بھی ایمان کی نگاہ کا تعاقب کرتے ہوئے دروازے کی طرف

دیکھا۔ اس کی سانس اٹکنے لگی، دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو اس کے چہرے پہ اچانک ڈر کے تاثرات نمایاں ہو گئے دروازے پہ سمرہ کھڑی تھی وہ بھی ان دونوں کو حیران ہو کر دیکھ رہی تھی۔

جاری ہے باقی انشاءاللہ اگلی قسط میں

ہم قدم
قسط 1
PRIME URDU NOVELS
ناصر حسین

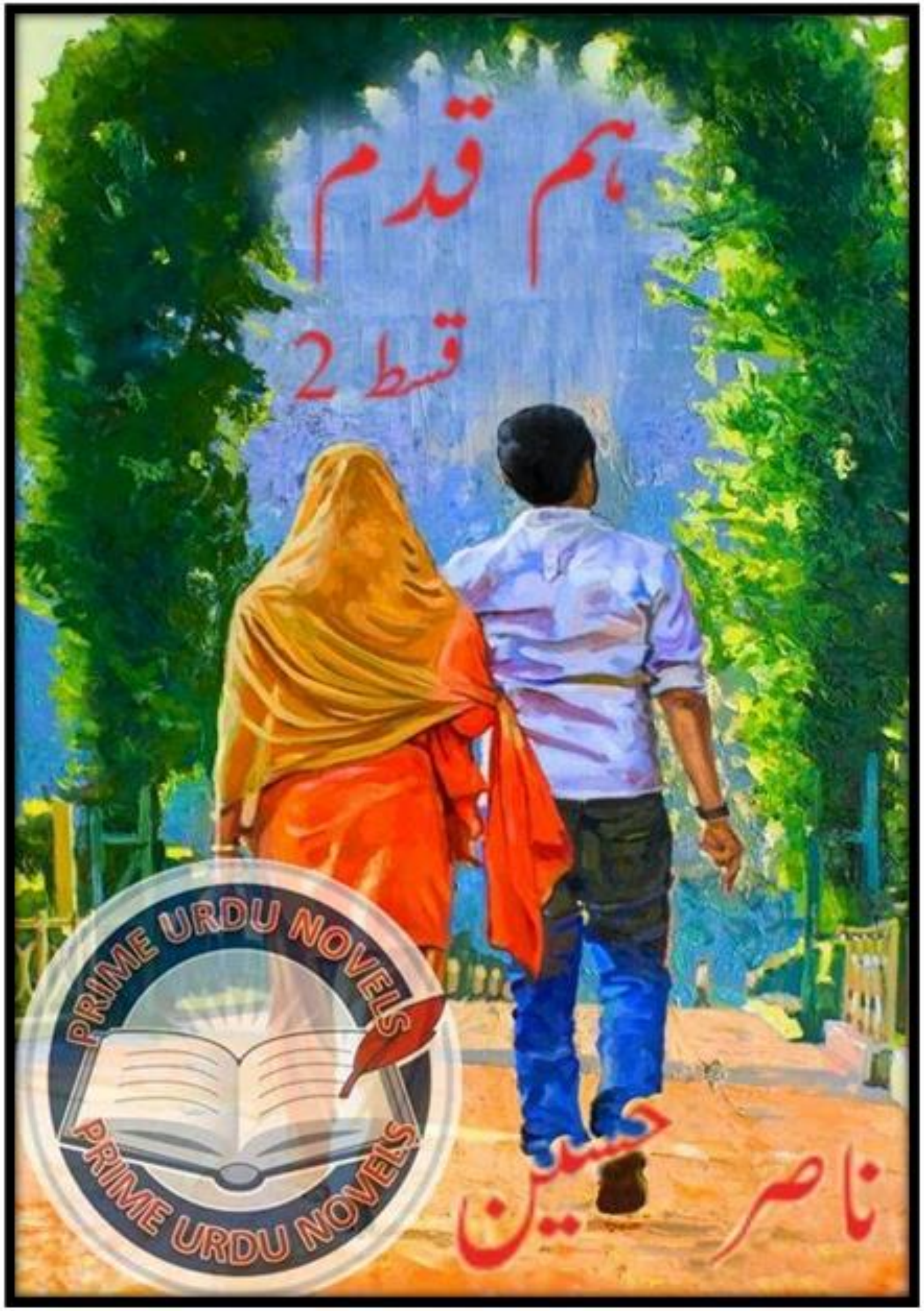
ہم قدم
قسط 2
PRIME URDU NOVELS
ناصر حسین

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہٰذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر:

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

گزشتہ اقساط کا خلاصہ :

ایمان علی نام کی لڑکی کی شادی شہزاد نام کے لڑکے کے ساتھ ہونے والی ہوتی ہے مگر وہ اسے ناپسند کرتی ہے اور شادی والی رات ہی چپکے سے بھاگ جاتی ہے..وہ اپنے بوائے فرینڈ عارم سے مل کر اسے شادی کا کہتی ہے مگر وہ اسے عین وقت پہ دھوکہ دے جاتا ہے..پھر وہ اچانک سنسان سڑک پہ بے سائبان ہو جاتی ہے اور خود کشی کی کوشش کرتی ہے وہیں اس کی ملاقات ساحل نامی ایک لڑکے سے ہوتی ہے وہ اسے اپنی گاڑی میں بٹھاتا ہے، لیکن ایک مجبوری کے تحت ان دونوں کو نکاح کرنا پڑتا ہے .اور ساحل اسے اپنے گھر لے جاتا ہے.. لیکن ایمان علی کے قدموں تلے سے زمین نکل جاتی ہے جب اسے پتا چلتا ہے وہ عارم کا بھائی ہے...عارم اسے دھمکی دیتا ہے کہ وہ اسے اپنے گھر سے نکال کر ہی رہے گا وہ عارم سے نہیں ڈرتی اور اسے چیلنج کرتی ہے کہ اسے جو کرنا ہے وہ کرے.. اور اس پہ ایک نیا انکشاف بھی ہوتا ہے کہ ساحل کی شادی اس کی پھپھو کی بیٹی سمرہ سے ہونے والی ہوتی ہے... اور وہ دونوں صبح کے وقت باتیں کر رہے ہوتے ہیں تب ساحل ایمان کو منع کرتا ہے کہ وہ گھر میں کسی کو نہیں بتائے گی کہ ان دونوں کا نکاح ہو چکا ہے...باتوں کے دوران ہی انہیں پتا چلتا ہے کہ سمرہ دروازے پہ کھڑی ہے.. وہ دونوں حواس باختہ ہو کر اسے دیکھنے لگتے ہیں جانے وہ کتنی باتیں سن چکی تھی....... اب آگے ملاحظہ فرمائیں..... .

قسط : 2

پتا نہیں سمرہ کب سے وہاں کھڑی تھی اور ان دونوں کی کتنی باتیں سن چکی تھی وہ دونوں بد حواس ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اگر اس نے ان دونوں کی باتیں سنی ہیں تو پھر اسے پتا چل گیا ہو گا ان دونوں کا نکاح ہو چکا ہے وہ دونوں مراقبے میں تھے شاک کی کیفیت میں کچھ بول ہی نہیں پا رہے تھے۔ سمرہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی، ساحل نے بے ساختہ نگاہیں چرائیں۔

" Every Thing is ok? "

سمرہ نے ان دونوں کو تشویش سے دیکھا وہ "ہاں" یا "نا" کچھ نہیں بول پا رہے تھے۔

"ساحل! ماموں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں گاڑی میں آفس جانے کے لیے۔"

ان دونوں نے سکون کا سانس لیا۔

شکر تھا جو اس نے ان دونوں کی باتیں نہیں سنی تھیں، ورنہ بہت بڑی گڑبڑ ہو جاتی۔

"او کے تم جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

ماتھے پہ آیا ہوا پسینہ پونچھ کر اس نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی، سمرہ چلی گئی اور ایمان گرنے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"تھینک گاڈ جو اسے کچھ پتا نہیں چلا آئندہ ہم دونوں کو محتاط رہنا ہو گا"۔

ساحل نے فکر مندی سے کہا۔

"یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے نہ تو میری قسمت میں کوئی خوشی لکھی ہے اور نہ ہی میری وجہ سے کوئی دوسرا خوش ہو سکتا ہے میں منحوس ہوں جہاں جاتی ہوں منحوسیت پھیلا دیتی ہوں۔"

وہ افسردگی سے کہنے لگی۔

"کم آن ایمان۔"

"آج کے دور میں رہ کر بیس سال پرانی باتیں مت کرواوکے، جو ہونا ہوتا ہے اس میں خدا کی مصلحت ہی ہوتی ہے۔ چلو تم ٹینشن چھوڑو یہ میرا فون پکڑو میں ابھی آفس جا رہا ہوں اگر کسی بھی شے کی ضرورت ہو تو مجھے کال کر لینا"۔

اوکے"۔

اس نے ساحل کے ہاتھوں سے فون لے لیا ساحل ایک نظر اس پہ ڈال کر باہر چلا گیا وہ وہیں بیڈ پہ بیٹھی دروازے کو دیکھنے لگی جہاں سے ساحل تھوڑی دیر پہلے باہر گیا تھا۔

########################

شام ہو چکی تھی، ایمان صبح سے کمرے میں بیٹھی تھی باہر جانے کو اس کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی باہر عارم ہو گا اور وہ اس کا سامنا کسی بھی طرح نہیں کرنا چاہتی تھی سمرہ دو بار آئی تھی اس کے پاس اس کی بوریت دور کرنے کے لیے۔ وہ اسے ایک ناول بھی دے گئی، لیکن اسے ناولز میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کافی دیر تک سوتی رہی اس دوران ساحل کی کال بھی ایک بار آچکی تھی، اس نے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد فون کاٹ دیا تھا کھانے کے لیے بھی سمرہ اسے بلانے آئی لیکن وہ نہیں گئی، اسے بھوک بھی لگ رہی تھی لیکن وہ نیچے نہیں جانا چاہتی تھی۔ سمرہ اس کے لیے کھانا اوپر ہی لے آئی۔

سمرہ اس کے ساتھ کافی دیر باتیں بھی کرتی رہی اس کا پسندیدہ موضوع اس کی شادی تھی وہ اپنی شادی کے بارے میں اپنے خوابوں کے بارے میں اس سے باتیں کرتی رہی، پتا نہیں اس کے منہ سے ساحل اور اس کی شادی کی باتیں سن کر اسے اتنا عجیب کیوں لگ رہا تھا۔

اب وہ کھڑکی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی، نیچے لان میں زارا بیگم اور غزالہ پھپھو بیٹھی چائے پی رہی تھیں اور کسی بات پہ بحث بھی کر رہی تھیں وہ بڑی دیر تک خالی ذہن کے ساتھ انہیں دیکھتی رہی پھر وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی اور ساحل کا نمبر ملانے لگی ساحل نے کال کاٹ کر خود رنگ بیک کیا۔

"ہاں تو محترمہ روندو صاحبہ کیا حال ہیں؟"

ہیلو کے بعد اسے یہ جملہ سننے کو ملا۔

"روندو؟ اس کا کیا مطلب ہے؟"

اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"بھئی مطلب تو صاف ہے بچپن جب ہم زیادہ روتے تھے تو ہمارے بڑے کہتے تھے تم کتنے روندو ہو گئے ہو۔ "

اس کی بات سن کر اسے غصہ آیا۔

"مطلب کیا ہے آپ کی اس بات کا، میں زیادہ روتی ہوں؟"

وہ چلا کر بولی، اسے اپنا یہ نیا نام بالکل برا لگا۔

"کیا بات ہے کمال کی ٹیلینٹڈ ہیں، باتوں کا مطلب بھی سمجھ جاتی ہیں آپ، اچھا ویسے یہ بتائیں اس وقت محترمہ نے ہمیں کیسے یاد کیا"؟

"میں بور ہو رہی تھی"۔

اس نے صاف گوئی سے کہا جبکہ ساحل نے ایک قہقہہ لگایا۔

"اچھا تو اب کیا ہم نے یہ سروس کھول رکھی ہے بوریت دور کرنے کے لیے ہمیں فون کرو، ویسے تھوڑی دیر میں میری ایک اہم میٹنگ شروع ہونے والی ہے لیکن تب تک آپ سے بات کرتا رہوں گا اور ویسے بھی ایک گھنٹے تک میں خود بھی آ رہا ہوں"۔

وہ اس کے ساتھ بیس منٹ تک باتیں کرتی رہی اور ایک بار پھر کھڑکی کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی لیکن اب وہاں زارا بیگم اور غزالہ پھپھو نہیں تھیں۔مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا اور ساتھ ہی کوئی گانا بھی گنگنا رہا تھا۔

اچانک کھٹاک سے دروازہ کھلا اور آنے والا بڑی تیزی سے اندر آگیا اس نے بھی چونک کر گردن موڑ دی وہ عارم صدیقی تھا جس کے چہرے پہ غصہ اور نفرت دونوں تھے ایک حقیر نگاہ اس پہ ڈال کر وہ ایک بار پھر باہر دیکھنی لگی اسے مکمل طور پر نظر انداز کر کے۔

" How Dare You"

"تم ابھی تک یہیں ہو مجھے لگا تھا اب تک دفعہ ہو چکی ہو گی"۔

وہ غصے سے دھاڑا اس نے چہرے کا رخ موڑ کر عارم کی طرف دیکھا وہ دانت پیستے ہوئے اسے ایسا دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچا کھا جائے گا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جانے والی، تو سمجھ نہیں آئی آپ کو میری بات"؟

وہ ہاتھ باندھ کر تحمل سے بولی، اس کا تحمل اور اطمینان عارم کو مزید سلگھا گیا۔

"میں نے کہا میرے گھر سے نکل جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے کتنی بیچ اور گری ہوئی لڑکی ہو"۔

وہ چلایا۔

"کیا میں تم سے زیادہ گری ہوئی ہوں؟ کیا میں تم سے زیادہ بیچ لڑکی ہوں؟ تم سے زیادہ گھٹیا اور بے غیرت انسان اور کون ہو سکتا ہے؟"

عارم کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گالوں پہ رسید کر دیا۔ تھپڑ اتنا زور دار تھا وہ لڑکھڑا گئی۔

"اگر اپنی عزت چاہتی ہو تو یہاں سے چلی جاؤ ورنہ میں تمہیں ایسے بے عزت کر کے اس گھر سے نکال دوں گا پھر کبھی تم عارم صدیقی سے ٹکر لینے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"جو کرنا ہے کرو میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں تم اور کتنا گر سکتے ہو تمہارے گناہوں کی حد کہاں تک ہے"؟

اس بار وہ بھی چلائی۔

"ٹھیک ہے ایسے تو پھر ایسے ہی سہی، میں تو تمہیں عزت کے ساتھ یہاں سے روانہ کرنا چاہتا تھا لگتا ہے تمہیں دھکے کھا کر اور رسوا ہو کر نکلنے میں ہی مزا آتا ہے کوئی بات نہیں میں تمہاری یہ خواہش ابھی پوری کر دیتا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے طنز کر رہا تھا اور وہ لرز اٹھی، وہ سمجھ نہیں سکی وہ کیا کرے گا اور کیا کر سکتا ہے وہ حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے جا کر دروازہ بند کر دیا۔

اور مسکراتے ہوئے اس کی طرف آنے لگا۔

وہ ڈر گئی کچھ نہ سمجھ کر بھی وہ کچھ کچھ سمجھ رہی تھی، وہ ایک ایک قدم آگے آ رہا تھا اور وہ ایک ایک قدم اس سے پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔ پیچھے دیوار تھا اس لیے اس رکنا ہی پڑا وہ عارم کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی مجبور ہرنی اپنے شکاری کو دیکھتی ہے اس کا دل خشک پتے کی طرح لرز رہا تھا وہ اب اس کے بالکل قریب آ چکا تھا اتنا قریب وہ اس کی سانسیں بھی سن سکتی تھی۔ اس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کر دیں۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای-میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر وہ کئی بار چلی تھی۔

کئی بار اس کے کاندھوں پہ سر رکھ کر سوئی تھی، لیکن آج زندگی میں پہلی بار وہ اس شخص کی قربت سے ڈر رہی تھی۔

وہ زندگی میں کبھی اس شخص سے اتنی خوفزدہ نہیں ہوئی جتنی اس وقت ہو رہی تھی، اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی، اس نے ہاتھ بڑھا کر ایمان کا ہاتھ پکڑ لیا اسے لگا عارم نے اس کا دل پکڑ کر بھینچ دیا اس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی مکمل کوشش کر رہی تھی لیکن عارم کا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔

'عارم میرا ہاتھ چھوڑو۔" آنکھوں میں آنسو تھے اور چہرے پہ غصہ تھا۔

"ارے تم تو محبت کا دعویٰ کرتی ہو تو پھر محبت کو ثابت کرو۔" اس نے حقیر نگاہوں سے اپنے شکاری کو دیکھا۔

"نہیں چھوڑو پلیز۔"

وہ چلائی۔ عارم نے اس کی نہیں سنی اور اس کے اور قریب آ گیا۔

"عارم خدا کے لیے عارم پلیز ایسا مت عارم میری بات عارم اللہ کا واسطہ یہ تم کیا عارم میری بات "

وہ روتے ہوئے اس سے مسلسل التجا کر رہی تھی۔

اس کی آواز اونچی ہو گئی عارم کو یقین تھا یہ آواز نیچے گھر میں سبھی سن چکے ہوں گے اس لیے اس نے اپنے منصوبے پر عمل کیا۔

"یہ یہ آپ کیا کر رہی ہیں محترمہ پلیز مجھے چھوڑیں۔" عارم معصومیت سے کہنے لگا وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی یہ کیا کہہ رہا تھا وہ کیا کرنے والا تھا وہ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے ہونٹوں پہ استہزائیہ ہنسی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ، پلیز مجھے چھوڑیں میں ایسا لڑکا نہیں ہوں آپ یہ کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ ایسے چلا رہا تھا جیسے وہ اس کے ساتھ زبردستی کر رہی ہو وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔

بس حیران نگاہوں سے وہ عارم کو دیکھ رہی تھی جو کچھ نہ کچھ غلط کرنے والا تھا جو بھی تھا اس کا ارادہ نیک بالکل نہیں تھا۔

زارا بیگم حواس باختگی کے ساتھ اندر داخل ہوئیں اور انہیں اس طرح ایک دوسرے کے قریب دیکھ کر انہیں حیرت کا جھٹکا لگا وہ بھی زارا بیگم کو ڈرتے ہوئے دیکھ رہی تھی اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا ہر طرف جیسے اندھیرا چھانے والا ہو۔

اس نے عارم کو کہتے سنا۔

"پلیز آپ مجھے چھوڑیں، یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" وہ کچھ نہ بول سکی وہ تو یک ٹک زارا بیگم کو دیکھ رہی

تھی جن کے چہرے پہ حیرت کے ساتھ ساتھ تشویش بھی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" وہ چلاتی ہوئی ان دونوں کے پاس آ گئیں۔

عارم نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اس کے چہرے پہ پسینہ تھا، دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہا تھا۔

"مما مما یہ یہ لڑکی یہ لڑکی میرے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہی تھی یہ ایک بدکردار لڑکی ہے۔" عارم نے زارا بیگم سے کہا۔

زارا بیگم سناٹے میں آ گئیں اور وہ اسے لگا جیسے عارم نے اس کے دل پہ آری چلا دی ہو۔

وہ زندہ زمین میں درگور ہو چکی تھی اس کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکل رہا تھا اس نے بہ مشکل اپنی چیخ روک رکھی تھی زارا بیگم نے حقارت اور غصے سے اسے دیکھا۔

"مما بھیا اس لڑکی کو کہاں سے لائے ہیں؟ یہ ایک نمبر کی بیچ اور گھٹیا لڑکی ہے آپ نے دیکھا نا، کس طرح اس نے مجھے پکڑ رکھا تھا۔" عارم کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ اس کے دل میں خنجر کی طرح اتر رہا تھا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن زبان گنگ ہو چکی تھی زارا بیگم نے آگے بڑھ کر اس کے گالوں پہ تھپڑ رسید کر دیا۔

"بے شرم بے حیا، شرم نہیں آتی تمہیں یہ سب کرتے ہوئے جس گھر میں رہ رہی ہو اسی گھر کے لڑکے کے ساتھ بدکاری کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔"

زارا بیگم اسے گالیاں دے رہی تھیں، وہ انہیں نہیں اپنی محبت کا جنازہ دیکھ رہی تھی وہ سامنے

کھڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس کے لیے وہ اپنا سب کچھ چھوڑ آئی تھی۔

"نہیں نہیں آنٹی یہ یہ سب جھوٹ ہے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا عارم جھوٹ بول رہا ہے۔" اس نے روتے ہوئے زارا بیگم کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"خبر دار جو مزید بکواس کی تو میں تمہارا ناپاک وجود ایک پل بھی اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتی نکل جاؤ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ میرے گھر سے۔" زارا بیگم غصے سے چلائیں۔

"آنٹی میں خدا کی قسم کھاتی ہوں یہ جھوٹ بول رہا ہے میں ایسی لڑکی نہیں ہوں خدا گواہ ہے آنٹی میرا یقین کریں۔" وہ زارا بیگم کے سامنے گڑ گڑا کر انہیں اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی۔

"جو لڑکی اتنا سب کر سکتی ہے وہ خدا کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتی ہے اس لیے میرے سامنے مزید بکواس مت کرو میں نے کہا نکل جاؤ میرے گھر سے۔ اپنے گھر میں کسی بھی وحشیا لڑکی کو برداشت نہیں کر سکتی سنا تم نے لڑکی۔" اس بار وہ زور سے چلائیں۔

اس کے کانوں میں ایک ہی لفظ گونجنے لگا۔

وحشیا وحشیا وحشیا وحشیا وحشیا

یہی سننا باقی تھا اب محبت میں یہ رسوائی یہ ذلت بھی سہنا تھا اسے۔

عارم جو اس سب کا ذمہ دار تھا جو گناہ گار تھا وہ چہرے پہ معصومیت سجائے دور کھڑا ایک تماشائی کی طرح تماشا دیکھ رہا تھا اس کی بے بسی کا شور سن کر غزالہ پھپھو اور سمرہ بھی اندر آ گئیں۔

"کیا ہوا بھابھی؟" غزالہ پھپھو نے اندر آتے ہی تشویش سے پوچھا سمرہ بھی حیرانی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

"ہونا کیا ہے غزالہ بہن، اس وحشیا لڑکی کے کاموں کو دیکھیں جس تھالی میں کھاتی ہے اسی میں چھید کر رہی ہے یہ حرام زادی ہمارے عارم پہ ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی یہ بدکردار۔" زارا بیگم نے دانت پیستے ہوئے غزالہ پھپھو کو آنکھوں دیکھی سچائی سنائی لیکن اصل سچ سے تو وہ خود بھی انجان تھیں، انہیں کیا پتا تھا ان کا وہ لاڈلہ بیٹا جو معصومیت کی ڈھونگ رچائے ہوئے ہے وہ کتنی گھٹیا فطرت کا مالک ہے۔

"توبہ توبہ بھئی آج کل کی لڑکیوں سے اللہ بچائے ایسی واحیات لڑکیاں تو فلموں میں بھی نہیں ہوتیں۔" بھابھی غزالہ پھپھو نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔

"چلو اٹھو شاباش اور اپنی منحوس شکل لے کر یہاں سے دور چلی جاؤ۔"

"آنٹی جی میں اتنی رات کو کہاں جاؤں پلیز ساحل کو آجانے دیں۔ اس کے آنے کے بعد میں چلی جاؤں گی پلیز ایک بار ساحل کو آجانے دیں۔" وہ زارا بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ان سے التجا کرنے لگیں۔

"اپنی گندی زبان سے میرے بیٹے کا نام بھی نہ لو، وہ تھوکتا بھی نہیں تم جیسی واحیات لڑکیوں پر، اے لڑکی سنائی نہیں دے رہا میں نے کیا کہا؟ میرے گھر سے نکل جاؤ ابھی کے ابھی میں تمہارا وجود ایک پل کے لیے بھی اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتی، جو کرنا ہے باہر جا کر کرو یہ سر عام کوٹھہ کھول لو نکلو

میرے گھر سے۔"

کوٹھہ کوٹھہ کوٹھہ کوٹھہ اس نے بے ساختہ روتے ہوئے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی، ڈھیٹ بن کر وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگ کر بیٹھ گئی۔

زارا بیگم غصے سے آگے بڑھیں اور گھسیٹتے ہوئے اسے کمرے سے باہر کے جانے لگیں وہ روتی رہی ان سے التجا کرتی رہی مگر انہوں نے نہیں سنا وہ اس گھسیٹتے ہوئے گھر کے دروازے تک لے آئیں اور پھر دھکا دے کر اسے گھر سے باہر نکال دیا۔

"بے غیرت لڑکی اب دوبارہ میرے گھر کے آس پاس بھی مت نظر آنا دفعہ ہو جاؤ یہاں سے بدکار لڑکی۔" زارا بیگم نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔

"ہاں ہوں میں بدکار لیکن آپ کا بیٹا بھی کوئی دودھ کا دھلا نہیں ہے پوچھو اپنے بیٹے سے اس کے کردار کے بارے میں سوال کریں اس سے اس کی پارسائی کے بارے میں آنٹی آپ اپنے بیٹے کو اچھی تربیت نہیں دے سکیں آپ نے اپنے بیٹے کو عورتوں کی عزت کرنا نہیں سکھائی آپ مجھ سے سوال کر رہی ہیں ایک بار اپنے بیٹے سے بھی سوال کریں۔" اس نے بھی چلا کر جواب دیا ہر لحاظ ہر اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر۔

"بہت جلدی دکھا دیا تم نے اپنا رنگ لڑکی اب دوبارہ اس گھر کے سامنے نگاہ اٹھا کر بھی مت دیکھنا

سمجھی ورنہ تمہاری آنکھیں نکال لوں گی۔" زارا بیگم نے چلاتے ہوئے وہ بڑا لکڑی کا دروازہ بند کر دیا اور وہ روتے ہوئے وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گئی اور زور زور سے دروازہ بجانے لگی۔

بہت خوب نبھا رہے تھے یہ لوگ مہمان نوازی۔

وہ کیا کرتی کہاں جاتی اتنی رات کو کون محافظ تھا اس کا اتنی بڑی دنیا میں کون سا آشیانہ بچا تھا ایک چھت ایک پناہ گناہ جو اسے نظر آئی وہ بھی اس سے چھین لیا گیا تھا رات کی تاریکی مکمل طور پر پھیل چکی تھی سبھی اندر اے سی چلائے گرمی کو دور کر رہے ہوں گے کسے پرواہ تھی ایمان علی کی، کون ایمان علی کہاں کی ایمان علی۔ جب اس نے خود اپنے لیے ہر راستہ بند کر دیا تو اور کوئی کیا اس کی مدد کرتا اور کون اس کا ساتھ دیتا۔

پرندے بھی رات کو اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے اور اتنی رات کو اسے گھر سے بے گھر کر دیا گیا تھا اتنی بڑے گھر میں اسے ایک رات گزارنے کی بھی اجازت نہیں ملی، یہی اوقات باقی رہ گئی تھی اب ایمان علی کی، اسے اب بدکردار بے حیا اور وحشیا جیسے القاب سے نوازا گیا تھا اس کی عزت اس کی عصمت کی یہی اوقات تھی۔

محبتوں کا یہ سفر اس کے لیے ذلت کا باعث بنی۔

محبت کے اس پھول نے اس کی زندگی میں قدم قدم پہ کانٹے بچھائے۔

وہ محبت میں دھوکہ کھا گئی محبت نے ہی اسے حد سے زیادہ درد دیا۔ محبت ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا گناہ بن گئی۔ محبت ہی اس کی طاقت محبت نے ہی اسے توڑ دیا۔

دو راتوں میں وہ زندگی کے کئی روپ دیکھ چکی تھی دو راتوں میں ہی وہ انسانوں کے مختلف روپ دیکھ چکی تھی صرف دو راتوں میں ہی وہ زندگی کے ہر تجربات سے گزر یکل کی رات اس کی محبت کا جنازہ اٹھا تھا اور آج کی رات اس کی عزت کا جنازہ اٹھا تھا اور ان دونوں جنازوں کا قاتل دونوں کا مجرم وہی ایک انسان تھا جو اس کی محبت تھا جو اس کی زندگی تھا جس پہ اسے سب زیادہ بھروسہ تھا۔

اسی نے اس کا بھروسہ توڑا اس نے اسے ٹھکرا دیا اسی نے ہی تو اس کی عزت پہ اتنا بڑا داغ لگایا اس کی زندگی اس کی عصمت پہ داغ لگانے والا کوئی اور نہیں تھا وہی تھا جسے وہ اپنی عزت کا محافظ سمجھتی تھی وہ وہی تھا جو اس کا رکھوالا تھا وہ اس کی عزت کو سر عام اچھال رہا تھا وہی اس کی عزت نیلام کر رہا تھا روتے روتے کتنے پل یونہی بیت گئے ساحل وہ کہاں تھا آج؟ کیوں اتنی دیر لگا رہا تھا آفس سے کیوں نہیں آتا وہ آکر دیکھتا اپنے بھائی کے رنگ جس نے اس کی زندگی میں آگ لگا دی، موبائل اس کے ہاتھوں میں تھا اس نے تیزی سے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ ڈالے اور جلدی جلدی ساحل کا نمبر ملانے لگی۔

اس کے نمبر پہ کال جا رہی تھی اس کے چہرے پہ اچانک روشنی آگئی لیکن وہ کال اٹھانے والا پتا نہیں کہاں مصروف تھا جو اس کی کال اٹینڈ نہیں کر رہا تھا اس نے پھر سے ٹرائی کیا اس بار بھی مایوس ہوئی دو

وہ محبت میں دھوکہ کھا گئی محبت نے ہی اسے حد سے زیادہ درد دیا۔ محبت ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا گناہ بن گئی۔ محبت ہی اس کی طاقت محبت نے ہی اسے توڑ دیا۔

دو راتوں میں وہ زندگی کے کئی روپ دیکھ چکی تھی دو راتوں میں ہی وہ انسانوں کے مختلف روپ دیکھ چکی تھی صرف دو راتوں میں ہی وہ زندگی کے ہر تجربات سے گزر یکل کی رات اس کی محبت کا جنازہ اٹھا تھا اور آج کی رات اس کی عزت کا جنازہ اٹھا تھا اور ان دونوں جنازوں کا قاتل دونوں کا مجرم وہی ایک انسان تھا جو اس کی محبت تھا جو اس کی زندگی تھا جس پہ اسے سب زیادہ بھروسہ تھا۔

اسی نے اس کا بھروسہ توڑا اس نے اسے ٹھکرا دیا اسی نے ہی تو اس کی عزت پہ اتنا بڑا داغ لگایا اس کی زندگی اس کی عصمت پہ داغ لگانے والا کوئی اور نہیں تھا وہی تھا جسے وہ اپنی عزت کا محافظ سمجھتی تھی وہ وہی تھا جو اس کا رکھوالا تھا وہ اس کی عزت کو سر عام اچھال رہا تھا وہی اس کی عزت نیلام کر رہا تھا روتے روتے کتنے پل یونہی بیت گئے ساحل وہ کہاں تھا آج؟ کیوں اتنی دیر لگا رہا تھا آفس سے کیوں نہیں آتا وہ آکر دیکھتا اپنے بھائی کے رنگ جس نے اس کی زندگی میں آگ لگا دی، موبائل اس کے ہاتھوں میں تھا اس نے تیزی سے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ ڈالے اور جلدی جلدی ساحل کا نمبر ملانے لگی۔

اس کے نمبر پہ کال جا رہی تھی اس کے چہرے پہ اچانک روشنی آگئی لیکن وہ کال اٹھانے والا پتا نہیں کہاں مصروف تھا جو اس کی کال اٹینڈ نہیں کر رہا تھا اس نے پھر سے ٹرائی کیا اس بار بھی مایوس ہوئی دو

تین چار، دس، وہ اسے پورے چالیس کال کر چکی تھی مگر ادھر سے اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا کچھ سوچ کر وہ جلدی جلدی میسج ٹائپ کرنے لگی۔ اس نے دو تین میسج لکھ کر اسے سینڈ کیے اس کے آنسو موبائل پہ گر رہے تھے اسے پتا نہیں چل رہا تھا وہ کیا لکھ رہی ہے اسے موبائل کی اسکرین صاف نظر نہیں آرہی تھی مگر اسے لکھنا تھا اسے وہ میسج ہر صورت ساحل تک پہنچانا تھا شاید وہی اس کی مدد کرتا۔

کل رات بھی اسی نے ہی تو اس کی مدد کی تھی آج بھی شاید وہ اسے تحفظ دے اتنی رات کو اچانک وہ کسی سائبان کی طرح نمودار ہو جائے جو آکر اسے تنہا ہونے سے بچالے ورنہ وہ کہاں جائے گی رسوائی اور ذلت کا یہ داغ لے کر سڑکوں پہ چلتے پھرتے وہ آوارہ قسم کے لڑکوں ان کی نظروں میں اس کی عزت کی قیمت کیا ہو گی۔ وہ تو ایک پل میں ہی اس کی ساری عصمت کچل ڈالیں گے۔

اس نے ایک امید کے ساتھ ایک بار پھر وہ لکڑی کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ زور زور سے وہ دروازہ پیٹنے لگی حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں درد ہونے لگا۔

"سمرہ آنٹی جی پلیز دروازہ کھولیں، میرا یقین کریں، خدا کے لیے عارم ایسا مت کرو میں کہاں جاؤں گی اتنی رات کو پلیز مجھے اندر آجانے دیں۔"

اچانک اس کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ لکڑی کا دروازہ کھلا عارم چہرے پہ حقارت لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم ابھی تک یہیں ہو تمہیں مما نے کہا تھا ناں نکل جاؤ یہاں سے گیٹ لاسٹ۔"

عارم نے انگلی سے باہر کا راستہ اسے دکھایا۔

"عارم پلیز ایسا مت کرو۔ کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا؟ کون سی دشمنی نبھا رہے ہو؟ مجھے آج کی رات اندر آجانے دو صبح ہوتے ہی میں تمہارے گھر سے بہت دور چلی جاؤں گی۔" وہ عارم کے قدموں میں گر گئی۔

"میں نے جو کہا وہ سنا نہیں تم نے نکل جاؤ میرے گھر سے ایک رات تو کیا میں تمہیں یہاں مزید ایک سکینڈ بھی نہیں برداشت کر سکتا مجھے چیلنج کرنے چلی تھی محترمہ اب خود ایسے منہ کے بل گری ہو پھر کبھی کھڑی ہی نہیں ہو پاؤ گی دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

"عارم نہیں ایسا مت کہو رحم کرو مجھ پہ، اتنی رات کو میں اکیلی لڑکی کہاں جاؤں گی ساحل کو آجانے دیں، وہی مجھے چھوڑ آئے گا پلیز۔" وہ گڑگڑا کر اس ایک رات پناہ کی بھیک مانگ رہی تھی عارم جواباً یوں ہنسا جیسے اس نے کوئی بچکانی بات کر دی ہو۔

"ساحل ہاہاہاہاہا ساحل سٹوپڈ لڑکی تمہیں لگتا ہے ساحل تمہارا یقین کرے گا ہاہاہاہاہا وہ میرا بھائی ہے وہ تھوکے گا بھی نہیں تم پہ سمجھی کیا رشتہ ہے تمہارا ساتھ کب سے جانتی ہو اسے ہاہاہاہاہا۔" وہ کچھ نہ بول سکی۔

واقعی وہ کب سے جانتی تھی ساحل کو؟ ساحل اس کے اور اس کے بھائی کے مقابلے میں اس کی انتخاب کیوں کرے گا وہ اس کا ساتھ کیوں دے گا اس کی وہ کیا لگتی ہے؟ اس نے صرف ایک رات اس کے ساتھ ہمدردی کی وہ کیوں نبھائے گا اس کا ساتھ جب اس کا اپنا پیار اس کی زندگی اسے بے گھر کر رہا ہے

تو وہ کیوں سہارا دے گا اسے؟

"گیٹ لاسٹ ایمان۔" وہ دھاڑا وہ اس کے قدموں میں بے جان پڑی تھی عارم نے گھسیٹ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کھینچتے ہوئے گھر سے باہر لے کر جانے لگا وہ بے جان سی وجود اتنے بھاری ہاتھ کو کیسے چھڑا سکتی تھی وہ اتنی ٹوٹ گئی کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی اس نے بالکل سڑک پہ لا کر اسے دھکا دے دیا اور وہ مردوں کی طرح بے جان سڑک پہ لڑھک گئی وہ اس کے چہرے کو دیکھنے لگی جس پہ نفرت ہی نفرت تھی کبھی وہ اس سے شدید محبت کا دعویٰ کرتا تھا۔

وہ پتا نہیں غصے سے چلاتے ہوئے کچھ اور بھی کہہ رہا تھا وہ نہیں سن پائی ساری آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا گھر کے اندر داخل ہو گیا وہ یونہی کئی پل وہیں سڑک پہ بے سدھ پڑی رہی۔

یہ دوریوں کا سفر اکیلے کیسے کروں______

عجیب دکھ ہیں میرے جلائے دھوپ مجھے______

نہ سایہ ساتھ رہے وہ آہٹوں کی صدا______

جو دے رہی ہے پتا وہاں تو کوئی نہیں______

وہ سب کی آہ میں جو کوئی کر نہ سکا____

ہوئے بدنام بہت پھر بھی چاہا ہے تمہیں____

تم کو احساس نہیں کل میرے پاس تھے سب__

اب کوئی پاس نہیں زندگی راس نہیں_________

وقت کی سوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی اس سنسان سڑک پہ کوئی نہیں آنے والا تھا جو اس کی حفاظت کرتا کوئی ایسا نہیں تھا جو اسے آسرا دیتا سہارا دیتا کل رات بھی وہ اتنی ہی مجبور تھی آج پھر سے وہ رات اس کی زندگی میں آگئی۔وہ کالی رات اتنی آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والی تھی۔

والدین کی محبت کا قرض تھا اس پہ اور وہ قرض سود سمیت وصول کیا جا رہا تھا وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اٹھی اور چاروں طرف نگاہ دوڑا کر کسی سائبان کو ڈھونڈنے لگی لیکن سڑک ویران تھی بالکل اس کی زندگی کی طرح،وہی سنسان سڑک وہی ایمان علی وہ تنہائی وہی کٹھن راستے اور اور کچھ نہیں تھا اس نے ایک بار اپنے ہاتھوں میں موجود موبائل کو دیکھا دل اب بھی گواہی دے رہا تھا وہ اس کا ساتھ دے گا وہ اسے اس طرح بے آبرو نہیں ہونے دے گا بھلے ہی اس کا ساحل کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن دل پل پل یہی گواہی دے رہا تھا وہ آئے گا وہ آئے گا اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے کا سلسلہ شروع کیا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

شاید اسے بتا دیا گیا ہو ہو گا کہ اس کی مہمان ایک بدکردار لڑکی ہے اور وہ وہ کیوں یقین کرے گا اس پہ وہ تو اپنے بھائی اپنی مما پہ یقین کرے گا اس نے غصے سے وہ موبائل سڑک پہ پھینک دیا اور قدموں کو مضبوط کر کے چلنے لگی اسے خود ہی کوئی راستہ ڈھونڈنا تھا خود ہی اپنا محافظ بننا تھا۔

یہ زندگی اس کے لیے نہیں ہے اس دھوکے باز دنیا میں مزید نہیں جی سکتی اسے مرنا ہو گا اسے مرنا ہی ہو گا وہ لڑکی اس اندھیری رات میں انسانیت پر سے بھروسہ کھو رہی تھی وہ رشتوں پر سے بھروسہ کھو

رہی تھی وہ مردوں پر سے بھروسہ کھونے لگی تھی وہ اکیلی بے بس مجبور لڑکی محبت پر سے بھروسہ کھو رہی تھی۔

########################

ساحل نے پورچ میں گاڑی کھڑی کی اور بیگ نکال کر اندر گھر کی طرف چل پڑا وہ اکیلا نہیں تھا پاپا بھی اس کے ساتھ تھے وہ اندر داخل ہوتے ہی اپنے کمرے میں چلے گئے جبکہ وہ تھکن اتارنے کے لیے لاونج میں رکھے صوفے پہ ہی بیٹھ گیا۔ آج وہ بہت تھک چکا تھا آفس میں ایک ضروری میٹنگ تھی اور کام بھی معمول سے زیادہ تھا وہ یونہی لاپروائی سے ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔

سمرہ بھی ہاتھوں میں کوئی کتاب لیے اس کے برابر والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"کیابات ہے چڑیل کے چہرے پہ یہ بارہ کیوں بجے ہیں بھئی؟" اس نے سمرہ کے چہرے پہ سنجیدگی کو دیکھ کر سوال کیا مگر وہ تب بھی کچھ نہیں بولی بس کتاب کے اوراق پلٹنے لگی وہ حیران ہوا کیونکہ سمرہ خود کو چڑیل کہے جانے پہ ہمیشہ اس سے ناراض ہوتی اور اس سے لڑتی بھی تھی پہلی بار وہ لڑنے کی بجائے سنجیدہ تھی وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔

Every Thing is ok?

"تم ٹھیک تو ہو ناں سمرہ؟" اس نے تشویش سے پوچھا سمرہ کچھ نہیں بولی اس نے وہ کتاب میز پہ رکھ دی اور خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے یہ منہ کیوں پھلا کر رکھا ہے اور میری مہمان کے کیا حال چال ہیں اسے کچھ کھانے وانے کو دیا یا نہیں؟" ساحل نے اٹھتے ہوئے پوچھا وہ ایمان کے کمرے کی طرف ہی جا رہا تھا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔" سمرہ نے پیچھے سے آواز دی اس کے قدم رک گئے اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

"یہاں نہیں تو کہاں ہے؟"

"وہ چلی گئی۔" سمرہ نے سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب دیا۔

"چلی گئی؟ لیکن کہاں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

'مامی نے اور عارم نے اسے گھر سے باہر نکال دیا ہے۔" اب اسے شاک لگا وہ جھٹکا کھا کر سمرہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور سمرہ نے اسے ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا وہ جیسے بے جان ہو کر صوفے پہ گر گیا اور سر تھام لیا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ جیسے اپنے آپ سے مخاطب تھا۔

"ایسا ہی ہوا ہے ساحل میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" پیچھے سے زارا بیگم کی آواز وہ دونوں چونک کر کھڑے ہو گئے۔

"مما وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" اس نے جیسے زارا بیگم کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"وہ ایسا کر چکی ہے ساحل میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ایک بد کردار لڑکی ہے کہاں سے اٹھا

کر لائے ہو اسے یہ تو اچھا ہوا تمہارے پاپا وہاں موجود نہیں تھے ورنہ اس کے ساتھ ساتھ تمہاری بھی جان لے لیتے۔" زارا بیگم نے غصے سے کہا۔

مما میرا دل نہیں مانتا ضرور آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ ایسی لڑکی بالکل بھی،،،،،" زارا بیگم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے عارم پہ بھروسہ نہیں ہے اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر تم مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ تمہیں لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ تمہیں اپنی ماں اپنے بھائی پہ یقین نہیں اور اس اجنبی لڑکی پہ بھروسہ ہے کیا جانتے ہو اس کے بارے میں کب سے جانتے ہو؟"

"آئم سوری مما میرا مطلب یہ،،" زارا بیگم کچھ سننے سے پہلے ہی وہاں سے چلی گئیں اور سمرہ بھی اپنے کمرے میں چلی گئی وہ ایک بار پھر بے بسی سے اپنا سر تھام کر بیٹھ گیا۔

"نہیں نہیں نہیں وہ لڑکی ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتی وہ لاکھ منہ پھٹ لاکھ بدتمیز سہی لیکن وہ بدکردار نہیں ہو سکتی۔ انسانوں کو سمجھنے میں وہ کبھی غلطی نہیں کرتا اس لڑکی کو وہ پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا وہ تھوڑی جذباتی اور پگلی ضرور ہے لیکن جس بات کا اس پہ الزام لگایا جا رہا ہے وہ ایسی ہرگز نہیں ہے وہ اپنے دل کے ساتھ جنگ کرنے میں لگا ہوا تھا کچھ پل وہ یونہی صوفے پہ بیٹھا رہا پھر کچھ سوچ کر وہ گھر سے باہر نکل کر پورچ میں آیا وہاں گاڑی کھڑی تھی اس نے آس پاس دیکھا کچھ دیر پہلے اسی دروازے سے اسے نکالا گیا ہو گا وہ شاید روتی رہی ہو گی یا پھر وہ کہاں گئی ہو گی وہ کہاں جا سکتی ہے اس کا کون تھا اس دنیا میں اس کل رات اس لڑکی کی کہی ایک بات یاد آئی۔

"میں کہاں جا سکتی ہوں؟ اس لڑکی کا درد آپ سمجھ سکتے ہیں جسے زمین اپنانے سے انکار کر دے جسے آسمانوں اپنی بانہوں میں نہ سمیٹے۔" وہ کتنی بے بس کتنی مجبور کتنی لاچار لگ رہی تھی اس کا تو کوئی نہیں تھا وہ کہاں گئی ہو گی کہیں وہ پھر سے خودکشی کی کوشش نہ کرے یہ سوچ آتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ گیا اس نے دس سیکنڈز میں ہی گاڑی روڈ پہ لگا دی وہ نہیں جانتا تھا وہ کس طرف گئی ہو گی مگر کچھ سوچ کر اس نے گاڑی دائیں طرف موڑ دی دل میں ہزار طرح کے وسوسے اور خیالات آرہے تھے اس لڑکی نے اس کے آنے کا انتظار کیوں نہیں کیا یا پھر اس نے موبائل پہ رابطہ کیوں نہیں کیا وہ اسے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتی تھی وہ کم از کم ایک میسج تو کر سکتی تھی مگر اس نے۔

اچانک اس نے بڑی تیزی سے بریک لگا دی دل بری طرح دھڑکنے لگا اسے یاد آیا اس کا موبائل تو سیلنٹ پہ تھا میٹنگ کے دوران اس نے موبائل کو سیلینٹ پہ لگا دیا تھا اور اس کے بعد اس موبائل یاد ہی نہیں رہا اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ جیب سے موبائل نکالا اور سکرین کو اپنے سامنے کیا۔

تب اسے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی گاڑی زمین کے اندر دھنس گئی ہو اور اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں، اس لڑکی نے ایک سو سولہ کالز کیے اور چار میسجز اس نے حیرت اور صدمے سے گاڑی کی پشت پہ ٹیک لگا دی بڑے وقفے کے بعد اس نے سب سے پہلے والا میسج پڑھنا شروع کیا۔

Sahil please Come Back, me bohat mushkil me hon Sahil Ap he meri help kr sakty ho. Ap k Bhai aur ami ne mujhe Ghar se nikal dia

Hime ap ka wait kr rahi hon Jaldi aien pleasemery paas koi rasta koi manzil nh haipata nh kahan jaon meap ne pehly b 1 bar mujhe sahara dia tha isi umed k sath ap ko msg kr rhi honaap ghar aa Jaien pher me ap ko sub bataon gimeri koi ghalti nh haiap bs jaldi aa jaienis se pehly k me toot jaon please Please please please

موبائل اس کے ہاتھوں سے گر گیا باقی میسجیز پڑھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی، اس نے جلدی جلدی ایک بار پھر گاڑی اسٹارٹ کی اور بے تابی سے گاڑی چلاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اسے ایسا لگا جیسے کوئی بہت قیمتی شے اچانک کھو گئی ہو اچانک آسمان پہ بادلوں نے بھی گرجنا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی پل میں وہ برسنا بھی شروع ہو گئے۔

وہ کہاں ہو گی؟

یہی ایک سوال بار بار اس کے ذہن میں گونج رہا تھا وہ جانتا تھا وہ بے گناہ ہے اس نے کچھ نہیں کیا ضرور کوئی نہ کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی لیکن اس طرح وہ چلی کیوں گئی اور کہاں گئی بڑی مسافت طے کر چکا تھا مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں تھا آدھی رات ہو چکی تھی سڑک پہ اس کی گاڑی کے علاوہ دوسری کوئی گاڑی نہ تھی بے چینی سے اس نے گاڑی کو بائیں جانب موڑا موہ سڑک پہ کم آس پاس زیادہ دیکھ رہا تھا گھبراہٹ کے مارے اسے بار بار پسینہ آ رہا تھا بارش بھی تیز ہو گئی اچانک دور سے اسے ایک ہیولہ

دکھائی دیا وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آگے جا رہا تھا وہ بے تابی سے گاڑی موڑ کر اس کی طرف گیا پاس ہونے پہ پتا چلا وہ کوئی لڑکی ہے وہ بے تابی سے اترا اور سیدھا جا کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اس لڑکی نے حیرت سے سر اوپر اٹھایا اور وہ اسے پہچان گیا۔

وہ ہی تھی وہ ایمان علی تھی اسے دیکھ کر اس کے منہ سے ایک چیخ بر آمد ہوئی وہ زیادہ خوش تھا یا وہ لڑکی؟ اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا وہ روتے ہوئے بے اختیاری سی کیفیت میں اس کے گلے لگ گئی۔

وہ حیران ہوا وہ اب اس کے سینے پہ سر رکھے رو رہی تھی، اس نے اپنے ہاتھوں کا گھیرا ڈالا اور اس لڑکی کو اپنی بانہوں میں چھپا لیا تیز بارش ہو رہی تھی لیکن وہ دونوں بارش سے بے خبر تھے کئی پل یونہی وہ اس کے سینے سے لگی روتی رہی، پھر اچانک اسے خود ہی اپنی بے اختیاری سی کیفیت کا احساس ہوا اور وہ روتے ہوئے اس سے الگ ہو گئی اور تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کہاں چلے گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ دیکھا ناں میں کتنی اکیلی ہو گئی۔" اب وہ اس کے گریبان کو پکڑ کر اسے جھنجوڑ رہی تھی، وہ کچھ نہیں بولا۔

"میں نے کتنے کالز کیے، کتنے میسجز کیے، جواب کیوں نہیں دیا تم نے؟ اس طرح کوئی کرتا ہے اس اجنبی شہر میں مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ بتایا تھا ناں میں نے تمہیں میرے پاس کوئی سہارا نہیں ہے تم نے کہا تھا اب تم میری ذمہ داری ہو یہ زمہ داری نبھائی تم نے میں کتنی دیر تک تمہارا انتظار کرتی رہی، کیوں نہیں آئے؟" وہ اب روتے ہوئے اس کے سینے پہ مکے مار رہی تھی۔ اس نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور اسے کار میں بٹھا دیا اور خود بھی جا کر اس کے برابر بیٹھ گیا بارش

کی وجہ سے وہ دونوں بھیگے ہوئے تھے۔

"آپ وہاں سے چلی کیوں آئیں؟وہیں انتظار کرتی میرا میں آجاتا موبائل میرا اسلینٹ پہ تھا اس لیے آپ کا کوئی ایس ایم ایس اور کالز نہیں اٹینڈ کر سکا لیکن آپ کو میرا انتظار تو کرنا چاہیے تھا میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا اتنی آسانی سے آپ کو کیسے تنہا کر سکتا تھا آپ کو مجھ پہ بھروسہ کرنا چاہیے تھا۔"

ایمان نے بڑی زہریلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اور کیا کرتی میں کہاں جاتی؟تمہارے گھر والوں نے دھکے مار کر مجھے گھر سے باہر نکال دیا تھا میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا اتنی رات کو سڑک پہ تمہارا انتظار کیسے کرتی اور آپ نے بھی کوئی جواب نہیں دیا سب ایمان سے نفرت کرتے ہیں، کوئی نہیں ہے جو ایمان کو سہارا دے۔"وہ سسکیوں کے درمیان بولی۔

"اوکے آئم سوری میری غلطی ہے اب پلیز مجھے معاف کر دو اور مجھ سے ناراض مت ہو یار میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا یہ سب سوری۔"وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے بولا۔

"میرا کوئی قصور نہیں تھا میں خدا کی قسم کھاتی ہوں میں نے کچھ غلط نہیں کیا میں بے گناہ ہوں، آپ میرا یقین کریں آپ کو پتا ہے میرے ساتھ کیا ہوا؟"

میں آپ کو سب سچ بتاتی ہوں آپ"

ساحل نے اس کے ہونٹوں پہ اپنی انگلی رکھ دی۔

"تمہیں کچھ بتانے کی یا مجھے یقین دلانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے کچھ نہیں جاننا اور میں جانتا ہوں

آپ بے گناہ ہو میں انسانوں کے چہرے پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہوں اس لیے اتنی رات کو اس بارش میں آپ کی مدد کے لیے آگیا۔" وہ سنجیدگی سے بولا اس کی آنکھوں میں سچائی ہی سچائی تھی وہ بڑے غور سے اسے دیکھنے لگی، کس قسم کا انسان تھا یہ اور کس قسم کا انسان تھا عارم دونوں بھائی ہیں سگے بھائی ایک ہی خون ہے دونوں کا لیکن کتنا فرق ہے دونوں میں ایک بھائی زخم دیتا ہے تو دوسرا اس زخم کی مرہم پٹی کرتا ہے ایک بے آسرا بے آبرو کر دیتا ہے تو دوسرا اسے چھت دیئے اس کا سہارا بننے آ جاتا ہے کتنی بڑی غلطی کر گئی وہ انسانوں کو سمجھنے میں

میرے خوابوں کا ایک ہو وہ جہاں_____

میں ہوں ساجن اور تم ہو وہاں_______

تم رہنا ایسے بن کے آسماں______

تم سنگ چلنا میں جاوں جہاں________

وہ اٹھ کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر بیٹھ گیا اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا اور بیک ویو مرر سے بار بار اسے دیکھنے لگا وہ اس سے بے نیاز سر ٹیکے آنکھیں بند کی ہوئی تھی۔

"اف یہ ظالم محبت روتے ہوئے اس کے منہ سے سسکاری نکلی، جو ساحل نے بھی سن لی۔

"محبت؟" اس نے زیر لب اس لفظ کو دہرایا وہ اسے ہی دیکھنے لگی۔

"محبت کیا ہے؟" اس نے بیک ویو مرر سے ایمان کو دیکھتے ہوئے سوال کیا اس کے ہونٹوں پہ ایک زخمی مسکراہٹ آئی۔

"محبت ایک امتحان ہے دلوں کا امتحان انسانوں کا امتحان ہار جیت کا امتحان محبت وہ پل صراط ہے جسے پہ الٹے پاؤں چلنا پڑتا ہے محبت آگ کا دریا ہے۔" وہ مدھم مگر ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اچھا یہ محبت ہمیشہ ہار کیوں جاتی ہے محبت کبھی اپنے آپ میں پاس کیوں نہیں ہوتی محبت ہمیشہ ڈگمگا کیوں جاتی ہے؟" ساحل نے سوال کیا۔

"محبت نہیں ڈگمگاتی محبت کرنے والے ڈگمگا جاتے ہیں اور محبت کبھی فیل نہیں ہوتی ہمیشہ محبت کرنے والے ہی فیل ہو جاتے ہیں۔"

"اور محبت کرنے والے کیوں فیل ہو جاتے ہیں" ساحل نے دلچسپی سے پوچھا۔

کیونکہ وہ اپنی محبت میں کبھی کامل نہیں ہوتے وہ محبت کا ایک کھیل ایک مذاق سمجھنے لگتے ہیں، محبت محبت ہے محبت میں کبھی ہار جیت نہیں ہوتی، محبت اگر مکمل ہو جائے تب بھی محبت ہے اور نامکمل ہو تب بھی محبت ہے۔" وہ مری ہوئی آواز کے ساتھ بولی۔

"ہو سکتا ہے جس سے آپ محبت کرتی ہوں اس کی محبت میں سچائی نہ ہو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے آپ کی محبت میں ہی سچائی نہ ہو۔"

ایمان نے بڑی عجیب اور زخمی نگاہوں سے ساحل کو دیکھا۔

"میری محبت میں سچائی کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ میں اس کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ آئی ہوں اور یہ محبت ہی تو ہے جس کے لیے میں اتنا خوار ہو رہی ہوں۔" وہ ایک بار پھر رونے لگی

وہ اسے روتا دیکھ کر گھبرا گیا اور اچانک گاڑی کو بریک لگا دی۔

"ارے ارے یار پھر سے رونے لگی ہو اب بس بھی کرو پتا نہیں اتنا پانی تمہاری آنکھوں میں کیسے آ جاتا ہے۔" وہ اسے ٹشو دیتے ہوئے بولا-

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟ میں واپس اس گھر میں نہیں جاؤں گی۔" وہ ٹشو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی-

"آپ کو اس گھر میں کون لے کر جا رہا ہے محترمہ آپ ٹینشن نہ لو مجھ پہ بھروسہ کرو۔"

وہ جواباً کچھ نہیں بولی-

"بھوک لگی ہے؟" وہ ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا اس نے سر اثبات میں ہلا دیا-

"اوکے تو آپ یہیں بیٹھیں میں ابھی کچھ کھانے کو لاتا ہوں -" وہ جب جانے لگا تو اس نے ڈر کر ساحل کا ہاتھ پکڑ لیا وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا-

"مجھے ڈر لگے گا اکیلے۔" وہ مسکرا دیا-

"ارے ڈرنے کی کیا بات ہے میں دو منٹ میں آیا اور دروازہ لاک کر کے جا رہا ہوں اوکے -" لیکن اس نے ساحل کا ہاتھ نہیں چھوڑا-

"واپس آؤ گے نا آپ چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گے؟" وہ اس کی بے اعتباری پر مسکرا دیا-

"ارے مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے کیا اگر جانا ہی ہوتا تو میں آتا کیوں؟" اس نے ہاتھ چھوڑ دیا وہ جاتے

جاتے کار لاک کر گیا وہ اندر سہمی ہوئی بیٹھی تھی وہ پانچ منٹ بعد کھانا لے آیا اسے بھوک کافی لگی تھی اس لیے وہ بڑی تیزی سے کھانا کھانے لگی کھانے کے بعد وہ دونوں پھر سے اپنے سفر پہ روانہ ہو گئے۔

###################

اس گاڑی پورچ میں کھڑی کی، رات کے دو بج رہے تھے گاڑی لاک کر کے وہ گھر کے اندر جانے لگا ایمان کو وہ ایک اپارٹمنٹ میں چھوڑ آیا تھا جو اس نے کرائے پر لے رکھی تھی جس پہ وہ اکثر بزنس ڈیلنگ والے دوستوں کو ٹھہراتا تھا اتنی رات کو اس کے ذہن میں اور کوئی جگہ نہیں تھی جس پہ وہ ایمان کو لے کر جاتا وہ اسے گھر تو کسی بھی قیمت پہ نہیں لا سکتا تھا گھر میں کیا ہوا تھا یہ تو وہ نہیں جانتا تھا مگر اسے اتنا ضرور معلوم تھا کہ گھر والے اسے دوبارہ یہاں پسند نہیں کریں گے۔

وہ اکیلی اپارٹمنٹ میں ڈر بھی رہی تھی وہ پہلے سے ہی بہت سہمی ہوئی تھی لیکن وہ بھی کیا کرتا اسے بھی گھر تو آنا ہی تھا حالانکہ اس کا دل چاہا وہ وہیں ایمان کے پاس رک جائے لیکن وہ چاہنے کے باوجود بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ بیچاری تو آخری وقت تک منتیں کرتی رہی لیکن اس کے یقین دلانے پہ وہ تھوڑی مطمئن ہو گئی۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اس کی سوچ کے مطابق اتنی رات کو کوئی جاگ نہیں رہا ہو گا مگر اس کی سوچ

غلط ثابت ہوگئی عارم سامنے ہی ہال میں بے چینی کے ساتھ ٹہل رہا تھا اسے اندر آتا دیکھ کر وہ بے تابی سے اس کی طرف بڑھا اور اسی تیزی سے اس نے ایک سوال بھی کیا۔

"آپ کہاں تھے بھیا؟"

وہ اس کے سوال سے زیادہ اس کی بے تابی پہ حیران ہوا۔

"خیریت سب ٹھیک تو ہے ناں؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"ٹھیک ہے لیکن آپ اتنی رات کو کہاں تھے؟"

اب اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔

"میں اپنے ایک دوست کے ہاں گیا تھا۔" وہ نگاہیں چرا کر بولا۔

"آج کل آپ کے دوست کچھ زیادہ ہی نہیں ہو رہے جن سے آپ راتوں کو ملنے جا رہے ہیں بھیا؟"

"کہنا کیا چاہتے ہو عارم صاف صاف کہو۔" وہ اس کے لہجے پہ حیران ہوا۔

"آپ جھوٹ مت بولیں صحیح صحیح بتا دیں آپ کہاں گئے تھے آپ شاید گھر والوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں لیکن مجھے نہیں۔" عارم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"یہ کس طرح بات کر رہے ہو اور مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا ہے؟" وہ اب ذرا سختی سے بولا۔

"اچھا تو بتائیں وہ لڑکی کون تھی؟" نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس سوال کیا۔

"عارم میں بتا چکا ہوں کہ وہ میری دوست کی بیوی تھی اوکے۔" کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا عارم

غصے سے اسے دیکھتا رہ گیا عارم کے چہرے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس نے ساحل کی کسی بات پہ بھی یقین نہیں کیا۔

######################

وہ اس اپارٹمنٹ میں اکیلی تھی، سابقہ واقعات سے وہ کافی ڈری ہوئی تھی اور اس وقت بھی وہ کمرے کا دروازہ وا کر لیٹی ہوئی تھی آنکھوں میں نیند نہیں تھی وہ اپنی زندگی کے پچھلے دو دن یاد کرنے لگی یہ دو دن مطلب اڑتالیس گھنٹے اس کی زندگی میں کتنا بڑا طوفان لے کر آئے، کہاں سے کہاں پہنچ گئی وہ۔

مگر شاید اس سارے سفر میں خدا ہمیشہ اس کے ساتھ تھا تبھی تو وہ ہر وقت اس کی مدد کرنے کو آ جاتا۔

اتنی رات کو بھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی اس نے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملانے لگی کال فوراً ہی رسیو کر لی گئی۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے ساحل کی آواز آئی۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"اچھا تو میں کیا کروں میری نیند کیوں خراب کر رہی ہو آپ؟" وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

"اگر آپ سو رہے ہوتے تو پہلی ہی رنگ پہ کال ریسیو نہیں کرتے۔"

"اچھاواہ بہت انٹیلیجنٹ ہو۔" وہ مسکرادیا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے یہاں اکیلے "۔وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں ہوں ناتمہارے ساتھ ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"اوکے سونا نہیں صبح تک مجھ سے یونہی باتیں کریں۔"

بے اختیار وہ مسکرادیا اس کے دل کو اچانک کچھ ہونے لگا۔

"اب ذمہ داری اٹھائی ہے تو نبھانی تو پڑے گی ہی ناں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

پھر وہ دونوں صبح چھ بجے تک باتیں کرتے رہے۔

####################

ناشتے کی ٹیبل پہ سبھی موجود تھے عارم بڑی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ صاف نظریں چرا گیا عارم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ رات کو گھر سے باہر گیا تھا اور شاید عارم نے یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی ہوگی۔

"ساحل مجھے آج شاپنگ پہ چلنا ہے۔" سمرہ سینڈوچ کھاتی ہوئی بولی۔

"شاپنگ پہ کیوں؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"ارے بھئی تم دونوں کی شادی میں کچھ ہی دن بچے ہیں تو تیاریاں بہت سی کرنی ہے جتنی جلدی ہو سکے اچھا ہے۔"

غزالہ پھپھو بولیں۔

"شادی؟" اس کا موڈ بری طرح خراب ہو گیا وہ سمرہ کے ساتھ بالکل بھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ صرف اس کی بچپن کی دوست تھی، سمرہ کے ساتھ وہ اور کوئی بھی رشتہ نہیں رکھنا چاہتا تھا مگر پھپھو اور پاپا کی مجموعی زبردستی نے اسے یہ فیصلہ لینے پہ مجبور کر دیا۔

"ساحل تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ذارا بیگم بغور اسے دیکھتی ہوئی بولیں۔

"جی مما میں بالکل ٹھیک ہوں اور سمرہ آج میں نہیں آپاؤں گا سوری مجھے ایک فرینڈ کے ہاں جانا ہے تم مما یا پھپھو کے ساتھ چلی جانا۔" سمرہ نے کندھے اچکائے۔

"چلو جلدی ناشتہ ختم کرو ساحل آفس کے لیے پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔"

اکبر صدیقی ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولے۔

"پاپا آپ چلے جائیں، وہ دراصل مجھے اپنے ایک دوست کے ہاں جانا ہے تو میں ذرا لیٹ آؤں گا۔"

"اوکے۔" اکبر اٹھتے ہوئے بولے۔

"کس دوست کے ہاں بھیا؟" عارم نے عجیب انداز میں سوال کیا وہ گڑبڑا گیا۔

"آ آ آصف کے ہاں۔" وہ بھی ناشتے کی ٹیبل سے اٹھ گیا۔

ایک گھنٹے بعد عارم نیچے ڈرائنگ روم میں آیا اور فون سے ایک نمبر ملانے لگا تیسری بیل پہ کال ریسیو کر

لی گئی۔

"اسلام و علیکم آصف بھائی۔"

"وعلیکم السلام ! کیسے ہو عارم؟"

"میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔"

"بالکل ٹھیک ساحل کا سناؤ وہ کیسا ہے؟" آصف نے پوچھا وہ حیران ہوا۔

"بھئی اس کا تو ہم سے زیادہ آپ کو پتا ہے کیونکہ وہ آپ سے ہی تو ملنے آیا ہے۔"

"مجھ سے؟ نہیں تو وہ یہاں تو نہیں آیا۔" آصف حیرانی سے بولا ۔

اس سے دو چار مزید باتیں کرنے کے بعد وہ ایک اور نمبر ملانے لگا۔

#############$#######

صبح صبح ہی ساحل اس کے لیے ناشتہ لے کر آیا تھا اور پھر اسے کمپنی دینے کے لیے اس نے اس کے ساتھ ناشتہ بھی کیا اب وہ واش روم میں تھا وہ ابھی بھی ناشتہ کر رہی تھی۔

اچانک اس کے موبائل کی گھنٹی بجی وہ اپنا موبائل یہیں ٹیبل پہ ہی چھوڑ کر چلا گیا وہ سوچ رہی تھی کیا کرے کال اٹینڈ کرے یا پھر کٹ کردے؟ اندر سے ساحل کی آواز آئی۔

"کال اوکے کرلو آفس سے ہی ہو گا انہیں بتاؤ ساحل بس نکل ہی رہا ہے۔" اس نے ساحل کے مشورے پہ چلتے ہوئے اوکے کا بٹن دبایا یہ دیکھے بنا کہ سکرین پہ نمبر کس کا ہے۔

"ہیلو۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔

"ہیلو۔" دوسری طرف مردانہ آواز گونجی، اس آواز کو وہ لاکھوں آوازوں میں بھی پہچان سکتی تھی اس نے گھبرا کر موبائل دور پھینک دیا اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

##########################

دوپہر کا وقت تھا وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی ساحل ایک گھنٹہ اس کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا پھر وہ چلا گیا اس نے کہا تھا وہ وقفے وقفے سے آتا رہے گا اور ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے فون پہ بھی بات کی تھی۔

وہ بڑے انہماک کے ساتھ انڈین مووی دیکھ رہی تھی، دروازے کی گھنٹی بجی اس نے ریموٹ سائیڈ پہ رکھ دیا اور دروازہ کھولنے چلی گئی دروازہ کھول کر اس نے سامنے جس انسان کو دیکھا وہ اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے انسان کو دیکھ سکتی تھی مگر اسے نہیں اسے لگا اچانک اس کے پاؤں سے زمین کھسکنے لگی ہے۔ آسمان اس کے سر پہ گرنے لگا ہے وہ اس کی بوکھلاہٹ پہ مسکرا رہا تھا وہ صدمے سے کچھ بول

ہی نہیں پا رہی تھی۔

"کیسی ہیں محترمہ ایمان صاحبہ؟" وہ سفاکی سے ہنسا جبکہ وہ ابھی بھی صدمے میں تھی۔

"ارے بھئی مراقبے سے باہر آؤ دیکھو مجھے میں تمہارے بالکل سامنے کھڑا ہوں تمہیں کیا لگا کہ دنیا اتنی بے وقوف ہے جسے تم دونوں آرام سے بے وقوف بنا لو گے؟"

"عارم چلے جاؤ یہاں سے میں تم سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔" وہ روہانسی ہو کر چلائی۔ جبکہ وہ جانے کی بجائے اندر آگیا اور اندر آ کر اس نے دروازہ بھی بند کر دیا تو وہ مزید گھبرا گئی۔

"تمہیں ذلیل ہونے کا بہت شوق ہے جب دھکے مار کر تمہیں گھر سے باہر نکال دیا گیا ہے تو پھر کس حق سے دوبارہ یہاں آئی ہو اور کس رشتے سے آئی ہو۔" وہ چلایا۔

"میں تمہیں رشتہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی، گیٹ لاسٹ۔" وہ بھی چلائی۔

"آج تو میں نہیں جاؤں گا میں یہ جان کر ہی رہوں گا کہ تمہارا بھیا کے ساتھ کیا رشتہ کس رشتے سے وہ تمہیں یہاں اس اپارٹمنٹ میں لے کر آیا ہے؟"

"یہ اپنے بھائی سے پوچھو میں تمہارے کسی بھی سوال کی جواب دہ نہیں ہوں سمجھے۔"

"تم ایسے نہیں مانو گی لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانیں گے۔" وہ اب اس کے بال پکڑ کر انہیں زور سے کھینچ رہا تھا اور وہ درد سے کراہ رہی تھی۔

"عارم پلیز چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ بے بسی سے چلائی۔

"آج میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تم موت مانگو گی تو موت بھی تمہیں قبول نہیں کرے گی اور نہ ہی تم

جی سکو گی تب تمہیں پتا چلے گا کیسے مرد کی اولاد سے ٹکر لی ہے تم نے۔" وہ دھاڑا۔

"مرد کی اولاد ہو نہ مرد تم جیسے نہیں ہوتے مسٹر عارم صدیقی تم تو ایک نمبر کے بے غیرت انسان ہو خدا نے مرد کو اتنی طاقت نہیں دی کہ وہ عورت کا وجود مٹا سکے۔"

وہ دانت پیس کر غصے سے بولی جبکہ اس نے غصے سے اسے دھکا دیا اور وہ منہ کے بل فرش پہ گر پڑی

"آج تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گی اب تمہیں مرنا ہو گا بہت رعایت دے چکا میں اب تمہاری سانسیں رو کنی ہی پڑیں گی پھر دیکھتا ہوں تیرا کون سا ہمدرد تجھے بچائے گا۔"

"اللہ اللہ بچائے گا مجھے تم جیسے ظالم انسان سے جس کے سامنے تمہاری کوئی اوقات نہیں، وہ اللہ جس نے مجھے تم سے بدلہ لینے کے لیے واپس تمہارے پاس بھیج دیا پہلے میں تمہیں معاف کر بھی دیتی لیکن اب تمہیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی۔"

وہ غصے سے آگے بڑھا اور اس کے بال پکڑ کر اسے سیدھا کیا اور ایک زور دار دھکا دے کر اسے دیوار پہ مار دیا وہ نازک سی لڑکی اتنا بڑا بار کیسے سہہ سکتی تھی دیوار کی ٹکر لگنے سے وہ بے جان ہو کر گر پڑی۔ اس کے جسم سے خون نکلنے لگا اور ایک پل میں ہی وہ خون میں نہا گئی، موت اس کے بالکل قریب تھی وہ اپنی محبت کے ہاتھوں اپنی جان دے رہی تھی، اس نے آنکھیں کھول کر اس انسان کو دیکھا جس کے چہرے پہ کوئی رحم کوئی ترس نہیں تھا وہ ظلم کی انتہا تک پہنچ چکا تھا اس کا سر بری طرح گھوم رہا تھا وہ بے یارو مدد گار پڑی ہوئی تھی۔

اس نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی اور میز سے ٹکرا کر گر پڑی شیشے کا جگ ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔

وہ شخص شاید اس وار سے بھی مطمئن نہیں تھا اس لیے وہ آگے بڑھا اور اس بے جان وجود کو ایک بار پھر اٹھایا اور اس بار اسے زمین پہ پٹخ دیا گیا تھا وہ کانچ کی طرح بکھر گئی، جیسے وہ ایک ننھی گڑیا ہو اور وہ اسے اٹھا اٹھا کر زمین پہ پٹخ رہا ہے اس ظالم کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ آج اسے مار کر ہی دم لے گا وہ خون میں لت پت پڑی تھی۔ جسم کے انگ انگ میں درد اٹھ رہا تھا وہ معصوم پرندے کی طرح شکاری کے سامنے خود کو بے بس مجبور پا رہی تھی اس نے دھندلی آنکھوں سے اس شخص کو اپنے قریب آتے دیکھا جو اس کے بالکل قریب آکر کچھ کہہ رہا تھا وہ اس کی شکل تو اچھی طرح نہیں دیکھ پا رہی تھی مگر جو بات وہ کر رہا تھا وہ اس نے اچھی طرح سن لی تھی۔

"اس زندگی میں تو میں تمہیں کبھی جیتنے نہیں دوں گا ایمان علی۔" اس نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے نرم گالوں پہ رکھا درد کی شدید لہر اس کے جسم سے ٹکرانے لگی اور یکے بعد دیگرے وہ اس کے چہرے پہ تھپڑ برساتا رہا وہ نازک وجود کچھ نہیں کر پا رہی تھی اس کے بھاری جسم کے آگے اس کا ننھا وجود کس کام کا تھا۔

عورت چاہے کتنی ہی بہادر کتنی ہی نڈر کیوں نہ ہو لیکن وہ مرد سے کبھی نہیں جیت سکتی۔

یہی سچ برسوں پہلے بھی رہا اور یہی سچ ہمیشہ رہے گا عورت نہ تو کبھی مرد کے سامنے جیتی ہے اور نہ کبھی جیت پائے گی۔

اس نے اپنے بھاری ہاتھ ذرا آگے بڑھائے اب وہ اپنے ہاتھوں سے اس کا گلہ دبا رہا تھا اس کی سانسیں

بند ہونے لگیں دماغ کی رگیں پھٹنے لگی تھیں وہ کسی بھی پل مر سکتی تھی۔ ختم ہو سکتی تھی وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی اپنی زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی۔

جانور سے لے کر پرندے انسان سبھی اپنی زندگی بچانے کے لیے آخری حد تک جاتے ہیں بس کچھ ہی لمحوں میں ایمان علی کا وجود ختم ہو جاتا اس کی روح پرواز کر جاتی وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ بس پھر سب ختم ہو جاتا اچانک اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اس کے چہرے پہ اطمینان آ گیا وہ جا کر صوفے پہ بیٹھ گیا اس کی گردن لڑھک گئی وہ بے جان ہو چکی تھی، وہ ختم ہو چکی تھی سب ختم ہو چکا تھا پھر وہ کسی سے فون پہ بات کرنے لگا شاید۔

اس نے اپنے بے جان وجود کو ذرا حرکت دی اس کے ہاتھ ہلنے لگے مطلب وہ زندہ تھی وہ مری نہیں تھی ابھی وہ زندہ تھی خون سے لت پت ہاتھوں کے سہارے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اگلے ہی لمحے وہ گر پڑی اس میں اتنی طاقت کہاں تھی وہ کھڑی ہو پاتی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری ایک بار پھر وہ اپنے بھاری وجود کو سنبھالتی کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگی وہ فون پہ مصروف تھا اس کا منہ دوسری طرف تھا شاید وہ اس طرف سے مطمئن ہو چکا تھا اس بار وہ درد کی شدید لہر کے باوجود ہمت کر کے کھڑی ہو گئی کھڑے ہونے کے بعد بھی وہ لڑکھڑا رہی تھی سب سے پہلا خیال اس کے دل میں یہی آیا ساحل کو فون کرے موبائل اس کا کمرے میں رکھا ہوا تھا وہ بنا کوئی آواز پیدا کیے چپکے سے مڑی

اور کمرے کی طرف جانے لگی وہ اسے دیکھ چکا تھا اس لیے وہ موبائل پھینک کر اسے پکڑنے کے لیے اس کی طرف لپکا مگر وہ کمرے میں داخل ہو چکی تھی اس نے دروازہ اچھی طرح بند کر دیا وہ دروازے کو بری طرح پیٹ رہا تھا وہ کسی بھی پل دروازہ کھول کر اندر آسکتا تھا اس کے لیے دروازہ توڑنا کوئی مشکل بات نہیں تھی، لیکن اس کے آنے سے پہلے وہ ساحل کو فون کرنا چاہتی تھی اس لیے وہ تیزی سے موبائل اٹھا کر نمبر ملانے لگی اس کے ہاتھ لڑکھڑانے لگے، دروازہ زور سے بجایا جا رہا تھا۔

وہ اب شاید اسے دھکے مار کر توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

#####################

وہ اس وقت ایک بہت ہی ضروری میٹنگ میں تھا اس کی ساری توجہ میٹنگ پہ تھی، اچانک اس کے موبائل پہ کسی کی کال آنے لگی موبائل اس نے سائیلنٹ پہ لگا رکھا تھا لیکن چونکہ وہ سامنے ٹیبل پہ رکھا ہوا تھا اس لیے اس نے دیکھ لیا۔

اس نے ایک سرسری نگاہ موبائل پہ ڈالی، کسی اور کا نمبر ہوتا تو شاید وہ نظر انداز کر دیتا لیکن ایمان کا نمبر دیکھ کر وہ نظر انداز نہیں کر سکا۔

وہ اس کے کال کرنے پہ حیران بھی تھا اس نے ایمان کو بتایا بھی تھا کہ اس کی ایک خاص میٹنگ ہے، شاید کوئی ضروری بات ہو گی وہ کلائنٹس سے معذرت کرتا ہو اسائیڈ پہ آگیا اور موبائل کان پہ لگایا، دوسری طرف سے ایمان کی روتی ہوئی آواز آئی۔

"ساحل آپ کہاں ہو؟"

"میں میں آفس میں ہوں ایمان، سب ٹھیک تو ہے؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"نہیں کچھ ٹھیک نہیں ہے آپ جلدی گھر آجاؤ پلیز ورنہ میں مر جاؤں گی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"لیکن ایمان........

اچانک اسے ایک زور دار دھماکے کی آواز آئی اور فون کٹ گیا۔

اس کا دل بری طرح کانپنے لگا وہ ہر ضروری میٹنگ کینسل کرتا ہوا بھاگتے ہوئے گاڑی تک پہنچا اور فل سپیڈ سے گاڑی چلانے لگا، دل میں کئی طرح کے خیالات آرہے تھے وہ گاڑی اتنی تیز چلا رہا تھا کئی بار ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔

آدھے گھنٹے کا سفر وہ پندرہ منٹ میں طے کر کے اپارٹمنٹ تک پہنچا دروازہ اندر سے بند تھا اس نے دروازے پہ دستک دی، گھنٹی بجائی کوئی نہیں آیا تو مجبوراً اسے دروازہ توڑنا ہی پڑا دروازہ توڑ کر وہ جونہی اندر داخل ہوا اندر ساری چیزیں بکھری ہوئی تھیں، وہ حیرت سے چیزیں دیکھتا ہوا اس کمرے تک گیا

جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے جو منظر دیکھا اس کے سر پہ آسمان آن گرا۔

جاری ہے

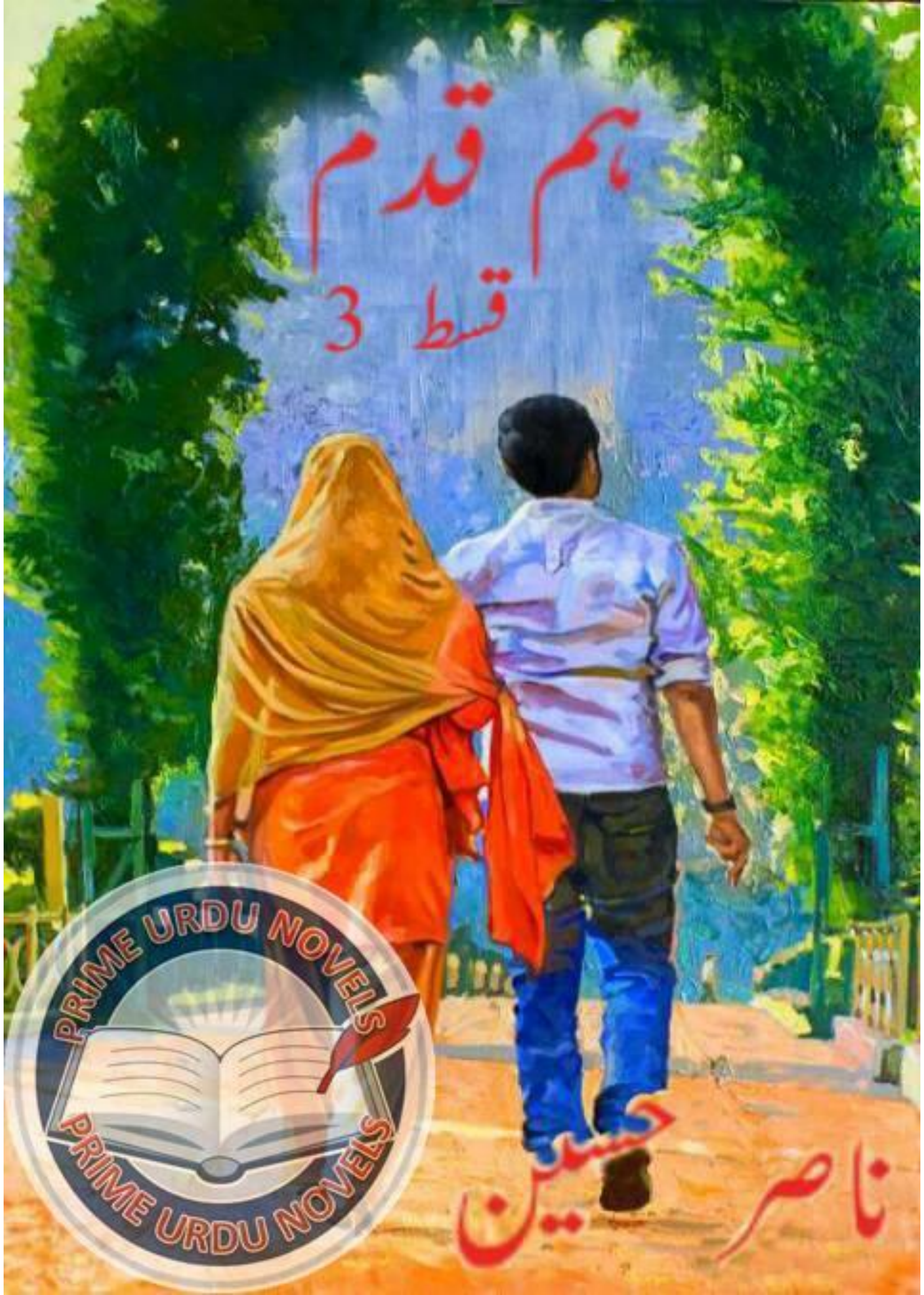
ہم قدم
قسط 3
ناصر حسین
PRIME URDU NOVELS

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر:

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

پچھلی اقساط کا خلاصہ:

ایمان علی نام کی لڑکی کی شادی شہزاد نام کے لڑکے کے ساتھ ہونے والی ہوتی ہے مگر وہ اسے ناپسند کرتی ہے اور شادی والی رات ہی چپکے سے بھاگ جاتی ہے وہ اپنے بوائے فرینڈ عارم سے مل کر اسے شادی کا کہتی ہے مگر وہ اسے عین وقت پہ دھوکہ دے جاتا ہے پھر وہ اچانک سنسان سڑک پہ بے سائبان ہو جاتی ہے اور خودکشی کی کوشش کرتی ہے۔ وہیں اس کی ملاقات ساحل نامہ ایک لڑکے سے ہوتی ہے وہ اسے اپنی گاڑی میں بٹھاتا ہے لیکن ایک مجبوری کے تحت ان دونوں کو نکاح کرنا پڑتا ہے اور ساحل اسے اپنے گھر لے جاتا ہے لیکن ایمان علی کے قدموں تلے سے زمین نکل جاتی ہے جب اسے پتا چلتا ہے کہ ساحل عارم کا بھائی ہے۔

ساحل کی شادی اس کی پھوپھی زاد سمرہ سے ہونے والی ہوتی ہے۔

ساحل جب آفس جاتا ہے تو عارم ایمان پہ الزام لگا کر اسے گھر سے باہر نکلوا دیتا ہے۔

ایمان ساحل کو میسجز اور کالز کرتی ہے مگر موبائل سائلینٹ پہ ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں پاتا جب وہ آفس سے گھر آتا ہے تو سمرہ کی زبانی اسے پتا چلتا ہے کہ ایمان کو گھر سے نکال دیا گیا ہے وہ بدحواس ہو کر ایمان کو ڈھونڈنے لگتا ہے بڑی محنت کے بعد وہ اسے دیکھ ہی لیتا اور وہ اسے ایک اپارٹمنٹ میں لے آتا ہے۔

اگلی صبح عارم اس اپارٹمنٹ میں پہنچ جاتا ہے ایمان اسے دیکھ کر کانپ جاتی ہے وہ ایمان کو قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے ایمان موقع دیکھ کر ساحل کو کال کرتی ہے اور اسے گھر آنے کا کہتی ہے ساحل اس وقت آفس میں ہوتا ہے ایمان کی کال کے بعد وہ تیزی سے اپارٹمنٹ پہنچتا ہے اور اندر پہنچ کر وہ منظر دیکھ کر شاکڈ ہو جاتا ہے۔...... اب آگے ملاحظہ فرمائیں..... .

قسط : 3

وہ ایک شاکڈ کی کیفیت میں اندر کے منظر کو دیکھ رہا تھا اچانک جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو کر رہ گئی ہو اس نے آنکھوں کو بڑا کر کے سمجھنے کی کوشش کی۔

ایمان بے سدھ فرش پہ کھڑی تھی اس کے سر سے خون نکل رہا تھا اور اس کے پاس جھکا عارم اس کا گلا گھونٹ رہا تھا وہ بے یقینی سی کیفیت میں یہ سب دیکھتا رہا اور ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں وہ عارم کے سر پہ پہنچ گیا اور اس کا بازو پکڑ کر غصے سے اسے کھینچنے لگا وہ اسے ایک پل یہاں دیکھ کر حیران تو ضرور ہوا تھا مگر اس نے گلا دبانا نہیں چھوڑا وہ ویسے ہی اشتعال میں اس کا گلا دبا رہا تھا اور وہ بری طرح الجھی ہوئی اس کی زد میں تھی۔

"عارم"

اس نے کھینچ کر عارم کو ایمان سے الگ کیا اور اپنے برابر کھڑا کر کے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گالوں پہ رسید کر دیا وہ اس تھپڑ کی توقع نہیں کر رہا تھا اس لیے حیران تھا اور آنکھیں غصے سے لال ہو چکی تھیں مگر وہ شاید ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھا وہ ایک بار پھر اپنے شکار کی طرف لپکا اور اس کا گلا دبوچ لیا وہ اس لڑکی کو کسی بھی حال میں ختم کرنا چاہتا تھا ساحل نے ایک بار اسے کھینچ کر ایک تھپڑ مارا اور اس بار وہ لڑکھڑا کر گر پڑا اور ناک سے خون صاف کرتے ہوئے بڑی نفرت بھری نگاہ سے

ساحل کو دیکھنے لگا -

" How Dare You "

آپ مجھے تھپڑ کیسے مار سکتے ہیں وہ بھی اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے؟ "وہ غصے سے چلا کر بولا -

"تھپڑ؟ میں تمہارا خون بھی کر سکتا ہوں دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

وہ بھی غصے سے بولا مگر عارم کی طرح چلا نہیں رہا تھا اسے جواب دے کر وہ ایمان کی طرف جھکا اور اس کا نبض چیک کی۔ وہ ابھی زندہ تھی اس کی گردن پہ سرخ نشان تھے، بال الجھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے گال تھپتھپا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

عارم بد حواس ہو کر اسے یہ سب کرتا ہوا دیکھنے لگا۔

" I well Kill This Girl"

وہ ایک بار پھر اٹھا اور اس لڑکی کی طرف بڑھا لیکن ساحل اس کے بیچ میں آگیا اور اس کا گریبان پکڑ کر اسے ایک دھکا دے دیا۔

"میں نے تم سے کہا نکل جاؤ یہاں سے سنا تم نے" -

ساحل نے چلا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا مگر وہ دروازے کی طرف نہیں اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو آہستہ سے حرکت کرنے لگی تھی شاید اس کی سانسیں کچھ بحال ہونے لگیں تھیں ساحل ایک بار پھر اس پہ جھک کر اسے جھنجھوڑنے لگا اور وہ اپنی ناک سے خون صاف کرتا ہوا ساحل اور اس لڑکی کو

دیکھ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ان دونوں کا خون کر دیتا۔

"پپ پپ پانی پانی"

ایمان کے ہونٹ کانپنے لگے اور اس نے کانپتے ہونٹوں سے پانی مانگا وہ ایک جھٹکے سے پانی لانے کے لیے باہر کی طرف بڑھا لیکن اچانک اس نے قدموں کو بریک لگا کر عارم کی طرف دیکھا۔

"اب اگر تم نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری جان لینے سے بھی گریز نہیں کروں گا"۔

کہہ کر وہ پانی لینے چلا گیا اور آدھے منٹ سے بھی کم وقت میں وہ پانی لے آیا اور اس لڑکی کو بازو کے سہارے سے اٹھا کر اسے پانی پلانے لگا۔

آدھا پانی وہ پی چکی تھی اور آدھا گرا چکی تھی لیکن پانی کا بوند حلق میں اترتے ہی اس کے اوسان بحال ہوئے اور اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں آنکھیں کھولتے ہی سب سے پہلے نظر سامنے کھڑے عارم پہ پڑی جو غصے اور نفرت کی شدت سے اسے دیکھ رہا تھا وہ ڈر کر ساحل کے سینے سے لگی اور روتے ہوئے مسلسل یہی ایک ہی جملہ بولنے لگی۔

"یہ یہ یہ مجھے مار دے گا مجھے بچالو۔"

ساحل نے ایک نظر نفرت سے عارم کی طرف دیکھا پھر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگا۔

"ڈونٹ وری کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا میں ہوں ناں تمہارے ساتھ""۔

اس نے ایک بار پھر ایمان کا سر اپنے سینے سے لگا دیا وہ بھی اس کے بازوں کے حصار میں ایک عجیب

سکون محسوس کرنے لگی جیسے اچانک تپتی دھوپ میں کوئی سایہ دار شجر اسے دھوپ سے بچانے آیا ہو

"کون ہے یہ لڑکی؟ اور کیا رشتہ آپ کا اس کے ساتھ؟"

عارم نے حقارت سے ساحل اور اسے دیکھا وہ ڈرتے ہوئے مگر غصے سے اسے دیکھنے لگی۔ ساحل نے ایمان کا سر اپنے سینے سے دور کیا اور عارم کے سوال کا جواب دینے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

"یہ جو بھی ہے میں تمھیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا اوکے"۔

" And Now get lost From Here"

عارم نے استہزائیہ انداز میں ایک قہقہہ لگایا۔

"صاف صاف کیوں نہیں بتاتے کہ یہ لڑکی ایک کال گرل ہے اور آپ رات گزارنے کے لئے اسے لے آئے ہو۔"

ساحل نے ایک لمحے سے بھی کم وقت میں ایک اور طمانچہ اس کے گالوں پہ مار دیا۔

جہاں وہ اس کی بات پہ حیران ہوا تھا۔ وہیں وہ لڑکی منہ پہ ہاتھ دیے، جیسے اس عارم کی بات کا یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"شٹ اپ عارم اپنی گندی زبان کو لگام دو_ تم جاننا چاہتے ہو یہ لڑکی کون ہے"؟

عارم نے سوالیہ نگاہوں سے گالوں پہ ہاتھ رکھے ساحل کو دیکھا ایمان بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگی کیا وہ سچ میں بتا دے گا عارم کو ساری سچائی ؟

"تو سنو یہ لڑکی میری بیوی ہے اور تمہاری بھابھی۔"

ساحل نے اس کی ٹھوڑی ہلا کر ایمان کی طرف اشارہ کیا ۔

عارم کو کرنٹ لگ چکا تھا اسے ساحل سے اس جواب کی توقع ہر گز نہیں تھی وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے کبھی ساحل کو تو کبھی ایمان کو دیکھتا۔

جہاں عارم حیران تھا وہیں ایمان بھی حیران تھی اس نے سوچا نہیں تھا ساحل اتنی جلدی اسے سچ سے آگاہ کر دے گا۔

بڑی دیر تک وہاں خاموشی حائل رہی اچانک عارم نے غصے سے ساحل کی طرف دیکھا۔

"آپ جانتے بھی ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں دماغ تو صحیح ہے آپ کا؟"

"ہاں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہیں تمہارا جواب مل چکا ہے اس لیے نکلو یہاں سے ورنہ دھکے مار کر تمہیں یہاں سے باہر نکال دوں گا انڈرسٹینڈ؟" ساحل چلا کر بولا۔

"آپ یہ صحیح نہیں کر رہے بھیا اس کا انجام بہت غلط ہو سکتا ہے آپ جانتے نہیں ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ "

" I said get out"

ساحل غصے سے دھاڑا ۔

" ok okme going But you Should b ready to Face Every One"

وہ ناک پہ بہتا خون صاف کرتا ہوا ایک لمحے میں ہی اس اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔

ساحل اور ایمان دونوں اسے حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

######################

زارا بیگم اس وقت فون پہ اپنی ایک سہیلی سے بات کررہیں تھیں وہ مسکراتے ہوئے ان سے کچھ کہہ رہی تھی جب اچانک کوئی بڑے زور سے گھر کے دروازے کو لات مار کر اندر آیا وہ کسی زخمی شیر کی طرح اندر داخل ہوا۔

آنے والا عارم تھا جو غصے سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اپنے کمرے میں گھس گیا زارا بیگم حیرانی سے بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں وہ اتنی شاکڈ تھیں کہ فون پہ بات ہی نہیں کر پائیں دوسری طرف سے کوئی مسلسل ہیلو ہیلو کی گردان جاری رکھے ہوئے تھا انہوں نے ایک پل میں ہی فون کریڈل پہ پٹخ دیا اور گھبراتی ہوئی عارم کے کمرے کی طرف گئیں کمرے کے دروازہ بند کیا جاچکا تھا اور اندر سے توڑ پھوڑ کی آواز آرہی تھی زارا بیگم گھبراتے ہوئے دروازہ بجانے لگیں انہیں تشویش ہونے لگی۔

عارم عموماً غصے کا بہت تیز تھا وہ چھوٹی موٹی باتوں پر بھی اکثر غصہ ہوجایا کرتا اکبر صدیقی تو چھوٹے بیٹے پہ زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے مگر زارا بیگم کی وہ جان تھا اکبر صدیقی کے خیال میں عارم میں ابھی بھی بچپنا تھا وہ نہ تو پڑھائی میں دلچسپی رکھتا تھا اور نہ ہی آفس میں اس لیے ان کی توجہ عارم سے ہٹ کر ساحل کی

طرف بڑھنے لگی۔ساحل ان کی ہر امید پہ پورا اترتا تھا۔

"عارم کیا ہوا بیٹا؟ "

زارا بیگم نے نرمی سے پوچھا جواب کوئی نہیں آیا بس کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔

"عارم دیکھو بیٹا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ اپنی مما کو نہیں بتاؤ گے ؟"

ان کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو چکا تھا وہ کیا کر رہا تھا اندر اور کیا کر سکتا تھا۔

"عارم پلیز بیٹا اوپن دا ڈور۔"

وہ دروازے کو بری طرح سے پیٹنے لگیں اس بار شاید توڑ پھوڑ کرنے والے کو ترس آ ہی گیا اپنی ماں پر

اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

اندر آنے پہ زارا بیگم ادھر ادھر بکھری ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگیں اس کے کمرے میں موجود تقریباً ہر

شے زمین بوس ہو چکی تھی۔

" Waht Happened mY Sweet son"

زارا بیگم اس کے گالوں کو چھو کر بہت محبت سے پوچھنے لگیں، مگر وہ جواب دینے کی بجائے ٹیبل کی

طرف بڑھا جہاں ایک خوبصورت شیشے کا کلاک رکھا ہوا تھا اس نے وہ کلاک اٹھا کر زور سے دیوار پہ مار

دیا چھنک کی آواز پورے کمرے میں پھیل گئی زارا بیگم نے گھبرا کر دروازہ بند کیا گھر میں اس وقت

سمرہ اور غزالہ پھپھو بھی موجود تھیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ کمرے کے اس منظر کو وہ دیکھیں۔

"عارم بیٹا کیا ہوا؟"

"کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہو؟"

عارم نے خشک نظروں سے انہیں دیکھا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غصے سے دھاڑا۔

"آپ کو پتا ہے پاپا کے لاڈلے نے کیا کر دیا مما؟"

زارا بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا وہ ساحل کو ہمیشہ پاپا کا لاڈلہ ہی کہا کرتا تھا یہ لقب وہ زارا بیگم کے سامنے ہی استعمال کرتا تھا۔

"اس نے شادی کر لی ہے۔"

اپنی بات پوری کر کے وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پہ گر گیا۔

جبکہ زارا بیگم کو لگا جیسے ان کے سر پہ چھت گر گیا ہو جیسے اچانک پوری زمین پہ زلزلہ شروع ہو گیا ہو انہیں اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا یا تو وہ عارم کی بات کو سمجھ نہ سکیں یا پھر سہہ نہ سکیں اور عارم کے پاس جا کر اسے جھنجوڑنے لگیں۔

"عارم کیا بکواس کر رہے ہو دماغ تو صحیح ہے تمہارا پھر سے شراب پی کر تو نہیں آئے؟"

عارم نے غصے سے ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور ایک بار پھر سے کھڑا ہو گیا۔

"بالکل صحیح کہہ رہا ہوں جا کر پوچھو صاحبزادے سے ابھی خود انہوں نے مجھے بتایا ہے اپنی آنکھوں سے اسے اور اس کی بیوی کو دیکھ کر آیا ہوں کیا خوبصورت جوڑی لگتی تھی دونوں کی اس کا نکاح ہو چکا ہے مما۔"

وہ چلا کر اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے بولا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے ساحل ایسا کیسے کر سکتا ہے؟" زارا بیگم نے آہستہ سے ہم کلامی کی۔

"ایسا ہو چکا ہے مما ایک الگ اپارٹمنٹ میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہ رہا ہے ڈنکے کی چوٹ پہ وہ یہ شادی کر چکا ہے پوچھنا تو دور صاحبزادے نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا ماں باپ آنکھیں بند کر کے اس پہ بھروسہ کیے ہوئے تھے اور بھروسے کا نتیجہ آپ لوگوں کو اچھے سے مل چکا ہے۔"

وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

"اور آپ کو پتا ہے مما کون ہے وہ لڑکی وہ لڑکی وہی ہے جسے وہ اس رات اپنے دوست کی بیوی بنا کر لایا تھا وہی بدکردار، بے حیا لڑکی"۔

عارم نے زارا بیگم کے اوپر ایک اور بم گرا دیا اور وہ ٹوٹے ہوئے پرندے کی مانند بیڈ پہ گر گئیں۔

"کہا تھا میں نے آپ سے کہ بیٹے پہ نظر رکھو اس سے پتا کرو وہ لڑکی کون ہے تب تو آپ اترا کر کہہ رہیں تھیں ساحل کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور وہ لڑکی کچھ دن کی مہمان ہے یہاں پہ لیکن مبارک ہو وہ لڑکی کچھ دن کی نہیں ہمیشہ کی مہمان ہے اس گھر میں اور آپ کو پتا ہے پاپا کے لاڈلے نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر اس نے مجھے مارا مما عارم صدیقی کو۔"

وہ ان کا ذکر کرتے ہوئے مسلسل دانت پیس رہا تھا ایسے جیسے انہیں کچا چبا جائے گا اور زارا بیگم غم سم سی بیٹھی تھیں ان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کہے ان کے لیے یہ صدمہ حقیقتاً بہت بڑا تھا۔

کچھ یاد پہ آنے پہ وہ اچانک بولیں۔

"لل لل لیکن لیکن اس کی تو شادی ہونے والی ہے نا سمرہ سے؟"

"ہونہہ" عارم تلخی سے ہنسا۔

"شادی" مما آپ کو اب بھی بتانا پڑے گا کہ وہ اپنی مرضی کر چکا ہے سارے رشتے توڑ چکا ہے اس نے خود میرے سامنے اقرار کیا ہے پاپا کو جب پتا چلے گا کہ ان کے لاڈلے صاحبزادے نے یہ سب کیا ہے تب دیکھنا پاپا اسے دھکے مار کر گھر سے باہر نکال دیں گے میں ابھی جا کر پاپا کو سب کچھ بتاتا ہوں۔"

عارم نے اپنے قدم آگے بڑھائے زارا بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کو کچھ بتانے کی سمجھے، اور تم اس معاملے میں مت پڑو اب جو کرنا ہے وہ میں خود کروں گی تم جذبات میں آ کر کچھ الٹا سیدھا کر دو گے تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے سمجھے" ۔

زارا بیگم اسے ٹوکتے ہوئے بولیں۔

"لیکن مما ایسے ــــــــ"

زارا بیگم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں نے کہا ناں سب کچھ مجھ پہ چھوڑ دو میں اس معاملے کو تم سے اچھی طرح ہینڈل کر سکتی ہوں میں نے زندگی میں کبھی ہار نہیں مانی عارم اور اس دو ٹکے کی لڑکی کو اس کی صحیح اوقات اور جگہ دکھا کر ہی رہوں گی لیکن اس سے پہلے مجھے ساحل سے بات کرنی ہے۔"

"اور اب تم کچھ نہیں کرو گے جو کرنا ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ میں بھی دیکھتی ہوں یہ ڈرامہ کب تک چل سکتا ہے میں نے بھی ایسا کھیل سوچا ہے کہ ساحل کے پاس کوئی راستہ ہی نہیں بچے گا اس لڑکی کو چھوڑنے کے علاوہ اس لیے تم اب کوئی بے وقوفی نہیں کرو گے یہ بات گھر میں اور کسی کو پتا نہیں چلنا

چاہیے "۔

زارا بیگم اسے وارن کرتی ہوئی باہر نکل گئیں، اس نے ایک نظر دروازے کو دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پہ شیطانی مسکراہٹ آئی وہ جانتا تھا اپنی مما کو وہ شطرنج کی بساط ہمیشہ سوچ سمجھ کر ہی کھیلتی ہیں اس بار بھی ضرور انہوں نے کچھ نہ کچھ اچھا ہی سوچا ہو گا۔

"تیرا کیا ہو گا ساحل"؟

وہ قہقہہ لگانے لگا ۔

######################

وہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی ساحل اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس سے کچھ ہی فاصلے پہ تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر نے آکر مرہم پٹی کر دی تھی اور کچھ میڈیسن بھی دی تھیں اب وہ پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہی تھی درد تو آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا لیکن جو ڈر اس کے اندر بیٹھ گیا اسے وہ چاہ کر بھی نکال نہیں پا رہی تھی اس نے موت کو اتنے قریب سے دیکھا ہے وہ بھی کسی بہت اپنے کے ہاتھوں۔

اس محبت نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا وہ اس محبت اور غلطی کے لیے ساری عمر پچھتاتی رہے گی۔

ساحل نے اس سے ابھی تک کوئی سوال نہیں کیا وہ بظاہر ساحل کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔

"کیسا محسوس کر رہی ہیں اب آپ؟"

ساحل نے نرمی سے پوچھا -

"اچھا"

اس کی آنکھوں سے دو آنسو لڑھک گئے جنہیں ساحل نے اپنے رومال سے صاف کر دیا۔

"ارے یار مجھے تمہاری یہی عادت نہیں پسند ہر بات پہ رونا شروع کر دیتی ہو بہادر بنو۔"

"ساحل مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔" وہ بولی۔

وہ اسے عارم کے بارے میں بتانا چاہتی تھی وہ اسے یہ بتانا چاہتی تھی کہ عارم کون ہے وہ اسے یہ بتانا چاہتی تھی عارم وہی لڑکا ہے جس کے لیے وہ اپنا سب کچھ چھوڑ آئی جس نے اسے دھوکہ دیا تھا۔

"کس بارے میں"؟

ساحل نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"صبح والے حادثے کے بارے میں وہ میں"۔

ساحل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں جاننا اور گھبراؤ مت آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"

"لیکن میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔ آپ کے ذہن میں کئی سوالات ہوں گے؟"

"میرے ذہن میں کوئی سوالات نہیں ہیں، سوالات تب ہوتے جب میں عارم کو جانتا نہ ہوتا عارم میرا بھائی ہے اسے مجھ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا میں اچھی طرح جانتا ہوں مختلف لڑکیوں کو اپنی جال

میں پھنسانا اس کی عادت ہے۔ "

وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ اسے بھی کبھی اس نے ایسے ہی ایک جال میں پھنسایا تھا جس سے وہ آج تک نکل نہیں پا رہی لیکن ساحل نے اس ٹاپک پہ مزید بات کرنے سے اسے منع کر دیا ورنہ وہ اسے بتاتی ضرور کہ عارم ہی وہی لڑکا ہے جس کی وجہ سے وہ زندگی کا یہ روپ دیکھ رہی ہے۔

" کھانا کھاؤ گی؟"

اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"لیکن میں بنا نہیں سکتی۔" وہ مسکرا دیا۔

" اوکے تو میں باہر سے لے آتا ہوں ویٹ۔ "

وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا جب ایمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

" نہیں آپ کہیں نہیں جاؤ گے مجھے یہاں اکیلے بہت ڈر لگے گا، پلیز۔ "

اس نے بے بسی سے ساحل کی طرف دیکھا شاید اسے اس کی بے بسی اور خوف پہ ترس آ گیا۔

" اوکے میں باہر نہیں جاؤں گا لیکن کچن میں تو جا سکتا ہوں ناں وہیں سے آپ کے لیے کچھ نہ کچھ بناؤں گا "

" آپ کو کھانا بنانا آتا ہے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں آتا تو نہیں لیکن آپ کے لیے ٹرائی تو کر سکتا ہوں ناں۔ "

وہ اسے غور سے دیکھنے لگی ایک بھائی زخم دے کر جاتا ہے تو دوسرا بھائی اس زخم پہ مرہم رکھتا ہے کتنا

فرق ہے دونوں میں کاش عارم ساحل جیسا ہوتا ہے اس کے جیسے ہی اتنا اچھا ہوتا تب شاید منظر ہی کچھ اور ہوتا۔

آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔

"ارے یار اب یہ رونی شکل مت بناؤ اتنا برا کھانا بھی نہیں بناتا میں۔"

وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"نہیں مجھے آپ پہ بھروسہ نہیں ہے اس لیے میں بھی چلوں گی آپ کے ساتھ۔"

ساحل اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچن کی طرف لے گیا۔

######################

وہ اپنے کمرے میں اضطراب کے عالم میں ٹہل رہی تھیں، جب سے عارم نے انہیں وہ خبر سنائی تھی اس کے بعد سے انہیں ایک پل بھی سکون نہیں آیا انہوں نے ٹینشن کی وجہ سے ڈنر بھی نہیں کیا ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ ساحل جس نے ان سے زندگی میں کبھی کوئی بات نہیں چھپائی وہ ان سے اتنی بڑی بات چھپا گیا اور اتنا سب کچھ اکیلے اکیلے کر گیا اس نے زندگی میں کبھی کوئی فیصلہ اکیلے نہیں لیا ہمیشہ اپنے مما پاپا کی مرضی کے مطابق وہ چلا تھا لیکن اس بار وہ اپنا فیصلہ پوچھنا تو دور آگاہ کرنا بھی

ضروری نہیں سمجھا۔

"کس کے لیے"؟

"صرف اس بدکردار اور بیچ لڑکی کے لیے وہ اپنے والدین سے بغاوت کر گیا اتنا بڑا ہو گیا وہ اتنا سمجھدار ہو گیا کہ اپنی زندگی کے سارے فیصلے خود ہی کرنے بیٹھ گیا ساری زندگی محبت اور فرمابرادری کا ڈھونگ رچا کر آخر میں سب کچھ زمین بوس کر گیا۔"

"آپ نے اپنے بیٹے کو عورتوں کی عزت کرنا نہیں سکھائی اس کی تربیت اچھے سے نہیں کر سکیں، مجھ سے سوال کر رہی ہیں آپ ایک بار اپنے بیٹے سے تو سوال کریں۔"

اس نے ٹیبل پہ رکھا ہوا مگ زمین پہ پٹخ دیا وہ ایک مضبوط قسم کی عورت تھیں، ان کو اپنا غم اپنا دکھ دوسروں سے چھپانا آتا تھا اور وہ غیر معمولی ذہانت رکھتی تھیں۔ انہیں اپنے دشمن کو زیر کرنا اچھے سے آتا تھا۔

اس حرکت کے لیے وہ اس لڑکی کے ساتھ ساتھ ساحل کو بھی کبھی معاف نہیں کر سکتیں، لیکن وہ ان کا بیٹا ہے ان کا خون، اس سے وہ کیا دشمنی کرتیں، مگر وہ لڑکی وہ حقیر وہ بیچ بدکردار لڑکی اسے تو وہ ایک پل میں اپنے پاؤں تلے کچل سکتی تھیں۔ اسے اس کی صحیح اوقات یاد دلانا وہ اچھی طرح جانتی تھیں وہ زندگی میں کبھی نہ ہارنے والوں میں سے تھیں اور اسے ایک دو ٹکے کی معمولی لڑکی بھی کبھی نہیں ہرا سکتی۔

اس لڑکی کے ساتھ کیا کرنا ہے اور اسے کیسے ساحل کی زندگی سے باہر نکالنا ہے یہ وہ جانتی تھیں،وہ شطرنج کی ایک ماہر کھلاڑی تھیں اور انہیں شطرنج جیتنا آتا تھا۔

####################

ساحل نے کھانا بنایا اور ایمان بھی اس کی مدد کرتی رہی دونوں کے باہمی تعاون سے وہ کچھ ایسا بنانے میں کامیاب ہوئے جو ان کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی تھا اب ساحل صوفے پہ بیٹھ کر اخبار پڑھ رہا تھا ایمان کچن میں چائے بنا رہی تھی۔

ساحل کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس نے چائے بنانے کا فیصلہ خود کیا کیونکہ وہ کھانے کے تجربات سے کافی سبق سیکھ چکی تھی،رات بھی کافی ہو چکی تھی وہ گھر بھی جانا چاہتا تھا لیکن ایمان کی جو حالت تھی وہ اسے تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

گھر میں یقیناً عارم نے سب کو بتا دیا ہو گا اس لیے وہ سب کے سوالوں کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہا تھا اس نے زندگی میں کبھی غلط راستہ نہیں اپنایا جھوٹ کبھی نہیں بولا مگر زندگی میں کبھی نہ کبھی جھوٹ کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے۔

ایمان کچن سے چائے لے آئی اور اسے اس کا کپ تھما کر وہ بھی وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی اب وہ صبح کی

نسبت کافی نارمل ہو چکی تھی۔

"ایمان کیا میں گھر جا سکتا ہوں؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے ایمان سے پوچھا اس کا جواب تو وہ جانتا تھا لیکن پھر بھی ایک مبہم سی امید تھی اس کے دل میں ۔

"نہیں پلیز مجھے یہاں اکیلے بہت ڈر لگے گا آپ آج کی رات یہاں رک جائیں کل صبح ہوتے ہی چلے جایئے گا"۔

وہ گھبرا کر بولی ۔

"لیکن میرا گھر جانا بہت ضروری ہے پتا نہیں عارم گھر میں سب کو کیا کیا بتا چکا ہو گا اور کس انداز میں اس نے بتایا ہو گا رات بھی کافی ہو چکی ہے تو"۔

ایمان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"او کے چلے جائیں، اس طرح اپنی نئی نویلی دلہن کو کوئی اکیلے چھوڑ کر جاتا ہے۔"

وہ چائے کا کپ ٹیبل پہ پٹخ کر کچن میں چلی گئی جانے یہ بات کیسے اس کے منہ سے پھسل گئی، مگر اسے ایمان کے منہ سے نکلنے والا یہ جملہ بہت اچھا لگا-

وہ اسے منانے کے لیے کچن میں چلا گیا وہ منہ پھلائے برتن دھو رہی تھی -

"ناراض ہو گئیں آپ"؟

وہ اس کے پیچھے کچھ ہی فاصلے پہ جا کر کھڑا ہو گیا وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اس کے بالوں سے اٹھنے

والی شیمپو کی خوشبو اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا۔

لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بس برتن دھوتی رہی۔

"ویسے محترمہ ایمان علی صاحبہ آپ کو ایک بات بتائیں آپ یہ جو برتن دھو رہی ہیں یہ پہلے سے ہی دھلے ہوئے ہیں" ۔

اس کے کہنے پہ اس نے برتنوں کو دیکھا واقعی وہ پہلے سے ہی دھلے ہوئے تھے اس نے بے دھیانی میں غور ہی نہیں کیا۔

"دیکھیں آپ۔۔۔۔"

وہ تیزی سے کچھ کہتی ہوئی پیچھے مڑی اسے اندازہ نہیں تھا وہ اس کے اتنے پاس کھڑا ہے مڑنے کی وجہ سے وہ سیدھا اس کے سینے سے جا لگی، وہ کافی دیر تک یونہی ساکت کھڑی رہی وہ اس کے کپڑوں سے اٹھنے والی خوشبو بھی محسوس کر رہی تھی ۔

ایک بے اختیاری سی کیفیت میں اس نے اپنے بازوؤں اس کے گرد پھیلا دیے اور اسے بھینچ لیا۔

####################

صبح کے آٹھ بج رہے تھے جب وہ گھر میں داخل ہوا رات وہ وہیں ایمان کے پاس رہا اور صبح ہوتے ہی وہ آنا چاہتا تھا مگر ایمان سوئی ہوئی تھی وہ اسے بتا کر آنا چاہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ جب وہ اٹھے تو اسے اچانک غائب پا کر حیران ہو اسے جاگنے میں کافی وقت لگا تب تک وہ کچن میں جا کر اس کے لیے اور اپنے لیے ناشتہ بناتا رہا۔

ناشتے کے لئے اس نے آملیٹ اور دودھ ہی مناسب سمجھا کیونکہ یہی دو چیزیں وہ آسانی سے بنا سکتا تھا جب تک اس نے ناشتہ تیار کر کے ٹیبل پہ لگایا وہ بیدار ہو چکی تھی اور فریش ہو کر وہ بھی ٹیبل پہ آ گئی پھر دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد مزید کوئی انتظار کیے بنا وہ یہاں آ گیا اور آتے وقت ایمان کو خاص طور پر ہدایت دی کہ وہ دروازہ اچھی طرح بند کر دے۔

اس کا ایک ایک قدم بھاری ہوتا جا رہا تھا اس خوف سے کہ عارم نے گھر میں اگر سب کو سچ بتا دیا تو گھر میں ایک بہت بڑا طوفان آ چکا ہو گا اندر پہنچ کر وہ ہال میں داخل ہوا جہاں سبھی گھر والے ناشتے کر رہے تھے۔

اسلام و علیکم گڈ مارننگ۔

سب نے ناشتہ روک کر اسے دیکھا اس نے بھی غور سے سب کی طرف دیکھا ان کے چہرے پہ کوئی ایسے آثار نظر تو نہیں آ رہے تھے زارا بیگم اور عارم بھی اسے بڑے غور سے دیکھنے لگے وہ سب سے نظریں چراتا ہوا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"کہاں سے آ رہے ہو"؟ اکبر صدیقی نے سوال کیا وہ اس سوال پہ تھوڑا گڑبڑا گیا اور نظر ڈائریکٹ

عارم کے چہرے کی طرف گئی وہ بڑے عجیب انداز میں اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"جی وہ پاپا ایک دوست کی والدہ بیمار تھیں،وہیں ہسپتال میں ہی رات گزارنی پڑی۔"" اکبر صدیقی نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

زارا بیگم نے بڑے غور سے اسے دیکھا یہ ان کا وہ بیٹا تھا جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن آج وہ اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر اپنے گھر والوں سے جھوٹ بول رہا تھا انہیں دھوکہ دے رہا تھا ان کے دل میں اس لڑکی کی نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"اور ہسپتال سے نہا کر بھی آ رہے ہو؟ "

غزالہ پھپھو نے اس کے گیلے بالوں کو دیکھ کر کہا وہ اچانک گھبرا گیا ان کے اس سوال پہ سب نے غور سے اسے دیکھا سب کے چہروں پہ ایک سوال رقص کرنے لگا۔

"ارے نہیں پھپھو،وہ دراصل رات بھر جاگتا رہا آتے وقت منہ دھوتے وقت تھوڑا سر بھی دھو لیا۔"

یہ بات کہتے وقت اس کے ہاتھوں میں جوس کا گلاس کانپنے لگا اس کے اس جھوٹ پہ عارم اور زارا بیگم کے علاوہ سب کو یقین آ گیا۔

کچھ پل ٹیبل پہ خاموشی چھائی رہی کسی نے کسی سے کوئی بات نہیں کی البتہ عارم اور زارا بیگم اشاروں میں ہی ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے بڑے وقفے کے بعد زارا بیگم نے خاموشی کو توڑا۔

"اکبر صاحب مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔"

انہوں نے ایک نظر ساحل کو دیکھا اکبر صدیقی نے جوس پیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آپ میری سہیلی صغریٰ کو تو جانتے ہیں ناں"؟

"ہاں کیوں کیا ہوا انہیں"؟

اکبر صدیقی نے تشویش سے پوچھا۔

"ان کی طبیعت کچھ دونوں سے خراب ہے تو سوچ رہی ہوں کچھ دنوں کے لیے اس کے پاس چلی جاؤں"۔

زارا بیگم تمہید باندھتے ہوئے بولیں۔

"ہاں ہاں ضرور جاؤ اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔" اکبر صدیقی سینڈوچ کھاتے ہوئے بولے۔

"وہ دراصل میری ایک خواہش ہے جانے سے پہلے میں اسے پوری کرنا چاہتی ہوں۔"

سبھی ان کی طرف متوجہ تھے اکبر صدیقی بھی ناشتہ چھوڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔

"ہاں کہیں"۔

ان کی طرف سے گرین سگنل پا کر انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"اصل میں صغریٰ کے گھر پتا نہیں مجھے کتنے دن لگیں ہو سکتا ہے وہاں میرا قیام طویل ہو جائے اس لیے جانے سے پہلے میں چاہتی ہوں ساحل اور سمرہ کے نکاح کی رسم ادا کی جائے۔"

وہاں بیٹھے سبھی حیرت سے انہیں دیکھنے لگے ساحل کے ہاتھوں سے چمچ گر گیا اس کے کانوں پہ جیسے دھماکہ ہو گیا۔

عارم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی وہ اسے فاتحانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

سمرہ جو کبھی نہیں شرماتی تھی، پہلی بار اپنے نکاح کا سن کر شرما گئی اور اس کے لیے ٹیبل پہ بیٹھنا دشوار ہو گیا وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"لے یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ زارا بھابھی ایسی بھی کیا ایمر جنسی، ایسی شادیاں تو صرف انڈین ڈراموں میں ہی ہوتی ہیں۔ "

غزالہ پھپھو نے کہا اور اپنی بات کے اختتام پہ وہ قہقہہ لگانے لگیں، زارا بیگم نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"غزالہ بہن میں شادی کا نہیں کہہ رہی، شادی تو ایک مہینے بعد ہے میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ نکاح کی رسم ادا کر دی جائے اور دیکھا جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے گھر میں ایک فنکشن بھی ہو جائے گا اور میری خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور خوشیوں کو جتنا زیادہ منایا جائے اتنی ہی بڑھتی ہیں کیوں جی میں صحیح کہہ رہی ہوں ناں "؟

اپنی بات کے آخر میں انہوں نے اکبر صدیقی کی طرف دیکھ کر تصدیق چاہی ۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں زارا بیگم جو آپ لوگوں کو صحیح لگے اور اگر بچوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے ساحل تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں "۔

وہ کہنا چاہتا تھا پاپا مجھے اعتراض ہے مجھے ایسے نکاح نہیں کرنا لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتا عارم بول پڑا ۔

"پاپا بھیا کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے یہ تو بہت خوش ہیں ان فیکٹ انہوں نے تو مجھے کہا بھی تھا کہ ان سے

مزید صبر نہیں ہو رہا۔ ہے ناں بھیا""؟

عارم نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ کچھ نہیں بول سکا عارم کے جھوٹ پہ اسے غصہ تو بہت آیا لیکن مما نے اپنی خواہش کا کہہ کر اس کے منہ پہ تالا لگا دیا۔

#####################

وہ کچن میں کام ختم کرنے کے بعد صوفے پہ بیٹھی ایک رسالہ پڑھ رہی تھی دن کے بارہ بج رہے تھے تھوڑی دیر پہلے ساحل نے اس سے فون پہ بات کی لیکن اب وہ پھر سے اس سے بات کرنا چاہتی تھی اسی ارادے سے موبائل اٹھا کر وہ نمبر ملانے لگی، ابھی نمبر نہیں ملایا تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی اس کے دل اچھل کر حلق میں آنے لگا ابھی کل ہی تو عارم نے اسے مارنے کی کوشش کی تھی۔

کہیں پھر سے وہ آ گیا تب وہ کیا کرے گی؟

وہ دروازے تک گئی اور ساحل کی ہدایت کے مطابق پہلے اس نے سوراخ سے باہر جھانکا باہر کوئی عورت کھڑی تھی جس کا منہ دوسری طرف تھا۔

کوئی پڑوسی ہی ہو گی شاید اس نے سوچا اور دروازہ کھول دیا۔

لیکن دروازہ کھولنے کے بعد جو عورت اس کے سامنے کھڑی تھی اسے دیکھ کر شاید اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل رہی تھی وہ اس عورت کی توقع یہاں ہرگز نہیں کر رہی تھی۔

"بیچ بدکردار لڑکی تمہاری جرات کیسے ہوئے میرے بیٹے کو پھسانے کی""؟

وہ دھاڑتی ہوئی اندر داخل ہوئیں، شاید وہ باہر سب کے سامنے تماشا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ وہ کل رات ہی آنا چاہتی تھیں، یہاں پہ لیکن وہ کوئی جذباتی عورت ہرگز نہیں تھی چال چلنا اور لوگوں کو ان کی اوقات یاد دلانا اسے اچھی طرح آتا تھا اس نے جان بوجھ کر صبح نکاح والی بات کہی یہ سوچ کر وہ نکاح سے پہلے یا تو سب کچھ سچ بتا دے گا یا پھر وہ اس لڑکی کو ہی چھوڑ دے گا ایک چال تو وہ چل چکی تھیں دوسری چال چلنے وہ یہاں پہ آگئیں۔

"دو ٹکے کی لڑکی تجھے میں اپنے گھر میں نوکر تک رکھنا پسند نہ کروں اور تم اس گھر کی بہو بننے کے خواب دیکھنے لگی پاؤں کی جوتی ہے اور پاؤں کی جوتی پاؤں میں ہی اچھی لگتی ہے سر پہ جوتی کوئی نہیں رکھتا۔

کہا تھا نہ میں نے تمہیں نکل جاؤ میرے گھر سے لیکن تم جیسی وحشیا لڑکیاں بڑی ڈھیٹ ہوتی ہیں پیسہ کمانے کے لئے کوئی بھی راستہ اپناتی ہیں۔"

وہ منہ سے زہر اگل رہی تھیں، کچھ اور بھی بولنا چاہتی تھیں وہ لیکن ایمان نے ان کی بات کاٹ دی۔

"زبان سنبھال کے بات کیجئے گا آنٹی جی اور جو سوال کرنا ہے اپنے بیٹے سے کریں، ابھی چلی جائیں یہاں سے اس سے پہلے کہ میں کچھ غلط کر بیٹھوں"۔

زارا بیگم نے ایک زوردار تھپڑ اس کے گالوں پہ مار دیا۔

"بے غیرت، بے شرم، بے حیا تجھے کیا لگتا ہے اپنے حسن کا جادو چلا کر تو کسی کو بھی پھنسا سکتی ہے یہ کوٹھہ نہیں گھر ہے اور تم جیسی لڑکیاں صرف کوٹھوں میں ہی اچھی لگتی ہیں گھروں میں نہیں ہم عزت دار لوگ ہیں ہمیں پانی سے باہر مت نکالو اس سے پہلے کہ میں تمہاری جان لے لوں یا تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔"

زارا بیگم غصے سے چلائیں۔

"جو کرنا ہے کریں، میں نے ڈرتی ہوں اور نہ ہی ڈروں گی اور عزت کی بات تو آپ نہ کریں آپ کی عزت اور شرافت کا اندازہ تو مجھے اسی رات ہو گیا تھا جب آپ نے ایک مجبور، بے سہارا لڑکی کو دھکے مار کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا تھا۔"

وہ بھی غصے سے بولی۔

"لڑکی میرے پاس تم سے بحث کرنا کا وقت نہیں ہے میں جانتی ہوں تم جیسی لڑکیاں پیسے پیسے کے لیے خود کو بیچتی ہیں۔بتا کیا قیمت ہے تمہاری،؟منہ مانگی رقم ملے گی تمہیں اپنی ایک ایک سکینڈ کی قیمت بتا جو تم نے میرے بیٹے کی ساتھ گزاری ہیں۔

پوری قیمت ادا کروں گی اور اتنی رقم ملے گی تمہیں کہ تمہاری سات نسلیں یاد رکھیں گی۔"

"میں آپ کا لحاظ کر رہی ہوں اس لیے بھی ایک آپ ساحل جیسے اچھے انسان کی ماں ہیں اور اس لیے بھی کہ آپ مجھ سے عمر میں بڑی ہیں اس سے پہلے کہ میں ہر لحاظ بھول جاؤں چلی جائیں یہاں سے۔"

وہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اطمینان سے بولی ۔

"ہاہاہاہاہاہاہا دو ٹکے کی لڑکی ہو تم زمین پہ رینگنے والے معمولی کیڑے سے زیادہ عزت نہیں ہے تمہاری اور تم زارا بیگم سے ٹکر لینے کی کوشش کر رہی ہو میں ایک پتھر ہوں مجھ سے مت ٹکراؤ ورنہ ٹوٹ کر بکھر جاؤ گی، تمہارے اتنے ٹکڑے ہوں گے کہ چن بھی نہیں پاؤ گی ۔

اصل مسئلہ میرے بیٹے کا ہے تمہیں تو میں چٹکیوں میں مسل سکتی ہوں، لیکن ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا اگر میں نے بھی تمہیں دن میں تارے نہ دکھائے ناں؟ تو میرا نام بھی زارا بیگم نہیں"۔

وہ انگلی اٹھا کر بولیں، اس وقت ان کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے ۔

"میں انتظار کروں گی اس دن کا آنٹی جی۔"

اس کے اطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

زارا بیگم نے حقارت سے اسے دیکھا ان کے سامنے وہ ایک معمولی چیونٹی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی ۔

وہ جس سپیڈ کے ساتھ اندر آئیں تھیں اسی تیزی سے باہر نکل گئیں۔

اس نے جا کر دروازہ بند کر دیا وہ جتنے اعتماد سے زارا بیگم کو جواب دے رہی تھی ان کے جاتے ہی وہ اطمینان خاک میں مل گیا اور وہ دھڑام سے صوفے پہ گر گئی ۔

"تم نے محبت کی ہے ایمان زندگی تمہیں اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گی۔"

اس کے پاس سے ہی کہیں اس کی اپنی آواز گونج رہی تھی ۔

#######################

وہ عجیب کیفیت میں مبتلا تھا اپنے کمرے میں لیٹ کر وہ چھت کو گھور رہا تھا یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ اور کیا ہونے والا تھا مما نے کل اس کے نکاح کا فیصلہ کیا اور وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا سمرہ سے اس کی منگنی اس کی مرضی سے نہیں ہوئی تھی وہ صرف اس کی اچھی دوست تھی اس نے سمرہ کو کبھی کسی اور نظر سے نہیں دیکھا گھر والوں کی پسند کے آگے اسے سر جھکانا ہی پڑا۔

"نکاح"؟

کل نہیں تو ایک مہینے بعد ہی ہونا تھا مگر وہ اتنا پریشان کیوں ہے اس نکاح سے کون سی بات اسے پریشان کر رہی ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

"میں بتاؤں تمہیں کون سی بات پریشان کر رہی ہے"؟

اس کے سامنے اس کا ایک ہم شکل کھڑا تھا وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"کون سی بات"؟ اس نے عجیب انداز میں اس سے پوچھا۔

"کیونکہ تم ایمان سے محبت کرتے ہو۔ "

کہہ کر وہ عجیب انداز میں مسکرایا اور وہ حیرت سے کھڑا ہو گیا یہ کیا کہہ رہا تھا وہ کون سا انکشاف کر رہا تھا۔

اس کا وہ ہم شکل یہ عجیب و غریب انکشاف کر کے غائب ہو گیا اور وہ وہیں برف کی طرح جم گیا

"محبت ؟"

"کیا وہ واقعی ایمان علی سے محبت کرنے لگا ہے کیا وہ صرف اس لیے اس کی مدد کر رہا ہے ؟"

"ہاں ہاں ہاں"

دل نے جواب دیا۔

کمرے میں اس کا دم گھٹنے لگا وہ باہر نکل آیا باہر سارے گھر کو مختلف روشنیوں سے سجایا جا رہا تھا نکاح کا فیصلہ جتنی جلدی کیا گیا باقی سارے کام بھی اس سپیڈ سے کیے جا رہے تھے۔

"ہیلو ساحل۔"

پیچھے سے سمرہ کی آواز آئی اس نے سرخ آنکھوں سے سمرہ کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی، اس کی خوشی کا اندازہ اس کے چہرے سے ہی لگایا جا سکتا تھا۔

"ہیلو"

وہ بہ مشکل اتنا ہی بول پایا اور چلنے لگا سمرہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی وہ کام کرتے ہوئے آس پاس لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کیسا فیل کر رہے ہو"؟

سمرہ نے پوچھا۔

"کیا مطلب میں کیسا فیل کر رہا ہوں"؟

اس نے حیرانی سے الٹا سوال کر دیا۔

"میں نے کوئی فارسی میں تو نہیں پوچھا بھئی مطلب کل کو ہمارا نکاح ہے تو تمہارے احساسات کیا ہیں""؟

"ان کے احساسات کیا ہونے ہیں جناب کے چہرے سے ہی نظر آ رہا ہے ان کی خوشی کا راز۔"

جواب ساحل کی بجائے عارم نے دیا جو چلتے ہوئے ان دونوں کے بالکل پاس آ گیا سمرہ مسکرا دی، ساحل نے غصے سے عارم کی طرف دیکھا۔

"بھیا کو تو صدمہ لگا ہے۔"

عارم نے مسکراتے ہوئے کہا ساحل سمیت سمرہ نے بھی اسے حیرت سے دیکھا۔

"صدمہ"؟ کیسا صدمہ"؟

سمرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"خوشی کا صدمہ بھئی۔"

سمرہ نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

نیچے سے غزالہ پھپھو کی آواز آئی۔

"سمرہ نیچے آؤ"۔

"اوکے آئی امی۔"

"ایکسوز می۔"

کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اب وہاں صرف ساحل اور عارم کھڑے تھے۔

"مبارک ہو"یقیناً آپ خوش تو بہت ہوں گے بھیا مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ خوشی کے مارے کہیں ہارٹ اٹیک نہ آجائے آپ کو ہاہاہاہاہاہا۔"

"تو میری فکر مت کر چھوٹے مجھے کچھ نہیں ہونے والا بس اتنا سوچ لینا اگر مما پاپا کو تمہاری سرگرمیوں کا علم ہو گیا تو کہیں تمہیں"۔۔۔

ساحل اس کے گال تھپتھپا کر چل پڑا اس کے چہرے سے لگ رہا تھا ساحل کی بات کا اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔

وہ اونچی آواز میں ایک گانا گانے لگا۔

"اپنی تو جیسے تیسے____

تھوڑی ایسے یا ویسے کٹ جائے گی____

آپ کا کیا ہو گا جنابِ عالی_"___

اس کی آواز پیچھے سے ساحل بھی سن رہا تھا مگر اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے وہ گھر سے باہر نکل آیا۔

####################

وہ ساحل کے ساتھ پارک میں بیٹھی تھی، پارک میں آنے کا فیصلہ ساحل نے کیا تھا پہلے اس نے آئس کریم کھلائی اور پھر وہ اسے پارک لے آیا پارک میں آنے کے بعد اس کا ارادہ تھا وہ اسے شاپنگ پہ لے جائے گا یہ بات وہ خود کہہ چکا تھا۔

ساحل اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

وہ سامنے کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہی تھی، بچے دنیا جہاں کے دکھوں سے آزاد کھیلنے میں مصروف تھے بچوں کی کیا خوبصورت زندگی ہوتی ہے کسی چیز کی ٹینشن نہیں ہوتی، نہ رشتوں کی نہ سپنوں کی ، بس معصوم خواہشات ہوتی ہیں ۔

کاش میں اپنے بچپن میں لوٹ سکتی۔

وہ انہیں دیکھ کر سوچنے لگی پھر اپنی اس سوچ پہ خود ہی مسکرا دی۔ جو انسان بچہ ہوتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے وہ بڑا ہو جائے اور بڑا ہونے کے بعد وہ واپس بچپن میں لوٹنا چاہتا ہے۔

اس نے ساحل کی طرف دیکھا وہ بھی ان بچوں کو دیکھ رہا تھا آنکھوں میں اداسی تھی۔

"جانے کس بات پہ اداس ہے؟" اس نے سوچا۔

"ساحل جی"

جی" اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کی آنکھوں کو کیا ہوا"؟

"آنکھوں کو کیا ہونا ہے؟" وہ بے دھیانی سے بولا۔

کیا آپ پریشان ہیں"؟

"ہاں"

"کس بات پہ"؟

"جان کر کیا کریں گی آپ؟"

"ہو سکتا ہے میں آپ کی مدد کر دوں"۔

پھر اپنی سوچ پہ خود ہی شرمندہ ہو گئی وہ بھلا کسی کی کیا مدد کر سکتی ہے وہ تو خود سہاروں پہ پڑی ہوئی ہے

"کل کو میرا نکاح ہے ایمان جی"۔

دل کو سوئی جیسے کچھ چبھ گئی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی پتا نہیں ہر بار اس کی شادی اور نکاح کا ذکر سن کر وہ اتنی اداس کیوں ہو جاتی تھی۔

"میں یہ نکاح نہیں کرنا چاہتا، سمرہ میری پسند نہیں ہے وہ صرف میری دوست ہے میں اس کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزار سکتا اس کی اور میری سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہے میں یہ بات پہلے بھی

سب کو بتا چکا ہوں مگر ان کا کہنا ہے وقت کے ساتھ ساتھ سوچ ایک جیسی ہو جائے گی، مجھے جیون ساتھی کے لیے سمرہ جیسی لڑکی نہیں چاہیے۔"

"تو کیسی لڑکی چاہیے آپ کو؟"

اس نے بے اختیار سی کیفیت میں پوچھا ساحل نے غور سے اسے دیکھا اور ایک بار پھر کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھنے لگا اسے لگا کہ اس سوال نے شاید ساحل کو دکھی کر دیا اس لیے وہ جواب نہیں دے رہا وہ بھی ایک بار پھر بچوں کو دیکھنے لگی ۔

"آپ کے جیسی""۔

ساحل نے بنا اس کی طرف دیکھے کہا وہ شاکڈ ہو کر ساحل کو دیکھنے لگی، اس نے سوچا نہیں تھا ساحل یہ بات اتنی آسانی سے کہہ جائے گا وہ کئی پل ساحل کو دیکھتی رہی اس کا چہرہ دوسری طرف تھا اس کے چہرے پہ ہلکی سیاہ داڑھی اسے مزید پر کشش بنا رہی تھی /

وہ کوئی جواب نہ دے سکی، ان فیکٹ وہ کوئی جواب دینا ہی نہیں چاہتی تھی، وہ خواہ مخواہ ہی اپنے ناخنوں کھروچنے لگی۔

"مجھے آپ جیسی ہی لڑکی چاہیے۔"

وہ ایک بار پھر بولا اس کے ہاتھ رک گئے اس نے ایک بار پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ ابھی بھی بچوں کو دیکھ رہا تھا وہ اس بار بھی کچھ نہیں بول سکی۔

"میں آپ جیسی ہی لڑکی کے ساتھ اپنی ساری زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ "

اس نے اپنی بات جاری رکھی وہ بس خشک نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی، اس کا چہرہ ابھی بھی دوسری طرف تھا۔

وہ ایک بار پھر خواہ مخواہ ناخن کھروچنے لگی۔

"کیا آپ میرے ساتھ اپنی ساری زندگی گزار سکتی ہیں"؟

اس نے جھٹکے سے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا اب وہ بھی براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا دونوں کی نگاہیں ایک پل کے لیے ملیں، پھر اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں، گالوں پہ نمی کا احساس ہوا اسے۔

"مجھے اپنی زندگی گزارنے کے لیے آپ سے اچھی لڑکی کہیں نہیں مل سکتی، میں آپ کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کروں گا آپ کی اپنی مرضی ہے ہر انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی جیون ساتھی خود چن سکے میں صرف آپ کو اپنی خواہش بتا رہا ہوں۔ فیصلے کا اختیار آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ جو بھی فیصلہ کریں میں خوشی خوشی قبول کر لوں گا ہو سکتا ہے ہمارا ملنا واقعی کوئی اتفاق نہ ہو خدا کی مرضی ہو اگر آپ چاہیں تو میں اس رشتے کو آخری سانس تک نبھاؤں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ابھی اس رشتے سے آزاد کر دوں گا۔

لیکن جب تک جہاں تک آپ کو میری ضرورت ہوئی میں آپ کا ساتھ نبھاؤں گا آپ کو پتا ہے کل میرا نکاح ہونے جا رہا ہے آر یا پار کا فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے آپ کو معلوم ہے میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

اس لیے آپ جو بھی فیصلہ کرنا چاہیں ذرا جلدی کیجیے گا کل شاید میں آپ سے ملنے نہ آ سکوں، رات کو

دس بجے میرا نکاح ہو گا اور میں آخری سکینڈ تک آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بھی اپنا پرس سنبھالتی ہوئی کھڑی ہو گئی اس نے اپنے سوال کا جواب نہیں مانگا اور نہ ہی وہ کوئی جواب دینا چاہتی تھی آنکھوں میں آئی نمی کو اس نے پیچھے دھکیلا اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

########################

"کمال کر دیا آپ نے مما۔۔"

عارم نے جوس پیتے ہوئے زارا بیگم سے کہا جو کھیر کھا رہیں تھیں۔

"کمال تو میں ہمیشہ کرتی ہوں عارم، اب دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے کس حد تک ہمارا پلان کام کرتا ہے۔"

"مما بھیا کی شکل تو دیکھنے والی تھی" "چچ چچ چچ بیچارے بھیا اب تو انہیں سچ اگلنا ہی پڑے گا۔"

"عارم ہمارا مقصد ساحل کو دکھ پہنچانا نہیں ہم صرف اس بے غیرت لڑکی کو اس کی اوقات یاد دلانے چاہتے ہیں ساحل تو بھولا بھالا ہے اس چالاک لومڑی نے کوئی دانہ ڈال کر ساحل کو اپنی جال میں پھنسایا ہے ہمیں بس ساحل کو اس جال سے باہر نکالنا ہے۔"

زارا بیگم کھیر کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے بولیں۔

"مما اگر ہمارا پلان ناکام ہو گیا تو"؟

عارم نے تشویش سے پوچھا۔

"میں نے آج تک کوئی ناکام پلان نہیں بنایا عارم اس بار بھی وہ دو ٹکے کی لڑکی مجھے مات نہیں دے پائے گی، ساحل کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی۔

اور تم اپنی زبان بند رکھو گے کسی کو کچھ پتا نہیں چلنا چاہیے ہم یہ سب اس طریقے سے کرنا چاہتے ہیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

عارم نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

######################

لاؤنج میں ٹہلتے ٹہلتے اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

ٹک ٹک ٹک

ساری سوئیاں اپنا اپنا کام کر رہیں تھیں، وقت بڑی تیزی سے گزر رہا تھا وہ ساحل کی باتوں کو یاد کرنے لگی۔

"کیا آپ میرے ساتھ اپنی ساری زندگی گزار سکتی ہیں"؟

"اس سوال کا کیا جواب ہے"؟

"ہاں یا ناں"؟

"اگر ہاں تو کیوں؟ اور اگر ناں تو بھی کیوں ناں"؟

وہ آدھی زندگی گزار چکی ہے اور باقی کی آدھی زندگی گزارنے کے لیے اسے کسی سہارے کی تلاش تھی کسی بیساکھی کی تلاش تھی۔

زندگی اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے زندگی کہہ رہی ہے میرا ہاتھ تھام لو میں تمہیں گرنے نہیں دوں گی۔

"عارم پلیز ایسا مت کرو میں کہاں جاؤں گی میں تمہارے لیے اپنی ساری کشتیاں جلا کر آئی ہوں، تمہیں خدا کا واسطہ۔"

اس کی اپنی آواز چاروں طرف گونج رہی تھی۔

"محبت کے اس سفر میں میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا۔"

"میں نے تم سے نہیں کہا تھا میرے پیچھے بھاگو"

"اور ایک بھاگی ہوئی لڑکی سے کوئی شادی نہیں کرتا۔"

"ایک بھائی ہاتھ نہیں آیا تو دوسرے کو پھنسا لیا۔"

"اگر اپنی عزت چاہتی ہو تو یہاں سے چلی جاؤ ورنہ میں تمہیں ایسے بے عزت کر کے اس گھر سے نکال

دوں گا پھر کبھی تم عارم صدیقی سے ٹکر لینے کی کوشش نہیں کرو گی""۔

"عارم مجھے صرف ایک رات اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دو۔"

"ایک رات کیا ایک سیکنڈ بھی تم یہاں نہیں رہو گی۔"

"اگر میں نے بھی تمہیں دن میں تارے نہ دکھائے تو میرا نام زارا بیگم نہیں۔"

"دیکھیں ایمان جی زندگی میں مشکل حالات سب پہ آتے ہیں زندگی نام ہی خوشی اور غم کا ہے ہمیں یہ سوچ کر خود کو اطمینان دلانا چاہیے کہ سب کچھ کسی کے پاس بھی نہیں ہوتا دنیا میں مکمل کوئی بھی نہیں ہوتا سکون کسی کی زندگی میں بھی نہیں ہوتا تو مشکلوں میں بجائے واویلا مچانے کے صبر کرنا چاہیے۔"

فیصلے کا یہ لمحہ بہت مشکل تھا اس کے لیے اور وقت بہت کم ۔

########################

جاری ہے

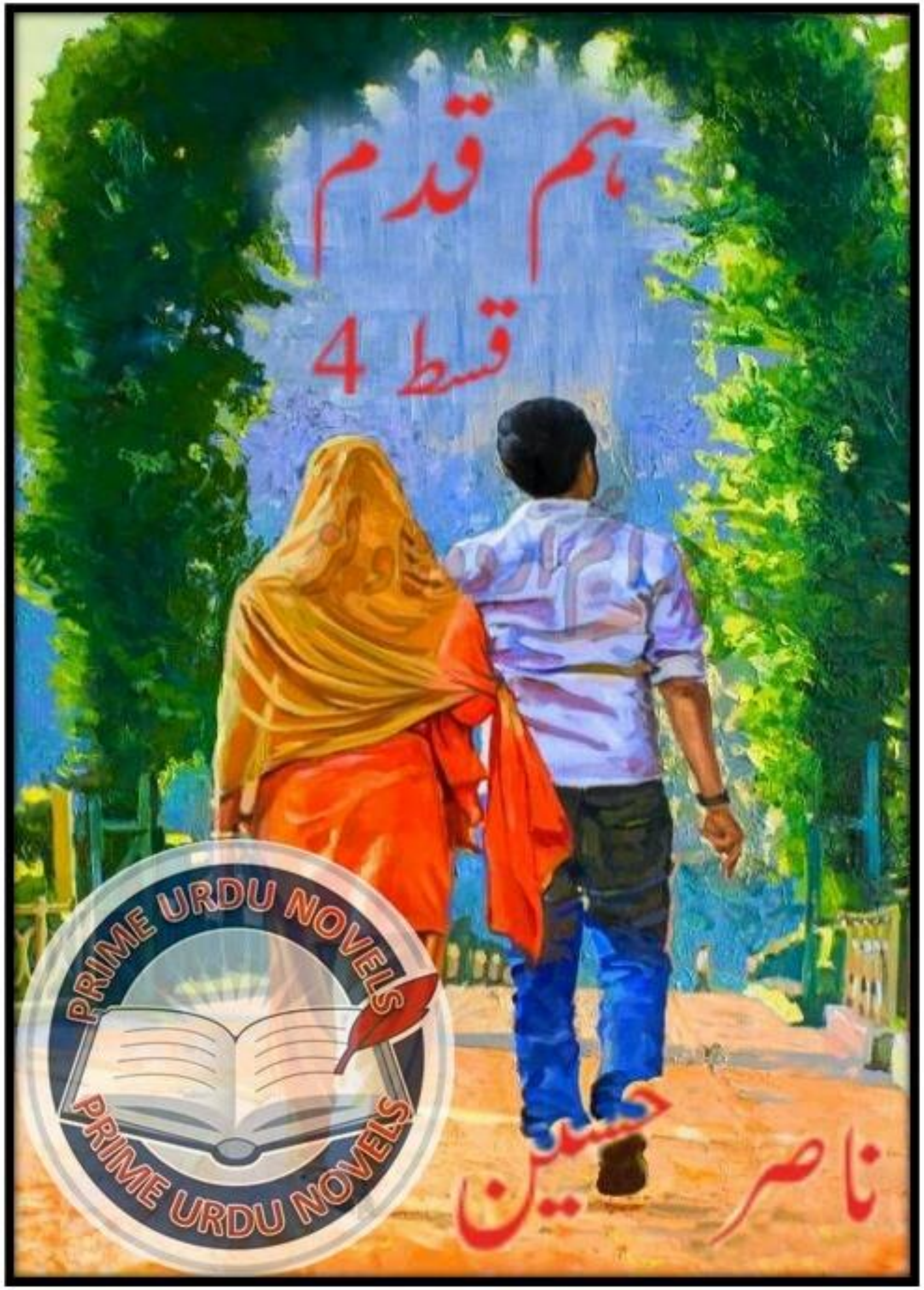
ہم قدم
قسط 4
ناصر حسین
PRIME URDU NOVELS

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہٰذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر:

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

گزشتہ اقساط کا خلاصہ:

ایمان علی نام کی لڑکی کی شادی شہزاد نام کے لڑکے کے ساتھ ہونے والی ہوتی ہے مگر وہ اسے ناپسند کرتی ہے اور شادی والی رات ہی چپکے سے بھاگ جاتی ہے وہ اپنے بوائے فرینڈ عارم سے مل کر اسے شادی کا کہتی ہے مگر وہ اسے عین وقت پہ دھوکہ دے جاتا ہے پھر وہ اچانک سنسان سڑک پہ بے سائبان ہو جاتی ہے اور خودکشی کی کوشش کرتی ہے۔ وہیں اس کی ملاقات ساحل نامہ ایک لڑکے سے ہوتی ہے وہ اسے اپنی گاڑی میں بٹھاتا ہے لیکن ایک مجبوری کے تحت ان دونوں کو نکاح کرنا پڑتا ہے اور ساحل اسے اپنے گھر لے جاتا ہے لیکن ایمان علی کے قدموں تلے سے زمین نکل جاتی ہے جب اسے پتا چلتا ہے کہ ساحل عارم کا بھائی ہے۔

ساحل کی شادی اس کی پھوپھی زاد سمرہ سے ہونے والی ہوتی ہے۔

ساحل جب آفس جاتا ہے تو عارم ایمان پہ الزام لگا کر اسے گھر سے باہر نکلوا دیتا ہے۔

ایمان ساحل کو میسجز اور کالز کرتی ہے مگر موبائل سائلینٹ پہ ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں پاتا جب وہ آفس سے گھر آتا ہے تو سمرہ کی زبانی اسے پتا چلتا ہے کہ ایمان کو گھر سے نکال دیا گیا ہے وہ بدحواس ہو کر ایمان کو ڈھونڈنے لگتا ہے بڑی محنت کے بعد وہ اسے دیکھ ہی لیتا ہے اور وہ اسے ایک اپارٹمنٹ میں لے آتا ہے۔

زارا بیگم (ساحل کی ماں) اور عارم جان جاتے ہیں ساحل اور ایمان کے نکاح کے بارے میں اس لیے زارا بیگم جلد از جلد ساحل کا نکاح سمرہ کے ساتھ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ساحل ایمان سے محبت کرنے لگتا ہے جس کا وہ اظہار بھی کرتا ہے اور ایمان کے سامنے اپنا فیصلہ رکھتا ہے جس میں وہ یہ کہتا ہے وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ پوری زندگی گزارنا چاہتا ہے گھر میں نکاح کا فنکشن ہوتا ہے۔ اب آگے ملاحظہ فرمائیں

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز
PRIME URDU NOVELS

قسط:4

جب ساحل گھر میں داخل ہوا تو گھر میں ایک میلے کا سماں تھا ہر طرف لوگ ہی لوگ شور ہی شور تھا۔ اسے عجیب جھنجلاہٹ ہونے لگی وہ کسی بھی طرح ایک پل میں یہاں سے غائب ہو جانا چاہتا تھا گھر کا تو کوئی افراد اسے نظر نہیں آیا۔ شاید ادھر ادھر ہوں گے اس نے سوچا اور سب کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ جانتا تھا سبھی لڑکیاں اور خواتین اسے دیکھ رہی ہوں گی کیونکہ آج اس ڈرامے کا مرکزی کردار وہی تھا سیڑھیوں پہ ہر طرف خوبصورت پھول اور روشنیاں لگی ہوئی تھیں۔ اب وہ دو چار اسٹیپ ہی اوپر چڑھا تھا، جب اوپر والی سیڑھی پہ اس کا سامنا زارا بیگم سے ہوا۔ ہاف بازو والی خوبصورت سیاہ ساڑھی میں ملبوس اس وقت وہ اپنی عمر سے کافی چھوٹی لگ رہی تھیں۔ کوئی بھی انہیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دو نوجوان بچوں کی ماں ہے ان کے ہاتھ میں کوک کا گلاس تھا جو وہ آدھا پی چکی تھیں انہوں نے تعجب سے ساحل کو دیکھا۔

"کہاں رہ گئے تھے ساحل کب سے تمہارا انتظار ہو رہا ہے کئی مہمان تمہارا پوچھ چکے ہیں۔"

زرا بیگم نے سرگوشی میں کہا تا کہ ان کی بات دوسرا کوئی نہ سن سکے۔

"مما وہ میں۔۔۔۔۔۔" زارا بیگم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اب تفصیل سننے کا وقت نہیں ہے، جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ۔ کپڑے وغیرہ سب کچھ تمہارے کمرے میں ہی رکھا ہے۔" وہ ایک پل بھی مزید وہاں رکے بناء اپنے کمرے میں آ گیا سامنے بیڈ پہ ایک خوبصورت سفید شیروانی پڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر ہی گھٹن کا احساس ہوا۔ اس کا دماغ اس وقت اس کمرے میں نہیں تھا وہ کہیں اور تھا کہیں پیچھے کہیں بہت پیچھے۔

وہ مجبوراً واش روم میں گھس گیا کافی دیر تک وہ ٹھنڈے پانی سے نہاتا رہا پانی بھی عجیب سرور میں مبتلا کر رہا تھا اسے کپڑے چینج کر کے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا اس کی نگاہیں بار بار بھٹک کر فون کی طرف جا رہی تھیں۔

"ہیلو بھیا"؟

وہ عارم کی آواز پہ چونکا مگر بولا کچھ بھی نہیں بالوں میں کنگھی کرتا رہا۔

" How Are You?"

عارم نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ اس کے مسکرانے کی وجہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا وہ اس بار بھی کچھ نہیں بولا عارم اس کے بالکل پاس آگیا اور اس کے ہاتھوں سے کنگھی لے کر اس کے بال میں کنگھی کرنے لگا اسے الجھن ہونے لگی۔

"آپ کی خوشی کا اندازہ تو آپ کے چہرے سے ہو رہا ہے بٹ ویٹ کچھ ہی لمحے باقی ہیں بھیا۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا اس نے عارم کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تمہیں کچھ چاہیے تھا عارم"؟ اس نے غصہ ضبط کر کے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ارے نہیں بھیا آپ تو خواہ مخواہ غصہ ہو رہے ہیں یہ آپ کی زندگی کا اتنا خاص دن ہے۔ آج کے دن تو کم از کم غصہ نہ کریں۔ ویسے میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ نیچے سبھی مہمان جناب کا انتظار کر رہے ہیں۔ "

" Ok I am Coming with in Five Minutes "

وہ اب ہاتھوں میں خوبصورت کلاک باندھنے لگا۔

"جلدی آیئے گا، آپ کا خصوصاً انتظار کیا جا رہا ہے۔" عارم کہتا ہوا باہر نکل گیا وہ ایک بار پھر اپنے موبائل کو دیکھنے لگا۔

########################

"

ٹک ٹک ٹک۔"

گھڑی کی سوئی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی وقت بہت کم تھا آٹھ بج چکے تھے۔ صرف دو گھنٹے باقی تھے اور یہ دو گھنٹے بھی ایک سو بیس منٹ بعد ہر لگا کر اڑ جائیں گے اسے جو بھی فیصلہ کرنا تھا جلدی ہی کرنا تھا۔

وہ جس کی چاہت جس کی محبت میں گھر سے نکلی تھی، وہ تو نہیں ملا۔ اگر وہ نہیں تو کوئی بھی۔ جب وہ نہیں تو کوئی بھی ہو وم اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ راتوں کو رو رو کر خدا سے اپنے لیے سہارا مانگتی تھی۔ اب جب خدا نے اس کی بات سن لی اسے راستہ دکھا دیا اس کے لیے سہارا پیدا کر دیا تو کیا وہ انکار کرتی نہ کرتی۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں میں ساحل سے کہوں گی مجھے اسی کے ساتھ رہنا ہے ساری عمر وہی وہی میرے لیے سہی ہے اس سے بہتر انسان کوئی نہیں اس سے بہتر تو کوئی نہیں ہو سکتا" ۔

#####################

"سمرہ کہاں ہے غزالہ بہن؟"زارا بیگم نے غزالہ پھپھو سے پوچھا۔

"وہ تیار ہونے گئی ہے بیوٹی پارلر دو گھنٹے ہو رہے ہیں ابھی تک نہیں آئی بھابھی ایک گھنٹے کا کہہ کر گئی تھی۔"غزالہ پھپھو گھبرائی ہوئی بولیں۔

"غزالہ بہن اسے جلدی فون کرو۔ سارے مہمان آ چکے ہیں کھانے کے بعد نکاح کا ٹائم ہے"۔

زارا بیگم کہتی ہوئی اپنی ایک سہیلی سے ملنے چلی گئی جبکہ غزالہ پھپھو غصے سے سمرہ کا نمبر ملانے لگی۔ بیل جا رہی تھی مگر فون اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔ انہیں مزید غصہ آیا ایک بار پھر وہ اس کا نمبر ٹرائی کرنے لگیں خدا خدا کر کے اس بار اس نے کال اٹینڈ کر ہی لیا۔

" What Happened "

"ارے تو کہاں ہے جلدی آجا"۔

"کیا ہوا امی آپ کو پتا ہے ناں میں پارلر میں ہوں" ۔

"دو گھنٹے ہو گئے ہیں مہمان سارے آ چکے ہیں اور تم ابھی تک پارلر میں ہو جلدی کرو تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے۔"

"اوکے امی آ رہی ہوں۔"

فون کٹ کر دیا گیا تھا۔

######################

"کس کا فون تھا؟" سالار نے پوچھا سمرہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"امی کا۔" وہ اداسی سے بولی۔

"کیا کہہ رہی تھیں؟" اس کے چہرے پہ بھی اداسی تھی۔

"وہ کہہ رہی تھیں نکاح کے لیے دیر ہو رہی ہے۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"تو اب کیا کریں؟" سالار نے پوچھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا لیکن میں ساحل سے نکاح نہیں کرنا چاہتی سالار۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا ایک مہینے بعد ہے شادی تو اچانک اتنی جلدی اتنی ایمرجنسی میں نکاح کیوں کیا جا رہا ہے۔"

"پتا نہیں مامی کو کیا سوجھی میں تو ان کے آگے کچھ بول ہی نہیں پائی میں تو فوراً وہاں سے چلی گئی، مجھے نہیں پتا بعد میں کیا باتیں ہوئیں۔ مجھے لگتا ہے ساحل بھی اس طرح نکاح کے حق میں نہیں ہے، اس لیے اس کا چہرہ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا میں نے اسے کریدنے کی بہت کوشش کی مگر میں کچھ نہیں جان پائی"۔

وہ دونوں کار میں بیٹھے تھے دونوں کے چہروں پہ اداسی تھی۔ سمرہ تو اب باقاعدہ رو بھی رہی تھی۔

"پلیز رو مت سمرہ کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔" سالار نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"سالار میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں، میں ساحل سے شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ وہ صرف میرا دوست ہے پہلے پہل مجھے لگا تھا اب ایک مہینہ ہے میں کچھ نہ کچھ کر لوں گی، لیکن اچانک نکاح نے سارا معاملہ ہی خراب کر دیا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہم دونوں بھاگ کر کورٹ میرج کر لیں؟"

سالار کو جھٹکا لگا۔

"آئم سوری سمرہ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ میرے گھر میں ایک ماں ہے، میں انہیں کسی قیمت پر بھی ناراض نہیں کر سکتا۔ ان کا دل دکھانے کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا اور ویسے بھی تمہاری فیملی بہت بڑی ہے، بھاگ کر شادی کرنے کی صورت میں ہم ہی مشکل میں پڑ سکتے ہیں بس دعا کرو کوئی راستہ نکل ہی آئے۔"

"اب کیا راستہ بچا ہے سالار میں پل صراط پر کھڑی ہوں نکاح میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے اب تو کوئی معجزہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

##################

ساحل صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا آس پاس لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس وہ عورتیں اپنی خوبصورتی کی نمائش کر رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ قہقہے بھی لگائے جا رہے تھے۔ اسے اس ماحول میں عجیب گھٹن کا احساس ہوا سر میں بھی شدید درد تھا، وہ بار بار موبائل کی طرف دیکھ رہا تھا کہیں سے کوئی میسج کہیں سے کوئی آجائے۔

"کیا میں خود اسے کال کروں؟"

یہ سوال اس کے ذہن میں آیا تو اس نے موبائل سے ایک مخصوص نمبر ڈائل کیا اور موبائل کو کان پہ رکھ کر انتظار کرنے لگا اچانک کسی نے اس کے ہاتھوں سے موبائل چھین لیا۔ یہ اتنی تیزی سے ہوا وہ گردن گھما کر دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ سامنے عارم کھڑا تھا جو اس کے ہاتھوں سے موبائل جھپٹ کر مسکرا رہا تھا وہ غصے سے کھول گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے عارم؟"

"تو برادر یہ بد تمیزی نہیں ہے محبت ہے۔" ساحل نے دانت پیسے۔

"میرا موبائل واپس دو اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔"

"ارے بھیا آپ کے نکاح میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے اور آپ کو موبائل کی پڑی ہے کم آن"۔

"عارم میں نے کہا میرا موبائل دو اس بار وہ ذرا چلایا۔" شور سن کر زارا بیگم بھی وہاں آگئیں۔

"کیا ہو رہا ہے ؟ کیوں شور مچا رہے ہو "؟ انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

"کچھ نہیں مما! بس بھیا اپنی ہونے والی مسسز سے چیٹنگ میں لگے تھے تو میں نے موبائل لے لیا اب ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے کچھ دیر بعد نکاح ہے اور موصوف موبائل پہ مصروف ہیں "۔

عارم نے پہلے ہی صفائی پیش کر دی اور موبائل آف کیا اور بیٹری نکال کر ساحل کو واپس کر دیا۔ ساحل خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا اس کے چہرے پہ ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"چلو ساحل اب تم اسٹیج پہ چلو سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور سمرہ بھی پارلر سے آنے والی ہو گی۔" زارا بیگم اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے لے گئیں۔

######################

وہ پرس سے موبائل نکال کر ساحل کا نمبر ملانے لگی، مگر اس کا نمبر بند مل رہا تھا اس کے چہرے پہ تھوڑی پریشانی آئی۔ اگلے پل اس نے ایک بار پھر کوشش کرنے کی کوشش کی مگر اس بار بھی جواب سابقہ آیا۔

########################

"کہاں رہ گئی یہ لڑکی"؟

غزالہ پھپھو نے ایک بار مزید نمبر ملایا لیکن اس بار بھی اسے جواب نہیں ملا وہ اضطراب کے عالم میں دروازے کے پاس آکر ٹہلنے لگیں۔ انہیں آہستہ آہستہ غصہ بھی آنے لگا ادھر نکاح کا وقت ہونے والا تھا مہمان تقریباً سبھی کھانا کھا چکے تھے۔ اچانک دروازے پہ سمرہ اسے آتی ہوئی نظر آئی وہ ایک سکینڈ بھی ضائع کیے بناء اس کے سر پہ پہنچ گئی ۔

"کہاں مر گئی تھی ؟کب سے انتظار ہو رہا ہے تمہارا۔"

انہوں نے غصے میں سمرہ سے سوال کیا اور پھر غور سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"یہ کیا تم نے ابھی تک میک اپ نہیں کروایا؟" انہوں نے دانت پیس کر پوچھا۔

"امی وہ پارلر بند تھا اس لیے۔۔۔۔" غزالہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

"پارلر بند تھا اور تم دو گھنٹے وہاں بیٹھ کر پارلر کھلنے کا انتظار کرتی رہیں تمہارا دماغ تو نہیں خراب لڑکی۔"

"امی بس مجھے دس منٹ دیں میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔" وہ جواب سنے بناء ہی بھاگتی ہوئی اپنے کمرے تک پہنچی۔

####################

آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا وہ سفید شیروانی میں ملبوس سٹیج پر بیٹھا تھا اور بیزاری سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا موبائل بھی نہیں تھا اس کے پاس اس وجہ سے اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔

اس نے رومال نکال کر ماتھے پہ آیا پسینہ پونچھا۔ ہر طرف گہما گہمی تھی میوزک کی زوردار آواز چاروں طرف بج رہی تھی اور اسے ان سب چیزوں سے گھٹن ہونے لگی تھی۔ آس پاس دیکھتے ہوئے اس کی نظر سامنے جا کر رک گئی۔ سامنے ایک لڑکی خود کو پوری طرح چادر میں لپیٹے ہوئے کھڑی تھی اس کی صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی وہ دور کھڑی تھی اس وجہ سے اسے اچھی طرح نظر نہیں آ رہی تھی، مگر اتنا وہ دیکھ سکتا تھا وہ لڑکی اسے ہی دیکھ رہی ہے اس کی آنکھوں میں ایک اضطراب تھا۔

اس لڑکی نے آس پاس گھبرا کر دیکھا پھر اسے اشارہ کیا وہ کرنٹ کھا گیا اسے سمجھ نہیں آیا وہ لڑکی اسے

اشارہ کر کے کیوں بلا رہی ہے۔

اس لڑکی نے ایک بار پھر اسے اشارے سے بلایا اس بار وہ بے ساختہ کھڑا ہو گیا اور اس لڑکی کی طرف جانے لگا اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ لڑکی سیڑھیاں عبور کرتی ہوئی اوپر جانے لگی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا وہ لڑکی اوپر ایک کمرے میں چلی گئی اور وہ الجھن میں مبتلا ہو رہا تھا۔

کون ہے یہ لڑکی؟ کیا چاہتی ہے؟ اس نے اشارہ کیوں کیا تھا اسے؟ وہ بھی جھجکتے ہوئے اس کمرے میں چلا گیا وہ لڑکی اس کی منتظر تھی۔ اس کے آتے ہی اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور وہ بوکھلا گیا اب وہ اپنی چادر اتار رہی تھی۔

######################

سمرہ تیار ہونے کے لیے کمرے میں آئی تھی لیکن اس کا تیار ہونے کا بالکل ارادہ نہیں تھا وہ بہت بے چین تھی اب وہ ٹہلتے ہوئے ایک نمبر ملانے لگی تھی۔ دوسری بیل پہ کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

"ہیلو ہاں سمرہ بتاؤ کیا ہوا؟" بے تابی سے پوچھا گیا تھا۔

"ہونا کیا ہے سالار تھوڑی دیر بعد نکاح ہے اور میں نکاح نہیں کرنا چاہتی۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"ٹینشن مت لو سمرہ! اب جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے کسی کے روکے سے کبھی نہیں رکتا اب

کیا کیا جاسکتا ہے۔" سالار اداسی سے بولا۔

"کیا کیا جاسکتا ہے کیا مطلب؟ میں نے تم سے پیار کیا ہے اب تم ہی مجھے اس مصیبت سے باہر نکالو۔"

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں، اب کرنے کو بچا ہی کیا ہے؟" سالار نے پوچھا۔

"ہم بھاگ کورٹ میرج کر لیتے ہیں؟"

"میں نے تمہیں بتایا ناں سمرہ یہ سب میرے لیے آسان نہیں ہے کورٹ میرج کوئی معمولی بات نہیں ہے ہم چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتے۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا میں نے کہا ناں تمہیں آنا ہے میں ابھی سامان پیک کر رہی ہوں تم آدھے گھنٹے تک پہنچو یہاں، اگر تم نہیں آئے تو یاد رکھنا میں نے اپنی جان دے دینی ہے۔" وہ غصے سے بولی

"لیکن سمرہ۔۔۔۔" دوسری طرف کچھ کہنے کی کوشش کی گئی مگر سمرہ نے کال ہی کٹ کر دی۔

####################

"آپ کون ہیں اور۔۔۔۔" وہ لڑکی اب اپنے چہرے سے نقاب ہٹانے لگی تھی اس کے چہرے پہ کوئی نقاب نہیں تھا وہ اسے دیکھ کر سناٹے میں آگیا۔

"ایمان جی آپ اور یہاں؟ اس طرح؟" اس کی حیرت عروج پر تھی۔

"ہاں مجھے اسی طرح آنا پڑا کیونکہ آپ کا نمبر بند تھا اور میرے پاس آپ سے رابطے کا کوئی اور ذریعہ ہی نہیں بچا تھا اس لیے مجبوراً مجھے اس طرح کا روپ دھار کر آنا پڑا۔" وہ پھولے ہوئے سانسوں سے بولی اس کی آواز میں کافی تھکان محسوس کی جاسکتی تھی ایسے جیسے یہاں تک پہنچنے کے لیے اس نے بہت محنت کی ہو۔

"اوکے آپ بیٹھ جائیں بیڈ پہ۔" ساحل نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر بیڈ پہ بٹھا دیا وہ چپ چاپ بیٹھ گئی اب ساحل میز پہ رکھے ہوئے جگ سے پانی نکالنے لگا گلاس بھر کر اس نے ایمان کی طرف بڑھایا اس نے گلاس تھام کر ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی ختم کر دیا اب ساحل اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے ڈرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟ ایسے اچانک مطلب؟" وہ ابھی بھی اس کے یوں آنے پر حیران تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ وہ آپ نے کہا تھا ناں مطلب کہ آپ کہہ رہے تھے میں آپ کے ساتھ رہوں تو وہ ۔۔۔۔۔"

ساحل نے بے تاب نگاہوں سے اسے دیکھا وہ اس کے منہ سے نکلنے والے اگلے جملے کا شدت سے انتظار کر رہا تھا جب کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولی تو ساحل کو اسے مخاطب کرنا ہی پڑا۔

"ہاں ہاں بولیں ایمان جی کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" ساحل نے اس کا حوصلہ بڑھایا اس نے اپنے اندر ہمت پیدا کی۔

"وہ میں آپ کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں آپ پلیز سمرہ سے نکاح نہ کریں۔" ساحل تو ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

###################

زارا بیگم عارم کے پاس آئیں جو اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا زارا بیگم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ دوستوں سے ایکسکیوز کرتا ان کی طرف آیا ہر طرف شور تھا۔

"What Happened Mama?

"نکاح کا وقت ہو چکا ہے ساحل کہاں ہے؟"

زارا بیگم نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا عارم کے ماتھے پہ لکیریں آئیں ۔

"اپنے روم میں ہو گا آپ نے چیک کیا وہاں؟" عارم نے ڈرنک ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا ۔

"نہیں تم وہاں جا کر دیکھو یہ لڑکا میری سمجھ سے باہر ہے میرا دل کہہ رہا ہے، کچھ برا ہونے والا ہے عارم۔" وہ ماتھے پہ آیا پسینہ پونچھنے لگیں۔ عارم کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

"مما اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو جائے ہمیں یہ نکاح کروا دینا چاہیے ۔"

"ہاں جا کر اسے بلا کر لاؤ، پتا نہیں کہاں ہے وہ؟" زارا بیگم کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی ۔ ادھر ادھر

بھیڑ میں کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"اوکے میں دیکھتا ہوں مما۔" عارم کہتا ہوا آگے بڑھا مگر اگلے ہی لمحے رک گیا اسے سیڑھیوں پر ساحل دکھائی دیا جو اس طرف ہی آ رہا تھا اس نے سکون کا سانس لیا ہونٹوں پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ آئی۔

"مما وہ رہے پاپا کے لاڈلے صاحب۔" عارم نے زارا بیگم کو مخاطب کیا ان کی جان میں جان آئی گہری سانس لے کر وہ ساحل کی طرف بڑھیں۔

"کیا کر رہے ہو ساحل اتنی دیر سے کہاں تھے آ و جلدی۔" وہ ساحل کا ہاتھ پکڑ کر نیچے لے آنے لگیں، ساحل مضطرب تھا۔

"مما مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیر کر تمہید باندھ ہی دی۔

زارا بیگم چلتے چلتے رکیں، انہوں نے غور سے ساحل کو دیکھا ایک انجانا خوف انہیں چھو کر نکل گیا ان کی چھٹی حس انہیں کچھ غلط اشارے کر رہی تھی۔

"بات بعد میں کر لینا پہلے نکاح ہو جائے ۔"

"مما لیکن یہ بات بہت ضروری ہے۔" وہ افسردگی سے بولا زارا بیگم کا اضطراب بڑھ گیا۔

"ساحل کیا بچوں جیسی ضد کر رہے ہو آ و نیچے اسٹیج پہ۔" انہوں نے ایک بار پھر ساحل کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے جا کر اسٹیج پہ بٹھا دیا۔

ساحل نے اوپر والے بند کمرے کی طرف دیکھا ہر طرف شور ہی شور تھا آوازیں ہی آوازیں تھیں مگر وہ کچھ سن نہیں پا رہا تھا کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

####################

سمرہ اس وقت بیگ میں اپنے کچھ کپڑے اور ضروری سامان ڈال رہی تھی ارادہ اس کا بھاگنے کا تھا اس نے دروازے کو اچھی طرح بند کر رکھا تھا بے چینی اس کی بڑھتی جا رہی تھی۔ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا تھا وہ سامان پیک کر کے کھڑکی کی طرف آئی جہاں سے بھاگنے کا راستہ تھا باہر انتارش بھی نہیں تھا وہ بڑی آسانی سے نکل سکتی تھی۔

بیگ میں اس نے کچھ زیور اور اپنے کچھ خاص قیمتی کپڑے رکھے۔

اب وہ موبائل نکال کر ایک نمبر ملانے لگی اس کے کھلے بال شانوں پہ لٹک رہے تھے وہ ہمیشہ کے حلیے میں تھی جینز اور ٹی شرٹ۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے اسے سالار کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو کہاں ہو سالار؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"بس آرہا ہوں یار تھوڑا صبر کرو۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"پلیز جلدی آؤ میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"آدھے گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں یار تم تیار ہو ناں؟"

"ہاں میں تیار ہوں۔بس جلدی آؤ آدھا گھنٹہ بہت زیادہ ہوتا ہے آدھے گھنٹے تک کیسے سنبھالوں گی سب کو؟" اس نے ماتھے پہ آئے بالوں کو پیچھے جھٹکا۔

"یار آتو رہا ہوں، تمہارے لیے جان ہتھیلی پہ لے کر چل رہا ہوں۔"

"ہاں بس جلدی آؤ، میں دیکھتی ہوں آدھے گھنٹے تک یہ نکاح کیسے روکنا ہے، میں کچھ سوچتی ہوں۔"

اس نے فون کٹ کر دیا اور نڈھال سی صوفے پر بیٹھ گئی اور سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

###################

سب گھر والے سٹیج پہ موجود تھے۔ساحل ایک خوبصورت صوفے پہ بیٹھا تھا پاس اکبر صدیقی اور زارا بیگم بیٹھی تھیں عارم اور غزالہ پھپھو بھی پاس ہی کھڑی تھیں۔

وہ سب کو بتانا چاہتا تھا مگر وہ ہمت ہی نہیں کر رہا تھا لیکن اسے ہمت تو کرنی ہی تھی۔

"غزالہ بہن سمرہ کو جا کر بلا لائیں تیار ہوئی کہ نہیں؟" زارا بیگم نے غزالہ پھپھو سے کہا وہ جانے کے لیے پلٹیں تو ساحل صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک منٹ مما!" ساحل نے کہا تو غزالہ پھپھو جاتے جاتے رک گئیں۔ زارا بیگم نے حیرانی سے اسے دیکھا عارم کے چہرے پہ بھی ایک رنگ آیا ساحل کے چہرے پہ غیر معمولی سنجیدگی سے سب حیران تھے اکبر صدیقی بھی اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔" اس نے تیزی سے اپنا جملہ مکمل کیا یہ سوچ کر کوئی الفاظ اس کے منہ میں ہی نہ رہ جائے۔

زارا بیگم کو چھت خود پہ گرتا ہوا محسوس ہوا، انہوں نے حیرت سے منہ پہ ہاتھ رکھا یہی حال سب کا تھا عارم کے ہاتھوں سے شیشے کا گلاس گر کر زمین بوس ہو گیا۔ سارے ماحول میں خاموشی چھا گئی۔ ہر آواز بند ہو چکی تھی اکبر صدیقی اور غزالہ پھپھو صدمے سے ساحل کو دیکھنے لگے وہ سب یقین اور بے یقینی کے درمیان کھڑے تھے۔

"کیا کیا کہا تم نے ؟" اکبر صدیقی نے حیران ہو کر سوال کیا انہیں لگا شاید وہ سن نہیں پائے۔

زارا بیگم صدمے سے نڈھال نظر آنے لگیں غزالہ پھپھو پر بھی ماونٹ ایورسٹ کی چوٹی گر گئی۔

"پاپا میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔" اس نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی اکبر صدیقی کے ماتھے پہ کچھ لہریں آئیں عارم دانت پیس کر غصے سے ساحل کو دیکھ رہا تھا۔

What?

"تم تم دماغ خراب ہے تمہارا کیا بکواس کر رہے ہو۔" اکبر صدیقی سر گوشی کے انداز میں دھاڑے وہ مہمانوں کے سامنے تماشا نہیں کرنا چاہتے تھے ۔

ساحل ان کے الفاظ سے زیادہ ان کے لہجے سے گھبرا گیا اس وقت وہ غصے سے لال ہو چکے تھے۔ اس کی اس بات سے گھر میں کتنا بڑا طوفان آسکتا ہے یہ اندازہ تھا اسے وہ ڈر بھی رہا تھا مگر پر اعتماد بھی تھا یہ وقت ڈرنے یا کمزور پڑنے کا نہیں تھا۔

"ہاں پاپا میں سمرہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

سیڑھیوں کے اوپر جو سمرہ کھڑی تھی وہ اس کا یہ جملہ سن چکی تھی اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی وہ بھاگنے کے لیے باہر کا جائزہ لینے آئی تھی مگر یہاں تو ساری بازی الٹ چکی تھی۔ وہ معجزات کا مطلب سمجھنے لگی تھی کسی نے اس کے سر سے منوں پتھر ہٹا دیے وہ خوشی سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے تک آئی جلدی جلدی دروازہ بند کر دیا اور سالار کا نمبر ملانے لگی۔

"ہیلو کہاں ہو؟"

"سمرہ میں آچکا ہوں۔" سالار کی آواز اسے سنائی دی۔

"اب تمہیں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" سمرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟ کیوں؟ میں تمہارے گھر کے پاس ہوں، اب تمہیں کیا ہو گیا فیصلہ کیوں بدل لیا تم نے اپنا؟" وہ حیرانی سے پوچھنے لگا۔

"کیونکہ ہمارے راستے کا پتھر ہٹ چکا ہے۔ کیا تم یقین کرو گے ساحل نے خود نکاح سے انکار کر دیا ہے۔" وہ خوشی خوشی بتانے لگی۔

"کیا؟انکار کر دیا ہے لیکن کیوں؟"اس کی آواز میں بھی خوشی محسوس کی جا سکتی تھی۔

"کیوں کا تو مجھے نہیں پتا بس میرا راستہ صاف ہو گیا اب تم واپس لوٹ جاؤ میں اس تماشے کے بعد تم سے رابطہ کروں گی او کے بائے۔"اس نے فون کاٹ کر خوشی سے ایک جمپ لگائی۔

####################

"کیوں نہیں کرنا چاہتے نکاح؟"اکبر صدیقی نے خونخوار نگاہوں سے ساحل کی طرف دیکھا جو پہلے ہی بہت سہا ہوا تھا۔

"ساحل تم ہوش میں تو ہو جانتے بھی ہو کیا کہہ رہے ہو؟"اب کی بار زارا بیگم آگے بڑھیں اور اسے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگیں۔

"مما میرا نکاح ہو چکا ہے۔"زارا بیگم ڈھیلی پڑ گئیں،آسمان سر پہ گرنا کسے کہتے ہیں یہ وہاں کھڑا ہر شخص سمجھ سکتا تھا۔غزالہ پھپھو پھٹی ہوئی نگاہوں سے اس تماشے کو دیکھ رہی تھیں

"نکاح ہو چکا ہے؟"اکبر صدیقی ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اں پاپا کچھ دن پہلے میرا نکاح ہوا ہے اور میں آپ سب کو یہ بات بتانا چاہتا تھا لیکن اچانک مما کے اس فیصلے نے مجھے مجبور کر دیا۔پاپا میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں،اسی کے ساتھ ہی شادی کرنا چاہتا ہوں

میں نے آپ کو ہمیشہ سے بتایا تھا سمرہ میری صرف دوست ہے میں سمرہ سے شادی کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ تو آپ لوگوں کی ضد کے سامنے۔۔۔۔۔" اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی کہ اکبر صدیقی کے ہاتھوں اسے زناٹے دار تھپڑ پڑا۔

"خاموش جتنی بکواس تو نے کرنی تھی کر چکے ہو اب چپ چاپ یہ نکاح کرو اور اس لڑکی کا کیا کرنا ہے یہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔" وہ زور سے چلائے۔

"ہاں ساحل! تمہارے پاپا صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ نکاح کر لو اس لڑکی کا فیصلہ ہم بعد۔۔۔۔" زارا بیگم کی بات اس نے بیچ میں کاٹ دی۔

"سوری مما میں ایسا نہیں کر سکتا میں نے کسی سے وعدہ کیا ہے اور میں وعدہ نہیں توڑنا چاہتا۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟" اکبر صدیقی نے پوچھا۔

"وہ اس وقت یہیں اس گھر میں موجود ہے میں اسے لے کر آتا ہوں۔" کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا سب کے وجود دھماکوں کی زد میں تھے۔

تھوڑی دیر وہ اپنے کمرے سے ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر نیچے لے آیا۔ سارے مہمان ایک فلم کی طرح اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اکبر صدیقی اس لڑکی کو دیکھ کر کرنٹ کھا گئے یہی حال غزالہ پھپھو کا بھی تھا وہ اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اسے سب کے سامنے لے آیا سب کی آنکھیں پھیل جاتی ہیں ان میں سے کسی نے بھی سوچا نہیں تھا یہ سب ہونے والا ہے اس نکاح میں ۔

"یہ یہ تو تمہارے دوست کی بیوی ہے ناں؟یہی کہہ کر اس رات اسے گھر میں لائے تھے تم؟" اکبر صدیقی شکستہ لہجے میں بولے غزالہ پھپھو کی آنکھوں میں آنسو تھے زارا بیگم کو اپنی ہار نظر آنے لگی ہر بازی ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگی۔

'میں نے جھوٹ بولا تھا پاپا، یہ میری بیوی ہے۔" وہ نگاہیں جھکا کر بولا ایمان کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

"پاپا میں ایمان سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں آپ ایمان کو قبول کر لیں۔"

"کیا کہا میں اسے قبول کر لوں؟ میں تمہاری اس بھول کو کبھی نہیں قبول کروں گا یہ نہ تو تمہاری بیوی بنے گی اور نہ ہی اس گھر کی بہو اس لیے ابھی تم اسے سب کے سامنے طلاق دو گے۔"

ساحل اور ایمان دونوں کا منہ پھٹ گیا۔

"ہاں ساحل! تم ابھی اسے طلاق دو اور سمرہ سے نکاح کر لو۔ تم جانتے نہیں اس لڑکی کے بارے میں بیٹا تم۔۔۔۔" زارا بیگم نے آگے بڑھ کر اس کے گالوں کو چھو کر کہا۔ ان کی جیتی ہوئی بازی ہار میں بدل رہی تھی۔ انہوں نے حقارت سے اس دو ٹکے کی لڑکی کو دیکھا جو انہیں مات دے رہی تھی۔

"مما میں ایسا نہیں کر سکتا میں ایمان سے بہت محبت کرتا ہوں میں سمرہ کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔" وہ بے بسی سے بولا اس کی آنکھوں میں ایک التجا تھی۔

"اگر ایسا نہیں کر سکتے تو میرے گھر سے باہر نکل جاؤ میں تمہیں اور تمہاری اس بھول کو کبھی قبول نہیں

کروں گا۔" اکبر صدیقی نے غصے سے کہا۔

"نہیں پاپا آپ پلیز ایسا مت کریں۔ میں آپ کے بناء نہیں رہ سکتا میں کہاں جاؤں گا۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"یہ تمہیں نکاح کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے تھا اب تم نے اپنی مرضی کرلی تم نے، اپنا فیصلہ کرلیا۔ تو یہ میرا فیصلہ ہے میں تمہیں اور اس لڑکی کو ایک منٹ بھی اس گھر میں برداشت نہیں کرسکتا۔"

"پاپا لیکن؟" اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن عارم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا پاپا؟ اب کیا بچا ہے؟ شرم تو نہیں آتی تمہیں؟ پاپا نے ساری زندگی تمہیں محبت دی، عزت دی اور تم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ دیکھ رہے ہیں آپ پاپا اپنے لاڈلے بیٹے کا یہ روپ آپ مجھے آوارہ لوفر کہا کرتے تھے آج اپنے اس بیٹے کا اصلی روپ بھی دیکھ لیں۔

اب بھی کیا آپ یہی کہیں گے میرا ساحل سب سے اچھا ہے، ہونہہ اس ساحل نے سرعام آپ کی عزت اچھالی ہے اتنے لوگوں کے سامنے آپ کا تماشا بنایا ہے آپ نے مجھ میں اور ساحل میں ہمیشہ فرق کیا۔ ایک بیٹے سے اتنی محبت دوسرے کو ہمیشہ نظر انداز کرتے آئے۔ میرا ساحل میرا ساحل کہتے آپ کی زبان نہیں تھکتی تھی۔ آج دیکھیں آپ کے ساحل نے کیا کردیا اگر آج بھی آپ نے انصاف نہیں کیا پاپا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔" عارم نے آگ میں گھی کا کام کیا اکبر صدیقی جو پہلے ہی غصے میں تھے عارم کی بات پہ انہیں مزید غصہ آیا۔

"پاپا آئیم سوری، لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا آپ ایک بار اس رشتے کو اور مجھے اپنا لیں۔" ساحل ان

کے سامنے روہانسی آواز میں بولا۔

"خبردار جو مجھے پاپا کہا تو، میں مر چکا ہوں تمہارے لیے اور تم مر چکے ہو ہم سب کے لئے۔ اس گھر کے دروازے ہمیشہ کے لیے تم پہ بند کر دیے جاتے ہیں زندگی میں دوبارہ کبھی مجھے اپنی شکل مت دکھانا گیٹ آوٹ۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ساحل بیٹا ابھی بھی وقت ہے اس لڑکی کو چھوڑ دو یہ تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی یہ ایک بازارو لڑکی ہے اس کے ساتھ تم ساری زندگی نہیں گزار سکتے۔"

زارا بیگم نے آخری بار کوشش کی۔

"ایک منٹ آنٹی آپ کو مجھے بازارو لڑکی کہنے کا کوئی حق نہیں ہے ہمارا نکاح ہو چکا ہے اس رشتے سے میں آپ کی بہو ہوں اور آپ اپنی بہو کے بارے میں ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔" ایمان نے پہلی بار اس سارے معاملے میں مداخلت کی۔

"دیکھ لیں پاپا یہ ہے آپ کی بہو جو بھری محفل میں قینچی کی طرح زبان چلا رہی ہے کیا یہ لڑکی اس گھر کی بہو بننے کے قابل ہے؟" عارم نے ایک اور وار کیا۔

"ساحل نکلو یہاں سے میں اپنے گھر پہ تمہارا سایہ بھی نہیں برداشت کر سکتا تم آج سے ہماری زندگیوں سے بے دخل ہو چکے ہو۔" اکبر صدیقی نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"لیکن پاپا۔۔۔۔"

"نکلو ساحل! دفعہ ہو جاؤ۔۔" ساحل نے بے بسی سے سب کو دیکھا یہاں کوئی بھی اس کے حق میں

نہیں تھا، رشتوں کے خون ہو چکے تھے۔

زارا بیگم نے حقارت سے اس لڑکی کو دیکھا جو فاتحانہ نگاہوں سے زارا بیگم کو دیکھ رہی تھی۔ زارا بیگم کے کانوں میں اس کے کہے ہوئے الفاظ گونجے۔

" آپ کی بہو اور آپ کے بیٹے کی بیوی بن کر آؤں گی اس گھر میں ۔"

ساری سلطنت ان کے ہاتھ سے جاتی ہوئی انہیں دکھائی دی۔ ساحل ایمان کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے جانے لگا اور وہ منزل پہ پہنچ کر ہار گئیں، کبھی نہ ہارنے والی زارا بیگم کو اس دو ٹکے کی معمولی لڑکی نے ہرا دیا۔

"تم نے جو کیا ہے ناں ایمان علی، اس کے لیے میں ساری زندگی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ تم موت مانگو گی تمہیں موت بھی نصیب نہیں ہو گی۔"

ان کے دل سے آواز نکلی۔

جاری ہے

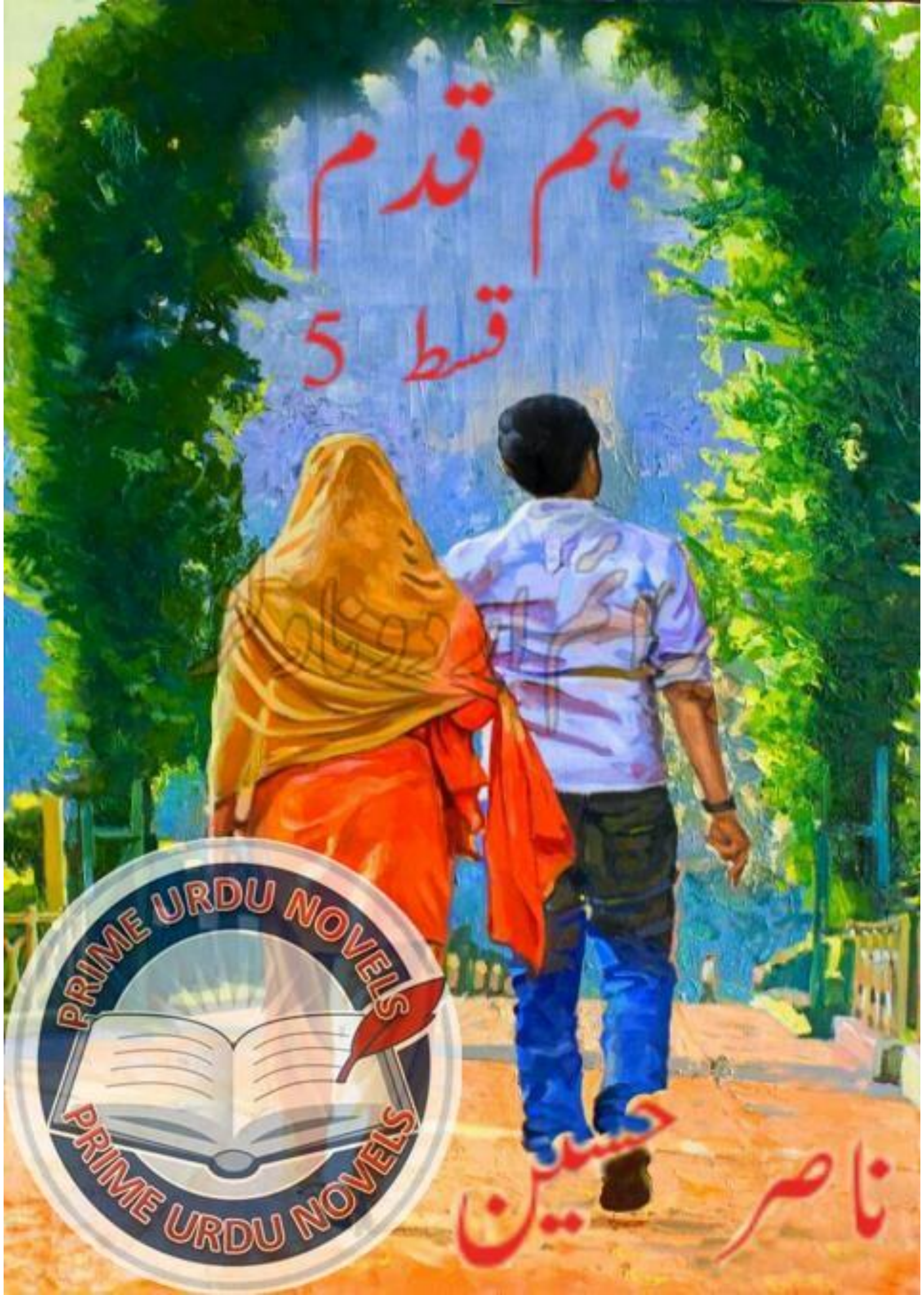
ہم قدم
قسط 5
ناصر حسین
PRIME URDU NOVELS
PRIME URDU NOVELS

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہٰذہ اس تحریر کی
کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع
ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر:

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

گزشتہ قسط کا خلاصہ !

ایمان علی نام کی لڑکی کی شادی شہزاد نام کے لڑکے کے ساتھ ہونے
والی ہوتی ہے مگر وہ اسے نا پسند کرتی ہے اور شادی والی رات ہی
چپکے سے بھاگ جاتی ہے .. وہ اپنے بوائے فرینڈ عارم سے مل کر
اسے شادی کا کہتی ہے مگر وہ اسے عین وقت پہ دھوکہ دے جاتا ہے
..پھر وہ اچانک سنسان سڑک پہ بے سائبان ہوجاتی ہے اور خودکشی کی
کوشش کرتی ہے
وہیں اس کی ملاقات ساحل نامی ایک لڑکے سے ہوتی ہے وہ اسے اپنی
گاڑی میں بٹھاتا ہے ...لیکن ایک مجبوری کے تحت ان دونوں کو نکاح
کرنا پڑتا
ہے . اور ساحل اسے اپنے گھر لے جاتا ہے .. لیکن ایمان علی کے قدموں
تلے زمین نکل جاتی ہے جب اسے پتا چلتا ہے وہ عارم کا بھائی ہے
.ساحل کی شادی اس کی پھوپھی زاد سمرہ سے ہونے والی ہوتی ہے.

ساحل جب آفس جاتا ہے تو عارم ایمان پہ الزام لگا کر اسے گھر سے باہر نکلوا دیتا ہے... .

ایمان ساحل کو میسجز اور کالز کرتی ہے مگر موبائل سلینٹ پہ ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں پاتا . جب

وہ آفس سے گھر آتا ہے تو سمرہ کی زبانی اسے پتا چلتا ہے کہ ایمان کو گھر سے نکال دیا گیا ہے....وہ بد حواس ہو کر ایمان کو ڈھونڈنے لگتا ہے بڑی محنت کے بعد وہ اسے دیکھ ہی لیتا ہے اور وہ اسے ایک اپارٹمنٹ میں لے آتا ہے... ...

زارا بیگم (ساحل کی ماں) اور عارم جان جاتے ہیں ساحل اور ایمان کے نکاح کے بارے میں...اس لیے زارا بیگم جلد از جلد ساحل کا نکاح سمرہ کے ساتھ کرنے کی کوشش کرتی ہیں.. سمرہ سالار نامی ایک لڑکے سے محبت کرتی ہے....ساحل ایمان سے محبت کرنے لگتا ہے جس کا وہ اظہار بھی کرتا ہے... اور ایمان کے سامنے اپنا فیصلہ رکھتا ہے جس میں وہ یہ کہتا ہے وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے. اور اس کے ساتھ پوری زندگی گزارنا چاہتا ہے گھر میں نکاح کا فنکشن ہوتا ہے...ایمان ساحل کو اپنا مثبت فیصلہ سناتی ہے اور ساحل سمرہ سے نکاح کرنے سے انکار کر دیتا ہے گھر میں ایک ہنگامہ ہوتا ہے اور اکبر صدیقی ساحل کو گھر سے باہر نکال دیتے ہیں وہ ایمان کا ہاتھ تھام کر اس گھر کو چھوڑ دیتا ہے....

....اب آگے

قسط: 5

گھر کی رنگیناں ویسے ہی عروج پر تھیں لیکن گھر والوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے....

سبھی مہمان جو نکاح کے لیے آئے تھے وہ رخصت ہو کر جا چکے تھے گھر میں ماتم کا سماں تھے، سبھی لاونج میں صوفوں پہ خاموشی سے بیٹھے تھے... اکبر صدیقی کے چہرے پہ سنجیدگی اور دکھ تھا انہوں نے کبھی سوچا نہیں تھا ساحل یوں اس طرح ان کی عزت کا جنازہ نکالے گا........

زارا بیگم بھی سپاٹ چہرے کے ساتھ صوفے پہ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں ایک دو ٹکے کی لڑکی انہیں مات دے گئی اور ان کی ساری بازی الٹ گئی اس بات کا انہیں بے حد افسوس تھا.. وہ ساری زندگی خود کو بہت شاطر سمجھتی آئی تھیں لیکن وہ معمولی لڑکی تو ان سے بھی دو قدم آگے نکلی......

اس نے ساحل پہ ایسا جادو کیا وہ اس کے علاوہ کچھ اور دیکھ ہی نہیں سکا.. ایک لڑکی کے لیے وہ سب کی برسوں کی محبت کو چھوڑ کر چلا گیا.......

ان کے برابر والے صوفے پہ بیٹھی غزالہ پھپھو سسک رہی تھیں انہیں سب سے زیادہ صدمہ لگا تھا.. انہیں ہمیشہ سے اپنی اکلوتی بیٹی سمرہ کی فکر رہی تھی مگر بچپن سے ہی اکبر صدیقی نے ان کی یہ فکر ختم کر دی تھی... وہ ہمیشہ سے کہتے تھے ساحل کی شادی سمرہ سے ہو گی.. اس وجہ سے ساحل انہیں بہت پسند تھا ایک تو وہ بہت مہذب اور سلجھا ہوا تھا اور اوپر سے اس کا ایک اور رشتہ بھی ان سے جڑنے والا تھا....

ان کا شوہر تو برسوں پہلے انہیں چھوڑ گیا تھا اور وہ برسوں سے اس گھر میں اپنے بھائی پہ بوجھ بنی ہوئی تھی لیکن اسے سمرہ کے مستقبل کی فکر نہیں تھی مگر آج ساحل نے ان کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیا.......عارم بھی مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا وہ اس لڑکی کو اس کی اوقات یاد دلانا چاہتا تھا...وہ چاہتا تھا اسے چیلنج کرنے والی وہ لڑکی ساری عمر در در کی ٹھوکریں کھائے لیکن ساحل نے اسے سر پہ بٹھا دیا اسے صدیقی خاندان کا حصہ بنا دیا........

غزالہ... خاموشی ٹوٹی... اس خاموش فضا میں اکبر صدیقی کی تاسف بھری آواز ابھری.....

ہمیں معاف کر دو غزالہ ہم تم سے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں رہے اس لڑکے نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا... ہم واقعی بہت شرمندہ ہیں...... ان کی آواز میں برسوں کی تھکان تھی...غزالہ پھپھو ساڑھی کے پلو سے آنکھیں رگڑنے لگیں.......

کبھی سوچا نہیں تھا بھائی جان یہ سب ہو گا... ہمیشہ ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے..میری سمرہ نے کسی کا کیا برا کیا تھا جو اس کے ساتھ یہ سب ہو گیا اس نے تو کبھی بھول سے بھی کسی کو تکلیف نہیں دی اور دیکھیں آج اس کے نصیب نے اسے کہاں لا کھڑا کر دیا....... وہ پھٹ پڑیں.......

ہم سمجھ سکتے ہیں....غزالہ .... .

اب کیا ہو گا بھائی جان... غزالہ پھپھو نے روتے ہوئے ان کی بات کاٹی....

کتنی بدنامی ہو گی میری بچی کی..وہ تو بے گناہ ہے اس کیوں سزا مل رہی ہے..آپ کے بیٹے کی وجہ سے میری اور میرے بیٹے کی سبھی خوشیاں چھن گئیں..اب میں اور سمرہ ایک پل کے لیے بھی اس گھر میں

نہیں رہیں گے... کہیں بھی مریں گے لیکن پھر سے لوٹ کر اس چوکھٹ پہ نہیں آئیں گے........

کہتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھ کر کمرے کی طرف پلٹیں.. اکبر صدیقی اکلوتی بہن کو یوں روتا دیکھ کر مزید اداس ہوئے....

یہ سب آپ کی لاڈ اور بے پناہ محبت کا نتیجہ ہے پاپا..... عارم بھی غصے سے پھٹ پڑا...... اکبر صدیقی نے گردن موڑ کر اسے دیکھا......

آپ نے ہمیشہ اسے سر پہ چڑھائے رکھا دیکھ لیا نتیجہ.. کیسی لڑکی کو اس گھر کے نام کے ساتھ جوڑ دیا.. ہونہہ ساری زندگی محبت کا ڈھونگ رچایا اس نے اور آخر میں کتنا بڑا دھبہ لگا گیا آپ کے نام پر... آپ ساری زندگی بھی اس داغ کو دھو نہیں سکتے...... اب بھگتیں نتیجہ یہی ہونے تھا اسے ڈھیل دے کر آپ نے اتنی بڑی غلطی کی.. جس کی سزا ہم سب کو مل رہی ہے.........

عارم دانت چباتا ہوا کہہ رہا تھا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا.... اکبر صدیقی کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو گیا....

آپ نے تو کہا تھا وہ میری ہر بات مانے گا...... اب زارا بیگم کی باری تھی سو وہ بھی شکوہ کرنے لگیں....

میں نے ساری زندگی اس سے محبت کی اسے پال پوس کر بڑا کیا... ایک دو ٹکے کی لڑکی کو میرے برابر لا کھڑا کیا ہے اس نے......

وہ کبھی میرا بیٹا نہیں تھا.. میرا بیٹا کبھی یہ نہیں کرتا.. ہونہہ... زارا بیگم سب کی طرح رو نہیں رہی

تھیں... لیکن انہیں غصہ سب سے زیادہ تھا...... وہ اکبر صدیقی کو پشیمان چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئیں......

######################

ساحل نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور وہ ڈرتے جھجکتے شرمندہ سی اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوئی... وہ ساحل سے نگاہیں ملانے کے قابل بھی نہیں رہی تھی اس کی وجہ سے ساحل کی اتنی بے عزتی ہوئی اور اسے گھر چھوڑنا پڑا... وہ ہمیشہ اس اجنبی کے لیے مصیبتیں ہی لے کر آئی خود کو بچاتی اس نے ساحل کو آگ میں جھونک دیا......

ساحل نے صرف اس کی پناہ اس کی محبت کے لئے یہ قربانی دی تھی وہ کسی بھی لڑکی کو بے سہارا کر کے چھوڑنے والوں میں سے ہر گز نہیں تھا اس نے ایمان سے وعدہ کیا تھا وہ اسے تنہا نہیں کرے گا اور وہ کبھی وعدہ نہیں توڑ سکتا تھا......

وہ آہستہ آہستہ سسک رہی تھی ساحل صوفے پہ جا کر بیٹھ گیا وہ بھی ندامت بھری نگاہیں لیے صوفے پہ بیٹھ گئی ساحل نے پہلی مرتبہ غور سے اس کے چہرے کو دیکھا جو بری طرح پشیمان اور اداس تھی.... اس کے دل کو کچھ ہوا اٹھا وہ تیزی سے اٹھا اور فرش پہ اس کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیا... وہ

حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی...... .

ارے رے...رو کیوں رہی ہیں.. آپ تو بہت بہادر ہیں ناں.. اتنی چھوٹی باتوں پہ کون روتا ہے..وہ اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر بولا.....

سو آنسو ٹوٹ کر ساحل کی ہتھیلی پہ آن گرے...اس نے نگاہیں جھکاتے ہوئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا...

آئم سوری ساحل آپ کو میری وجہ سے یہ سب سہنا پڑا.. آپ کو بہت تکلیف ہوئی میں بہت بری ہوں...وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی...ساحل نے بے بسی سے اسے دیکھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا اسے کیسے سمجھائے.....

آپ بری نہیں ہیں.. اور کس نے کہا مجھے دکھ ہوا ہے میں تو خوش ہوں.. بہت خوش ہوں...میں اداس تب ہوں گا جب آپ یہ رونی صورت بنائے رکھیں گی...آپ خواہ مخواہ مجھے بھی اداس کر رہی ہیں .

.....

اس نے اپنی انگلیوں سے ایمان کے آنسو پونچھے..

دنیا کا ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا کچھ عورتوں کی عزت کرنا بھی جانتے ہیں.. ایمان علی کو یہ اعتراف بار بار کرنا پڑ رہا تھا.......

ویسے میں نے آج کچھ کھایا نہیں ہے تو کافی بھوک لگی ہے... ساحل اب اس کے برابر صوفے پہ آ بیٹھا وہ ساحل کو دیکھنے لگی..... .

تو میں آپ کے لیے کھانا بناوں....؟ وہ کھڑے ہو کر جانے لگی جب ساحل نے اس کا ہاتھ پکڑا... .

نہیں... کھانا میں خود بنالوں گا... لیکن آپ پلیز رونا نہیں.. اس سے مجھے بہت ڈسٹربنگ ہو گی... اور ویسے بھی آپ جیسی پھوہڑ بیوی کے ہاتھوں کا بنا کھانا کھا کر مجھے ساری رات ابکائیاں نہیں کرنا......وہ سنجیدہ تھا جبکہ ایمان پہلے اسے گھور کر دیکھا پھر مسکرا دی......وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں لے آیا اور اس کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھ کر اسے زور دے کر کرسی پہ بٹھایا......

ہاں جی تو آپ کیا کھانا پسند کریں گی..... وہ کسی ہوٹل کے ویٹر کے انداز میں بولی...وہ مسکراتی جا رہی تھی...اس نے کوئی جواب نہیں دیا.

ویسے آپ جیسی منہ پھٹ لڑکی سے اس خاموشی کی توقع نہیں تھی مجھے... میں تو سوچ رہا تھا آپ کہیں گی جو آپ پیارے بنا دیں.......... کہہ کر وہ فریج کھولنے لگا..... جہاں ایک شاپر میں قیمہ رکھا ہوا تھا... اس نے قیمہ، ٹماٹر، آلو، سبز مرچ اور دھنیا سب فریج سے نکال کر کاونٹر پر رکھا....وہ اسے خاموشی سے یہ سب کرتا ہوا دیکھ رہی تھی......سب کچھ جمع کر کے اب وہ پیاز کاٹ رہا تھا.... پیاز کاٹنے کی وجہ سے اس کی ناک اور آنکھیں برس رہی تھیں مگر وہ سب سے بے نیاز تھا...اسے یہ سب بہت برا لگ رہا تھا وہ آرام سے بیٹھی تھی اور وہ کتنا خوار ہو رہا تھا.........

میں کچھ ہیلپ کروں....؟ وہ بولے بنا نہ رہ سکی....

ساحل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا.. جس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آنکھیں سرخ...وہ نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا...وہ سمجھ نہ سکی یہ آنسو واقعی پیاز کاٹنے کے ہیں یا کچھ اور.....؟

نہیں آپ رہنے دیں... آپ کے لیے پوری زندگی پڑی ہے یہ سب کرنے کے لیے.... ساحل نے ٹالنا چاہا لیکن وہ کھڑی ہو گئی.... اور اس کے پاس چلی آئی....

نہیں پلیز مجھے بتائیں... ایسے اچھا نہیں لگ رہا....وہ ضد کرنے لگی.....

اچھا آپ یہ آلو کاٹیں تب تک میں مسالہ بھونتا ہوں...وہ چاقو اور آلو کی پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا...شاید وہ آلو قیمہ بنانا چاہتا تھا.....

وہ واپس آکر کرسی پہ بیٹھ گئی... اور میز پہ سامان رکھ کر آلو کاٹنے لگی.... مسالے کی خوشبو پورے کچن میں پھیل رہی تھی اور وہ جو بھوک محسوس نہیں کر رہی تھی اچانک کہیں سے بھوک کی لہر پیدا ہو گئی......وہ بڑے بڑے ٹکڑے میں آلو کاٹنے لگی....

آوچ..... اس کے منہ سے سسکاری نکلی... ساحل نے بے ساختہ نگاہ گھما کر اسے دیکھا... اور پھر اس کے ہاتھ سے نکلتے خون کو... گھبراہٹ غصے کے کئی تاثرات نمودار ہوئی...وہ انگلی ہونٹوں میں دبائے آنکھیں میچے بیٹھی تھی......

کہا تھا ناں آپ سے نہیں ہو گا..... ساحل اس کے پاس آکر اس کا نرم ہاتھ پکڑتے ہوئے غصے سے اسے ٹوکنے لگا...خون ابھی بھی نکل رہا تھا.... ساحل نے پینٹ کی جیب سے رومال نکال کر اس کی انگلی پہ باندھ دیا. وہ بڑے انہماک سے یہ سب کر رہا تھا....وہ ہاتھ پہ باندھتے رومال کو نہیں ساحل کو دیکھ رہی تھی...... .

اسے کچھ یاد آیا...کچھ عرصہ پہلے اس رات کار میں بھی اس نے یونہی اس کی مدد کی تھی...بے ساختہ

اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی... وہ کسے چاہ رہی تھی اور اسے کیا ملا.. عارم اور ساحل کبھی ایک سے نہیں ہوسکتے ان دونوں میں واقعی زمین آسمان کا فرق تھا.........

یہ اتنا بڑا زخم نہیں ہو... چھوڑو مجھے آلو کاٹنے دو.... جب وہ پٹی کر چکا تو وہ لاپرواہی سے بولی.....

نہیں بالکل بھی نہیں... اب آپ آرام سے بیٹھیں گی ایک آلو کاٹنے کا نتیجہ دیکھ چکا ہوں... وہ آلو کی پلیٹ اس کے سامنے سے اٹھاتے ہوئے بولا.........

اور واپس کاونٹر پہ جا کر کھڑا ہوا... وہ اب خود آلو کاٹنے لگا......

سنیں زیادہ درد تو نہیں ہو رہا.... اس نے دو منٹ کے وقفے کے بعد پوچھا تھا... وہ بے ساختہ مسکرا دی...

ہو رہا ہے درد... بہت زیادہ... وہ شرارت سے بولی... ساحل اس کی شرارت سمجھ کر مسکرا دیا.....

پنتالیس منٹ بعد وہ جا کر کچھ بنانے میں کامیاب ہوا اور پھر انہوں نے وہیں کچن میں رکھے ٹیبل پہ بیٹھ کر ہی کھانا کھایا.........

########################

امی آپ مجھے کہاں لے کر جا رہی ہیں... ؟ سمرہ کی حیرت بھری آواز غزالہ کو سنائی دی.. لیکن انہوں نے سنی ان سنی کر دی اور سمرہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے باہر لے آنے لگیں... ان کے دوسرے ہاتھ میں ریلنگ بیگ تھا اور ان کے چہرے پہ غصہ تھا......

امی بات تو سنو کیا کر رہی ہیں..... ؟ سمرہ بے بسی سے بولی زور سے کھچاو کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں

درد ہونے لگا تھا.......

توچپ چاپ چل اب ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے.... غزالہ نے اس کے کانوں میں بلاسٹ کیا... چھوٹی آنکھیں اچانک بڑی ہو گئی.......

نہیں رہیں گے...؟ کیا مطلب تو ہم کہاں جائیں گے....؟ وہ مدھم آواز میں بولی.....

کہیں بھی دنیا بہت بڑی ہے لیکن اب میں اس گھر میں نہیں رہوں گی.. جہاں تمارے ساتھ اتنی بڑی زیادتی ہوئی ہے......

)میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی میری تو جان چھوٹ گئی راستے کا کانٹا ہٹ گیا(...

وہ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہ سکی......

امی جو ہونا تھا وہ ہو گیا... گزرے وقت کو نہ میں بدل سکتی ہوں نا آپ..... اب پلیز یہ سب چھوڑیں اور چل اندر..... غزالہ نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا.......

تجھے یہی رہنا ہے... تو رہ.. لیکن میں یہاں ایک سکینڈ بھی مزید نہیں رکوں گی..... اس کی آنکھوں میں آنسو ٹپک پڑے وہ بیگ گھسیٹی تھی سیڑھیاں اتری جہاں صوفے پہ اکبر صدیقی بیٹھے تھے وہ انہیں بیگ کے ساتھ دیکھ کر حیران تھے اور کھڑے ہوگئے... سمرہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آئی......... .

یہ سب کیا ہے غزالہ...... اکبر صدیقی نے پوچھا وہ سب سمجھ رہے تھے.....

میں آپ کے گھر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں... آپ کا گھر اور آپ کی یہ عالی شان عمارت آپ کو مبارک ہو...

وہ روتی ہوئی بولی... اکبر صدیقی کو جھٹکا لگا......

کیا احمقانہ باتیں کر رہی ہو...؟ چلو سامان اندر رکھو... انہوں نے غزالہ کو غصے سے ٹوکا......

ہونہہ... اب کیا فائدہ اب کیا بچا ہے... اور کتنی ذلت باقی ہے ابھی... یہ دن بھی دیکھنا باقی رہ گیا تھا... ساری زندگی محبتوں کے پھول برسا کے اچانک آپ کے بیٹے نے مجھے کانٹوں پہ لا کر پھینک دیا... غزالہ گویا پھٹ پڑی.....

ہم سمجھ سکتے ہیں ہمیں افسوس بھی ہے لیکن گھر چھوڑنا کسی مسئلے کا حل نہیں ہے...وہ انہیں رسانیت سے سمجھانے لگے... مگر غزالہ کا پارہ اور چڑھ گیا.....

آپ کیا سمجھیں گے بھائی جان...؟ جس کا ورد وہی جانے.. میرا تو سب کچھ ختم ہو گیا... شکل دیکھو میری معصوم بچی کی... آپ کے بیٹے نے کیا حالت کر دی ہے اس کی..... سمرہ نے اپنی شکل کو مزید معصوم بنانے کی کوشش کی...... .

سمرہ میری بھی بیٹی جیسی ہے اللہ معاف کرے جو ہوا اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تھا اور ابھی بھی ہم...... غزالہ نے ان کی بات پوری نہیں ہونے دی.....

بیٹی جیسی ہے بیٹی تو نہیں.. بیٹی اور بیٹی جیسی میں بہت فرق ہوتا ہے بھائی جان...... زارا بیگم بھی وہاں آ گئی... اکبر صدیقی سمجھ نہیں پائے انہیں کیسے سمجھائیں.......

غزالہ بہن یہ سب کیوں کر رہی ہیں آپ....؟ زارا بیگم نے مداخلت کی.....

میں کیا کر رہی ہوں... جو کیا ہے آپ لوگوں نے کیا ہے... وہ دوپٹے سے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں....

جو ہوا وہ ہم نے جان بوجھ کہ نہیں کیا.. آپ کو معلوم ہے ہم سمرہ سے کتنی محبت کرتے ہیں.. پھر بھی آپ سارا الزام ہم پہ ڈال رہی ہیں... کسی ایک کی غلطی کی سزا آپ ہم سب کو کیسے دے سکتی ہیں. ہم کیا سمرہ کے دشمن ہیں... برسوں سے وہ اس گھر میں رہ رہی ہے کبھی فرق کیا ہے سمرہ میں.... زارا بیگم زرا برہم ہوئیں... اور غزالہ خود بخود نرم پڑ گئیں....

میرا یہ مطلب نہیں تھا بھابھی.. لیکن.... زارا بیگم ان کی بات کاٹ کر بولیں...

لیکن ویکن کچھ نہیں... آپ یہاں سے کہیں نہیں جائیں گی... چلیں میرے ساتھ.... زارا بیگم ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے کمرے میں لے گئیں........

######################

لاونج میں اس وقت خاموشی تھی اور خاموشی کو توڑنے والی وہ واحد شے ٹی وی تھی... جو ساحل اور ایمان دونوں کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی... ٹی وی پہ کوئی نئی ہندی فلم لگی ہوئی تھی... ساحل اس کے برابر صوفے پہ بیٹھا بڑے انہماک سے ٹی وی دیکھ رہا تھا.. لیکن وہ بار بار اونگھ رہی تھی اسے ٹی وی میں دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی... اس کی وجہ ایک تو سر میں درد تھا اور نیند بھی بڑی زور کی آ رہی تھی.... .

ٹی وی سکرین پہ نظر آنے والے چہرے آہستہ آہستہ دھندلے ہونے لگے... اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا.. مزید وہاں بیٹھنا کھٹن ہو رہا تھا.. سر درد بڑھتا جا رہا تھا... وہ سر کو تھامے اٹھ کھڑی ہوئی ساحل بھی اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے کاندھوں سے پکڑ کر پھر ست صوفے پہ بٹھایا.....

کیا ہوا ایمان آپ ٹھیک تو ہیں....؟ وہ صوفے سے نیچے کارپٹ پہ گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا....

ٹھیک ہوں.. بٹ سر میں تھوڑا درد ہو رہا ہے... وہ سر کو زور سے دباتے ہوئے بولی......

اوہ.... اچھا رکیں میں پین کلر ٹیبلٹ لاتا ہوں... ساحل اسے وہیں بیٹھا چھوڑ کر بھاگتے ہوئے کمرے تک آیا.. وہاں سے اس نے ایک ٹیبلٹ نکالی اور پھر اسی رفتار سے دوبارہ لاؤنج میں آیا... اب وہ گلاس سے پانی بھر رہا تھا... ٹیبلٹ نکال کر اس نے ایمان کی طرف بڑھایا... اور پانی کا گلاس بھی اسے تھما دیا...

ٹیبلٹ لے کر اس نے گلاس ساحل کو پکڑائی....

I want to sleep..

(میں سونا چاہتی ہوں)

اس نے کراہتے ہوئے ساحل کو دیکھا....

اوکے... چلو کمرے میں چلتے ہیں.. ساحل نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے سہارا دیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا.. وہ مکمل طور پر ساحل کے سینے سے لگی اس کے سہارے چل رہی تھی....

ساحل اسے کمرے میں لے آیا.. اور بیڈ پہ لٹادیا خود بھی وہ اس کے برابر لیٹ گیا...

کیا بہت درد ہو رہا ہے....؟ ساحل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تشویش سے پوچھا....

ہاں....اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک آئے....

ڈاکٹر کے پاس چلیں....؟ساحل نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا....

نہیں...اس نے درد کی شدت سے آنکھیں موند لیں...

کیا میں سر دباوں آپ کا....؟ ساحل نے پوچھا...وہ حیران ہوئی. ..

آپ....؟ اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا... .

ہاں میں....؟کیونکہ کوئی پرابلم ہے....ساحل نے اس کے الجھے بال سنوارے.....

نہیں اچھا نہیں لگے گا ....

یہاں کون ہے جسے برا لگے گا...میں اور آپ کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے....

لیکن مجھے برا لگے گا.......وہ ساحل کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی....

تو یہ درد اچھا لگ رہا ہے...؟ ساحل نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ اس کے سر کو دبانے لگا...وہ اس کے ہاتھوں کو لمس پا کر ایک عجیب سکون محسوس کرنے لگی...اس کے گرم ہاتھ ماتھے پہ ایک خوشگوار احساس پیدا کر رہے تھے....اس نے ریلکس ہو کر آنکھیں بند کر دیں...اور جلد ہی اسے نیند نے قابو کر لیا اسے نہیں پتا کب تک ساحل اس کا سر دباتا رہا....اور ساحل وہ بھی اس کا سر دباتے دباتے وہیں اس کے پاس ہی نیند کی وادی میں اتر گیا.....

####################

زارا بیگم غزالہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے میں لے آئیں اور دروازہ بند کر دیا.... .

بیٹھ جائیں غزالہ بہن...زارا بیگم نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا اور غزالہ بیٹھ گئی.....

آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں.. ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا...سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے.....زارا بیگم نے کہا.. .

کیا...؟ اب کیا بچا ہے بھابھی...سب کچھ تو ختم ہو گیا...وہ نکاح کر چکا ہے...... غزالہ نے یاد دلایا...

ہاں لیکن نکاح ٹوٹ بھی تو سکتا ہے ناں...؟..غزالہ نے تعجب سے اسے دیکھا....

اگر اس نے نکاح ختم کرنا ہوتا تو وہ کر چکا ہوتا.. مگر وہ اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر یہ گھر چھوڑ کر چلا گیا...اب وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا...... غزالہ سسکتے ہوئے بولی......

وہ نہیں آئے گا لیکن ہم اسے اس گھر میں لا سکتے ہیں.. .

کیا آپ اسے اس گھر میں لائیں گی اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود..... .

ہاں کیوں اگر ان دونوں کے رشتے کو ختم کرنا ہے تو انہیں اس گھر میں لانا ضروری ہے... اور یہیں ہم مل کر ان دونوں کے بیچ غلط فہمیاں پیدا کریں گے... اور ساحل کے دل سے اس لڑکی کو ہمیشہ کے لیے نکال دیں گے وہ خود اسے طلاق دے گا اپنی مرضی سے.. اور پھر ہم سمرہ کی شادی اس سے کر دیں گے....

کیا یہ سب اتنا آسان ہے...؟ وہ اس لڑکی کے خلاف کبھی بدگمان نہیں ہو سکتا اس نے بھری محفل

میں اس کا ساتھ دیا ہے....مجھے نہیں لگتا اب وہ کبھی لوٹ سکتا ہے.......غزالہ بے یقینی سے بولیں.....

کچھ مشکل نہیں ہے...اس لڑکی کو ایک بار اس گھر میں آنے دیں اس کے بعد میں اس کا وہ حشر کروں گی وہ اگر موت مانگے تو موت بھی اسے نصیب نہیں ہو گی...زارا بیگم کے انداز میں نفرت تھی...

کیا واقعی ایسا ہو گا بھابھی....؟

ایسا ہی ہو گا...کچھ دن اور پھر اس لڑکی میں دودھ میں مکھی کی طرح ساحل کی زندگی سے باہر نکال دوں گی.....بس آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا...کیونکہ یہ سب میں اکیلی نہیں کر سکتی.....زارا بیگم نے پر امید نگاہوں سے اسے دیکھا.....

میں آپ کے ساتھ ہوں بھابھی..اس لڑکی سے جتنی نفرت آپ کرتی ہیں اتنی مجھے بھی ہے...

زارا بیگم کے چہرے پہ شیطانی مسکراہٹ آئی....

اب کیسے بچو گی ایمان علی...تم مجھے چیلنج کر رہی تھیں اگر میں نے بھی تمہیں منہ کے بل نہ گرایا تو میرا نام بھی زارا نہیں.......

####################

ساحل کی جب آنکھ کھلی تو اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے...اس نے اپنے سینے پہ رکھے ایمان کے سر کو دیکھا اور آہستہ سے اس کا سر ہٹایا....

پھر اسی طرح اس کا سر سہانے پہ رکھ دیا اور چادر درست کرنے لگا...سب سے پہلے وہ واش روم میں

منہ ہاتھ دھو آیا.. اس نے تولیے سے چہرے کو رگڑا پھر والٹ اور موبائل جیب میں ڈال کر باہر نکل آیا.......

کچن میں اس نے قدم رکھا اور فریج کھول کر ناشتے کے لئے کچھ چیک کرنے لگا.. لیکن کچھ بھی اسے نہیں ملا... انڈے بھی ختم ہو چکے تھے وہ کچھ سوچتے ہوئے اپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا... اس نے دروازے کو باہر سے لاک کر دیا... اور گاڑی میں بیٹھ کر مارکیٹ کی طرف روانہ ہو گیا... آدھے گھنٹے بعد جب وہ لوٹا تو اس کے ہاتھوں میں کئی شاپرز تھے.....

وہ چابی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا... اس نے سامان کاونٹر پہ رکھ دیا... اور پھل وغیرہ فریج میں رکھ دیے.... اس نے دو انڈے نکالے اور آملیٹ بنانے لگا.....

پندرہ منٹ لگے اسے ناشتہ تیار کرنے میں... وہ ٹرے میں آملیٹ سینڈوچ اور دودھ کا گلاس رکھ کر... کمرے کی طرف آگیا......

ایمان ابھی بھی سوئی ہوئی تھی اس نے میز پہ ٹرے رکھ دیا... اور ایمان کے چہرے کی طرف جھکا...

Good Morning Sweet Girl ....

ایمان نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں... اور ایک انگڑائی لے کر جمائی روکنے لگی... ساحل کو اتنے قریب دیکھ کر وہ مسکرا دی... .

گڈ مارننگ.... اس کی آواز میں خماری تھی... وہ اٹھ کر بیٹھ گئی..... ساحل اس کے پاس بیٹھ گیا.. . .

سر درد کیسا ہے....؟

اس نے ماتھے کو چھوا اسے یاد ہی نہیں تھا... اسے کبھی سر درد بھی تھا... وہ مسکرانے لگی....

جب آپ نے اتنے پیار سے سر دبایا تو کوئی درد کیسے باقی رہ سکتا تھا.... ساحل کے ہونٹوں پہ بھی تبسم پھیل گئی.. ..

اچھا ابھی منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کریں... بڑی محنت سے بنایا ہے میں نے ناشتہ.... .

وہ چادر دور ہٹاتی کھڑی ہو گئی... اس نے کھلے بالوں کو جوڑے میں قید کرنے کی کوشش کی... منہ ہاتھ دھونے کے بعد وہ ساحل کے پاس صوفے پہ آکر بیٹھ گئی.... سامنے میز تھا اور میز کے اوپر ناشتہ رکھا ہوا تھا.....

کیا دیکھ رہی ہیں شروع کریں ناشتہ.... ساحل نے اسے گود پہ ہاتھ رکھے دیکھ کر ٹوکا....

میرے ہاتھ ابھی گیلے ہیں... آپ ہی کھلائیں اپنے ہاتھوں سے... اس نے شرارت بھری نگاہ سے ساحل کو دیکھا... اس نے مسکرا کر شانے اچکائے......

I am Hounred.....

اس نے سینڈوچ کا ایک ٹکڑا کانٹے کی مدد سے اس کے منہ میں ڈالا... وہ محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی... اس کی ایسی قسمت تو نہیں تھی اس کی نیکیاں تو اتنی نہیں تھیں.. پھر بھی جانے یہ شخص کس نیکی کے بدلے ملا اسے.... .

آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے یونہی....؟

اس نے ساحل کو دیکھا... اس کے آملیٹ کاٹتے ہاتھ رک گئے اس نے غور سے ایمان کو دیکھا......

کیوں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے.... اس نے سنجیدگی سے پوچھا..

آپ ہی تو ہیں جس پہ آنکھ بند کر کے بھروسہ کر سکتی ہوں.. آپ نے ہی تو کٹھن راستوں پہ میرا ساتھ دیا ہے... مجھے تپتی دھوپ میں سایا ملا ہے آپ کی وجہ سے..... اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے.....

ارے یار پلیز رو مت.... مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا جب آپ ایسے روتی ہیں... وہ اس کی آنکھوں سے پانی صاف کرتے ہوئے بولا.. وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی...

###################

جاری ہے

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز

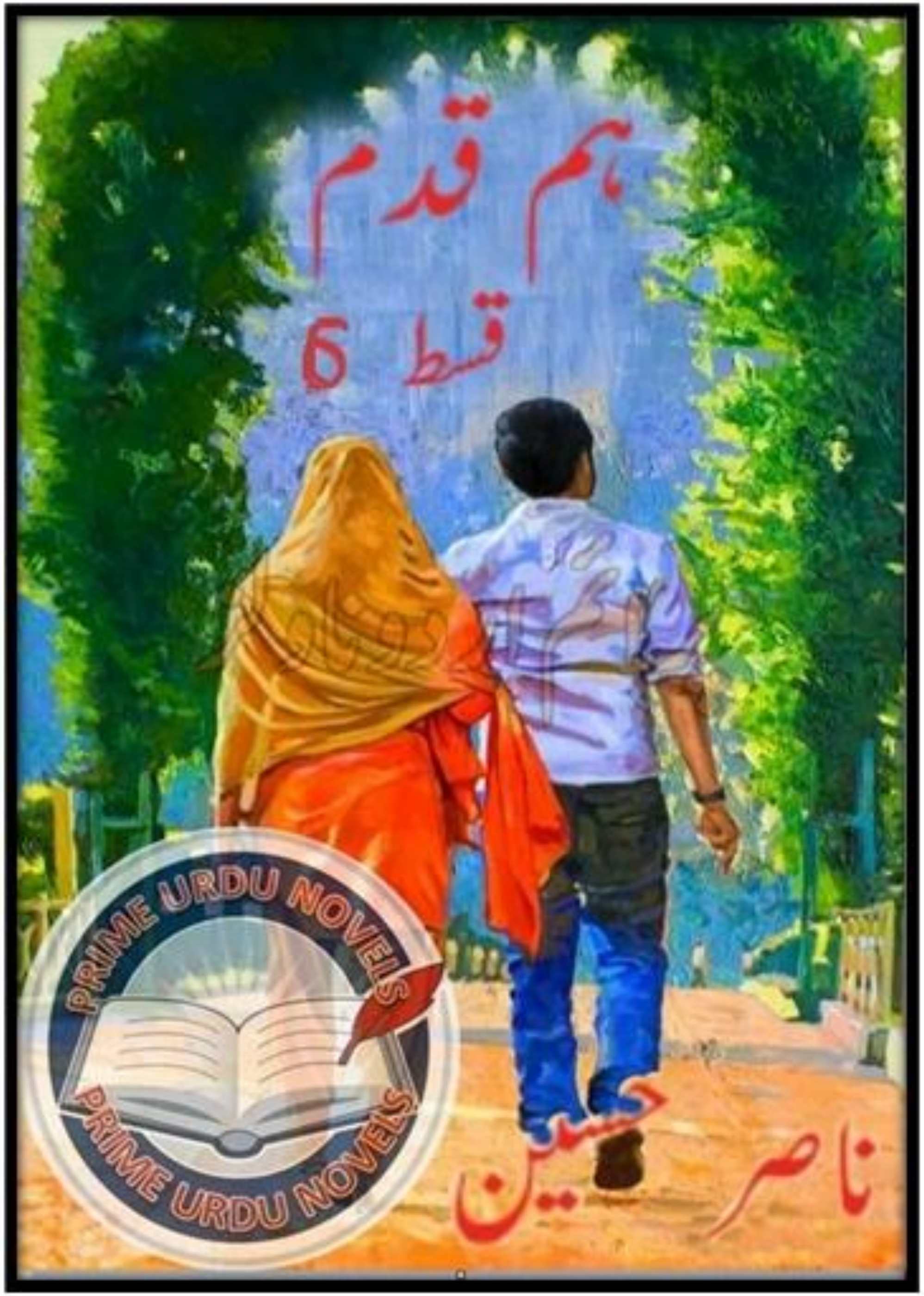
هم قدم
قسط 6
PRIME URDU NOVELS
ناصر حسین

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر:

آپ لوگوں نے میری پچھلی کہانیوں کو جتنا پیار دیا اس کے لیے بہت بہت شکریہ دوستو!

اور عمران بھائی کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولوں گا۔

اس کہانی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا میں اس کہانی میں کیا کہنا چاہتا ہوں یہ میں نے اس کہانی میں ہی لکھ دیا ہے۔

اپنی قیمتی رائے ضرور دیجیے گا۔

شکریہ

ناصر حسین:

03054762826 = 03206316552

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچھلی اقساط کا خلاصہ:

ایمان جو شادی والی رات ہی گھر سے بھاگ کر اپنے بوائے فرینڈ عارم کے پاس جاتی ہے وہ اسے اپنانے اسے انکار کر دیتا ہے اور راستے میں اس کی ملاقات ساحل صدیقی سے ہوتی ہے جو اسے گاڑی میں بٹھاتا ہے اور راستے میں کسی مجبوری کے تحت دونوں کو نکاح کرنا پڑتا ہے.....

وہ اسے گھر لے آتا ہے لیکن ایمان کو دھچکا تب لگتا ہے جب وہ جان جاتی ہے عارم ساحل کو بھائی ہے...

ساحل کی اپنی شادی بھی پھپھو کی بیٹی سے ہونے والی ہوتی ہے اور وہ نکاح پہ ہی انکار کر دیتا ہے یہ کہہ کر کہ وہ ایمان سے محبت کرتا ہے...........

وہ ایمان کو الگ اپارٹمنٹ میں لے آتا ہے اور وہیں اس کے ساتھ رہنے لگتا ہے گھر والے اس سے ناراض ہوتے ہیں اسی بات کا ساحل کو دکھ ہوتا ہے....

اب آگے ملاحظہ فرمائیں..... .

قسط : 6

سمرہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی... موبائل اس کے ہاتھوں میں تھا وہ ٹہلتے ہوئے کوئی نمبر ملا رہی تھی... چہرے پہ جھنجلاہٹ تھا...وہ کال اٹینڈ ہونے کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی....

دوسری طرف کال اٹینڈ کیا گیا....

ہیلو...وہ بے تابی سے بولی اور ساتھ ہی اس نے دروازے کی طرف بھی دیکھا کوئی اسے دیکھ نہ رہا ہو...

کیسی ہو سمرہ... سالار کی آواز آئی....

کیسی ہو سکتی ہوں... کب سے کال کر رہی ہوں.. کہاں بزی ہو...وہ بری طرح غصے میں تھی....

ارے یار مجھے کہاں ہونا ہے یہیں تو ہوں... تم سناؤ کیسی طبیعت ہے تمہاری....؟ سالار بات بدلنا چاہتا تھا...

میں ٹھیک ہوں سالار لیکن گھر میں حالات کچھ زیادہ اچھے نہیں ہیں... امی بری طرح غصے میں ہیں.. مجھے نہیں پتا میں کیا کروں رات کو تو وہ گھر چھوڑنے کی بات کر رہی تھیں.. یہ تو اچھا ہوا جو ماموں نے انہیں روک لیا......

میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری پرابلمز.. بٹ ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا... وہ اسے حوصلہ دینے لگا...

اچھا میں تم سے ملنا چاہتی ہوں... ملو گے...؟

کہاں ملنا ہے....؟ اس نے پوچھا..

پارک میں..... وہ جلدی جلدی بولی....

ٹھیک ہے میں دس منٹ میں آ رہا ہوں تم پہنچو..... وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن بات اس کے منہ میں ہی اٹک گئی سامنے دروازے پہ غزالہ کھڑی تھی اس کے اوسان خطا ہو گئے... وہ ڈر کے مارے برف بن گئی....

کس سے ملنے کی بات کر رہی تھی تم...؟ انہوں نے سخت لہجے میں سوال کیا....

....امی وہ خدیجہ تھی.....وہ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر بڑی مشکل سے بولی....

کون خدیجہ....؟غزالہ یہ نام پہلی بار سن رہی تھی..

امی وہ میری نئی سہیلی ہے.... کہہ کر وہ بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی...غزالہ دروازے کو دیکھتی رہ گئیں....

(اللہ جانے اس لڑکی کے دماغ میں چل کیا رہا ہے)

زارا بیگم ریلنگ چیئر پہ بیٹھی تھیں..دماغ میں کئی سوچ تھے....انہیں اپنا آپ اپنا وجود ڈوبتا ہوا نظر آیا...ان کی کشتی ڈوب چکی تھی......

کبھی کسی زمانے میں وہ شطرنج کی ماہر کھلاڑی تھیں اور یہاں دو ٹکے کی ایک معمولی لڑکی انہیں مات دے گئی ان سے ان کے بیٹے کو چھین کر لے گئی....

پرندے بھی اپنے بچوں کو کسی غیر کو نہیں سونپتے اور ان سے ان کی اولاد چھن گئی کس کی وجہ سے....

ایمان علی.....ان کے دل میں انگارے جلنے لگے.....

اچانک فون کی گھنٹی بجی..انہوں نے نگاہ گھما کر سکرین پہ نمبر کو دیکھا. ساحل کا نمبر جگمگا رہا

تھا انہیں حیرت نہیں ہوئی وہ جانتی تھیں ساحل انہیں فون ضرور کرے گا. نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے کال اوکے کیا.

ہیلو.. .؟ساحل کی آواز آئی..

کیوں کال کیا...؟ لہجے میں اداسی تھی ایک شکوہ تھا...

اپنی مما کو کال کرنے کے لیے کوئی وجہ تھوڑی چاہیے مجھے...

تم تو سارے رشتے توڑ چکے ہوناں....؟اب کیا باقی رہ گیا ہے....

میں نے کوئی رشتہ نہیں توڑا مما... اور نہ ہی ہمارا رشتہ کوئی غیر معمولی ہے جو اتنی آسانی سے ٹوٹ جائے. میں نے صرف ایک نیا رشتہ بنایا ہے.. میں آج بھی وہی ہوں آپ کا ساحل... وہ محبت بھرے انداز میں بولا...

نہیں تم وہ نہیں ہو تم بدل چکے ہو تم نے ایک دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر ہم سب کو چھوڑ دیا.

....

مما میں نے کسی کو نہیں چھوڑا. میں نے صرف ایمان کا ساتھ دیا ہے کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کبھی اسے تنہا نہیں چھوڑوں گا.. ایمان کے بارے میں آپ غلط سوچتی ہیں وہ منہ پھٹ ضرور ہے لیکن دل کی بہت اچھی ہے مجھے کال کے لیے بھی اس نے ہی کہا تھا... عارم

نے اس کے خلاف آپ کے دل میں یونہی زہر بھرا ہے...وہ وہ نہیں ہے جو آپ اسے سمجھتی ہیں..وہ انہیں قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا.......

اور اگر وہ وہ نہ ہوئی جو تم اسے سمجھتے ہو تو....زارا بیگم نے اچنبھتے انداز میں سوال کیا...

وہ وہی ہے مما... آپ اسے سمجھیں...میں نے زندگی میں کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگا پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہا ہوں. پلیز مما ایمان کو قبول کر لیں اور مجھے معاف کر دیں.

....میں آپ کا وہی چھوٹا سا بیٹا ہوں آپ کا وہی ساحل....پلیز مما...ساحل روہانسی ہو چکا تھا ان کے بھی آنسو نہیں رک رہے تھے..پھر وہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے...

آپ مجھے معاف کر دیں گی ناں مما.....

ہوں...زارا بیگم نے آنسو پونچھ کر کہا. اولاد کی محبت ہر نفرت ہر غصہ ختم کر دیتی ہے انہوں نے اعتراف کیا... لیکن جو نفرت اس لڑکی کے لیے ان کے دل میں تھی نہ کبھی وہ ختم ہوئی تھی اور نہ ہی کبھی ہوگی...

########################

وہ اس وقت کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کمبل اس نے اوڑھ رکھا تھا وہ بخار کی شدت سے کانپ رہی تھی..ساحل جب اندر آیا تو وہ نیند میں تھی لیکن آہٹ سن کر وہ چونکی...اس

نے سر کمبل سے نکال کر ساحل کو دیکھا جو ہاتھوں میں سوپ لیے کھڑا تھا.........

ساحل اس کے پاس آیا...اور وہیں اس کے قریب ہی بیڈ پہ بیٹھ گیا...

اوہ...تو...پھر سے سوپ میں نے نہیں پینی.....وہ بری بری شکلیں بنا رہی تھی ساحل مسکرا دیا.....

یہ تھوڑا سا پی لو...پھر بس.....ساحل نے چمچ اس کی طرف بڑھایا مجبوراً اسے منہ کھولنا ہی پڑا.....

میں بھی آج سوپ پیوں گا...تا کہ آپ کو یہ نہ لگے شوہر محترم مزے مزے کے کھانے کھا رہے ہیں اور مجھے زبردستی سوپ پلا رہے ہیں.....وہ سرخ چہرے کے ساتھ مسکرا دی.

.....

اتنی محبت کرتے ہیں آپ مجھ سے..؟ بے اختیار وہ پوچھ بیٹھی...اس کی محبت پہ اسے کوئی شک نہیں تھا اس شخص نے سائے کی طرح اس کا ساتھ دیا...کئی مقامات پر کئی موڑ پر.....جب اس کا اپنا سایا ساتھ چھوڑ رہا تھا جب آسمان کی چادر سر سے ہٹنے لگی تھی تب اسی نے ہی اس کا ہاتھ تھام لیا.......

آپ کی سوچ سے بھی زیادہ..ساحل نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہونٹوں سے لگایا....

کیا آپ بھی مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں..؟اس نے سر اٹھا کر ساحل کو دیکھا..

مجھے نہیں معلوم.. لیکن آج کے بعد میں صرف آپ سے ہی محبت کروں گی...جو گزر چکا ہے اس میں نہیں بدل سکتی. وہ وقت میرے اختیار میں نہیں ہے لیکن آنے والے وقت میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا... آپ نے برے وقت میں میرا ساتھ دیا میں بھی آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گی....... آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے ساحل نے وہ آنسو اپنے پوروں سے صاف کیے.......

آپ نے آنٹی جی سے بات کرلی....بڑی دیر بعد وہ بولی ساحل نے سر اثبات میں ہلادیا...

مجھے یقین ہے مما ہمیں معاف کر دیں گی اور پاپا بھی.. میں سب سے معافی مانگ لوں گا اپنی نئی زندگی میں کسی کی ارمانوں کی قبر پہ نہیں بنا سکتا...اور میں آپ کا ساتھ بھی کبھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ میں نے وعدہ کیا ہے آپ سے.......

آخری سانس تک آپ کا ساتھ نبھاوں گا...اچھا آپ کے ہاتھ کا زخم کیسا ہے.....

اس نے ساحل کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سچ تھا محبت تھی...اور وہ...وہ بھی اسے ایک سچ بتانا چاہتی تھی...اس کا اور عارم والا سچ.... لیکن وہ نہیں بتا سکتی تھی اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی ...

. . وہ کچھ بول نہیں سکی کافی دیر ان کے درمیان خاموشی حائل رہی . . .

آپ کو معلوم ہے . . . خاموشی ٹوٹی . . اور اس سناٹے کو ایمان نے ہی توڑا . . . . .

ہمارا ملنا کوئی اتفاق نہیں تھا . . . یہ تقدیر کاتب کا فیصلہ تھا . . میں کسی اور سے محبت کرتی تھی لیکن وہ مجھے نہیں ملا . . . کیونکہ وہ میرے قابل ہی نہیں تھا . . میں نے اسے ٹوٹ کر چاہا . . . . اسی رات جب میں بے سائبان ہوگئی تھی تو مجھے آپ ملے . . . . ایک کوئلہ چھین کر مجھے ہیرا ملا . . . اور آپ اسی رات سے ہی مجھ سے محبت کرنے لگے تھے . . . . اور آپ کی محبت میں وہ سچائی تھی جو میرے اور اس کی محبت میں نہیں تھی . . . ہمارا نکاح اتفاق نہیں تھا . . . وہ واقعی اتفاق نہیں تھا . . . . . میں نے ایک گناہ کیا اپنے والدین کا دل توڑ آئی ہوں . . . . . مجھے یقین ہے میں کبھی نہ کبھی اپنے والدین کو منا ہی لوں گی . . لیکن مجھے ساری زندگی یہ افسوس ضرور رہے گا ایک غلط محبت کے لئے میں نے سچی محبتوں کو . چھوڑ دیا . . . وہ شخص جس کے دھوکے میں آکر میں نے اپنے والدین کے خواب توڑ دیے . وہ مجھے تنہا کر گیا . . . . اب یہ احساس ندامت مجھے زندگی بھر جینے نہیں دے گی . ایک رشتے کے بدلے اتنے رشتے کون چھوڑ تا ہے اتنے گھاٹے کا سودا کوئی نہیں کرتا لیکن میں نے ایسا کیا . . میں دعا کروں گی اس دنیا میں کوئی دوسری ایمان علی پیدا نہ ہو جو یوں ایک لڑکے کی محبت میں

والدین کو چھوڑ آئے..اب میں چاہتی ہوں زندگی مجھے موقع دے ایک اور موقع اور جس میں فیصلے کا حق مجھے ہو.والدین کی محبت یا اپنی محبت اور اس بار میں فیصلہ والدین کی محبت کے حق میں دوں.... مجھ جیسی لڑکیاں احمق ہوتی ہیں جو صرف ایک رشتے کے لیے پیچھے ساری کشتیاں جلا دیتی ہیں اور ان کا سفر لا حاصل ہوتا ہے....روز محشر جانے میں اپنے والدین سے نگاہیں کیسے ملاؤں گی ان کی محبت کا قرض ہے مجھ پہ جانے یہ قرض کیسے چکاؤں گی.....وہ مدھم آواز میں بول رہی تھی آنکھیں نیند سے بوجھل نظر آئیں اس نے اپنا سر ساحل کے سینے پہ رکھ دیا....ساحل نے بازوؤں کا گھیرا تنگ کیا اور وہ وہیں اس کے سینے پہ سر رکھ کر سو گئی..

یہ شخص اس کے لیے سایادار شجر کی مانند تھا..جو تپتی دھوپ میں بھی اسے سایا دیتا تھا ایک مضبوط مگر صاف دل انسان.دنیا میں دوسرا ایسا کوئی نہیں تھا جو اس سے اتنی محبت کرتا...یہ شخص جھوٹ کبھی نہیں بولتا تھا دنیا کی ہر برائی سے پاک تھا...اس نے اپنی خواہشات کے لیے ضمیر پہ لات نہیں رکھا...اس نے سچائی کا راستہ اپنایا اور برائی سے کوسوں دور رہا..اور اللہ تعالٰی نے اس کی محبت اس کی جھولی میں ڈال دی.....اس نے اس کی طرح محبت کی تکمیل کے لیے غلط راستہ نہیں اپنایا... تبھی وہ اپنی منزل پہ پہنچ گیا لیکن

اس نے محبت کے لئے غلط طریقہ اپنایا اور وہ قدم قدم پہ ٹھوکر کھا کر گری... ہر موڑ پر ہر قدم پر.....

لیکن ایمان سمجھ نہیں پا رہی تھی اس کی محبت میں ایسی کون سی طاقت تھی جو اس کے عارم کے پیار میں نہیں تھی.... کچھ تو تھا جو مخفی تھا جو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن کیا...؟

########################

عارم نے گاڑی شہر سے دور ایک روپوش علاقے میں روک دی... سامنے رنگ برنگی لائٹس سے جگمگاتی عمارت کھڑی تھی... اس نے سیٹ بیلٹ نکال کر ڈیش بورڈ سے موبائل اور والٹ اٹھایا.. اور شرٹ کو درست کرتا اس عمارت کے اندر داخل ہوا____

شہر کی بھیڑ سے دور لوگ سکون پانے کے لئے اس عمارت کا رخ کرتے تھے. کچھ لوگ گناہ میں ہی سکون پاتے ہیں.... وقتی سکون.... یہ بھی گناہ کی ایک دلدل تھی گمراہوں کا راستہ. .. یہاں صرف وہ لوگ آتے تھے جو اللہ سے دور تھے جنہیں اللہ کا خوف بالکل بھی نہیں تھا... عارم صدیقی بھی ان میں سے ایک تھا....

ہال میں داخل ہوتے ہی اسے مسحور کن تیز خوشبو کا احساس ہوا یہ خوشبو اس کے لیے نئی نہیں تھی وہ تقریباً روزانہ یہ خوشبو محسوس کرتا........

ہال کے سامنے سرخ کارپٹ بچھا تھا جس پہ خوبصورت نقش و نگار تھے...اس کارپٹ کے اوپر سات لوگ بیٹھے تھے جن میں سے تین سیاست دان تھے ایک ڈاکٹر اور تین اس جیسے آوارہ لڑکے...چار لوگ تاش کھیلنے میں مصروف تھے ایک لڑکے ہاتھوں میں شراب کی بوتل تھی.......

اس نے سر کو گھما کر ادھر ادھر دیکھا جس وجود کو وہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا وہ کہیں نہیں تھی..کچھ سوچ کر ابھی وہ اوپر جانے ہی والا تھا کہ اسے سیڑھیوں پر ایک خوبصورت لڑکی نظر آئی.....

اس نے فروزی رنگ کا لہنگا پہنا تھا...بال کھلے ہوئے تھے ناف اور بازو برہنہ تھے...وہ لڑکی دراز قد تھی گوری رنگت اور لپ اسٹک سے سجائے گئے ہونٹ.....

اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی اور اس نے ہاتھ کو آداب کے انداز میں چہرے کے سامنے کیا...عارم بے ساختہ مسکرا دیا...

وہ ماہی تھی...اس کوٹھے کی شان..خوبصورتی میں اپنی مثال آپ...اس کی اداؤں کے لاکھوں دیوانے تھے عارم بھی انہی میں سے ایک تھا.......

عارم پہلی بار جب اپنے ایک دوست کے ساتھ کوٹھے پہ آیا تھا تبھی اس کی ملاقات ماہی

زرے ہوئی اور وہ پہلی نظر میں ہی اس کا دیوانہ ہو گیا...اب تو تقریباً وہ روزانہ ہی اس کا دیدار کرنے آتا ہے....ماہی اور چنبیلی بائی نے اسے خاص مہمانوں کی فہرست میں رکھا ہوا ہے اس کی ایک وجہ وہ دولت ہے جو وہ یہاں بے دریغ لٹاتا ہے... چنبیلی بائی اس کوٹھے کی مالکن ہیں اور ماہی کو انہوں نے بیٹی کہہ کر متعارف کیا ہوا ہے... حقیقت میں ان کا رشتہ کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا لیکن ان کا ساتھ کافی پرانا اور مضبوط ہے.... کوٹھے میں اور بھی کئی لڑکیاں ہیں لیکن ماہی سب سے اوپر والے درجے پہ ہے....عارم ماہی میں دلچسپی نہیں لیتا وہ شاید اس سے پیار بھی کرنے لگا ہے.........

ماہی وہ واحد لڑکی ہے جس کے لیے اس کے جذبات پختہ ہیں ورنہ اب تک وہ لڑکیوں کو ٹائم پاس کے لیے استعمال کرتا تھا جیسے ایمان علی کو کیا تھا.....

ماہی آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہی تھی اس کے پاوں کی پائل ایک خوبصورت آواز پیدا کر رہی تھی...عارم نے اسے اپنی نگاہوں کے حصارے میں لے رکھا تھا اس کا ہر قدم جیسے عارم کے دل پہ پڑ رہا ہو.......

وہ اپنا لہنگا سنبھالتی مہمانوں کے درمیان آ بیٹھی... سبھی کی نگاہیں اسے دیکھنے لگیں تاش کھیلتے لوگ بھی سانس لینا بھول چکے تھے..وہ سب ایک گول دائرے کی صورت میں بیٹھے

تھے بیچ میں وہ ملکہ حسن بیٹھی اپنی ادائیں دکھا رہی تھی...اس کے ہونٹوں پہ وہی پیشہ ورانہ مسکراہٹ تھی....

عارم دور سے اسے دیکھتے ہوئے کہیں کھو گیا..اس کی آنکھوں میں تو کوئی بھی کھو سکتا تھا...وہ بھی عارم کو دیکھ کر مسکرا دی....پھر کھڑی ہو کر ڈانس کرنے لگی.... میوزک پلے ہو چکا تھا.....

میرا چین وین سب اجڑا___

ظالم نظر ہٹا لے____

عارم کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی...وہ سانس لینے بھی بھول چکا تھا...دوسری طرف چنبیلی بائی بھی آ کر صوفے پہ بیٹھ گئیں...وہ پان چبا رہی تھیں جو ان کی عادت تھی.

....عارم یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا

کیا کہا تم نے....؟اکبر صدیقی نے بے یقینی سے زارا بیگم کو دیکھا..جو سر جھکائے کھڑی تھیں...

تم ہوش میں تو ہو....؟اکبر صدیقی کی آواز پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو گئی..زارا بیگم نے

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای-میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

ساحل کو معاف کرنے کی بات کی جس پہ وہ بھڑک اٹھے...وہ جانتی تھیں یہ سب اتنا آسان نہیں ہے لیکن مشکل تھا نا ممکن نہیں... کبھی نہ کبھی تو یہ کرنا تھا تو ابھی کیوں نہیں اور ویسے بھی انہیں غصہ ساحل پہ نہیں اس بچ لڑکی پہ تھا وہ قصوروار صرف ایمان کو سمجھتی تھیں....

دیکھیں میری بات....انہوں نے ڈرتے ہوئے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن اکبر صدیقی نے درشتی سے ان کی بات کاٹ دی.....

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا...میں اسے زندگی بھر معاف نہیں کروں گا....انہوں نے انگلی اٹھا کر زارا بیگم کو وارن کیا...ان کے سامنے پوری زندگی ایک فلم کی طرح چلنے لگی انہوں نے ساحل سے ہمیشہ ٹوٹ کر محبت کی وہ بیٹا کبھی ان کا غرور تھا لیکن سب کچھ ٹوٹ کر بکھرنے میں صرف ایک لمحہ لگا وہ پچھلے کئی دن سے اس تکلیف سے گزر رہے تھے...اپنے لاڈلے بیٹے سے اتنی بڑی وار کی امید انہیں نہیں تھی...غیروں کے لگائے ہوئے زخم بھر جاتے ہیں لیکن جو زخم اپنے دے جاتے ہیں جنہیں جان سے زیادہ چاہا جاتا ہے وہ کبھی نہیں بھرتے........

ساحل ہمارا بیٹا ہے...اس سے ہمیں کیا دشمنی اور اس سارے معاملے میں اس کا کوئی قصور

نہیں ہے یہ سب اس لڑکی کا کیا دھرا ہے...زارا بیگم نے بھی آواز میں اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کی......

اس کی کیا غلطی وہ تو غیر تھی.. جب اپنا ہی سکہ کھوٹا نکلے تو کسی اور کا کیا قصور...؟میری زندگی میں تو وہ اس گھر میں کبھی نہیں آسکے گا میں اسے ہر شے سے بے دخل کردوں گا......وہ بلڈ پریشر کے مریض تھے ایسے میں ان کا بی پی کافی اوپر چڑھ گیا..

بچے غلطیاں کرتے ہیں ماں باپ انہیں معاف کر دیتے ہیں..اور میں جب کہہ رہی ہوں ساحل کا قصور نہیں ہے ہمارا ساحل ایسا نہیں تھا...یہ اس لڑکی نے ہم سب کے بیچ دیوار کھڑی کر دی ہے......... آپ پلیز ساحل کو معاف کر دیں.....

زارا بیگم سمجھ نہیں سکیں کیسے انہیں سمجھائے...

اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد اس نے ایک بار بھی مجھ سے معافی نہیں مانگی......وہ سابقہ لہجے میں بولے تھے....

اس نے مجھے فون کیا تھا اور آپ کو بھی کرے گا... آپ سوچیں تو سہی اس طرح وہ ہم سے کٹ کر کیسے رہ سکتا ہے لوگ کیا کہیں گے. سوسائٹی میں ہماری ناک کٹ جائے گی.

...لوگ ہزار باتیں بنائیں گے.....

زارا بیگم کی اس بات نے انہیں واقعی سوچنے پہ مجبور کر دیا... وہ نڈھال سے صوفے پہ گر گئے.....

تو کیا چاہتی ہو تم میں خود جا کر اس کے پیر پڑوں....؟ انہوں نے تیکھی نگاہوں سے زارا بیگم کو دیکھا....

نہیں میں فقط اتنا چاہتی ہوں آپ اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دیں....

زارا بیگم نے مدھم آواز میں کہا.....

نو... نو. نو.. اب کچھ بھی ہو جائے لیکن وہ اس گھر میں نہیں آ سکتا کبھی بھی نہیں... اکبر صدیقی کا پارہ ایک بار پھر چڑھ گیا.....

ایک بار پھر اس پہ بھروسہ کرنے کی غلطی میں نہیں کر سکتا.. ہاں البتہ اس کا جو اپنا آفس ہے اس نے جو بزنس کھڑا کیا ہے اس سے میں اسے دستبردار نہیں کروں گا... لیکن میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہو گا... اس نے اپنی مرضی سے اس لڑکی کو چنا ہے تو وہ رہے اب زندگی بھر اس کے ساتھ باقی لوگوں نے جو کہنا ہے کہیں لیکن میں اسے اس گھر میں آنے کی اجازت کبھی نہیں دوں گا... بس وہ ہمارے لیے مر چکا ہے اور تم بھی آج کے بعد اس کا نام نہیں لو گی.....

آپ ایک بار سوچیں تو سہی.....زارا بیگم ان کے بدلتے موڈ کو دیکھ کر پریشان ہو گئیں...

میں نے کہاناں نہیں... میں جو فیصلہ کرتاہوں وہ آخری ہوتا ہے مجھے اپنے کسی فیصلے میں تردو نہیں کرنی..باقی تمہیں اس سے ملنا ہے اس سے بات کرنی ہے کرسکتی ہو لیکن میرے گھر سے باہر..اب تم جاسکتی ہو.........انہوں نے دروازے کی طرف اشارہ کیازارا بیگم نے بے بسی سے ان کو دیکھا...ان سے مزید بحث فضول تھا...وہ کمرے سے باہر نکل آئیں...... .

ساحل کی آنکھ دس بجے کھلی وہ چادر ہٹا کر اٹھا اس نے شرٹ پہن کر ایمان کو دیکھا جو بے خبر سو رہی تھی وہ اسے دیکھے گیا.... سوتے ہوئے شاید ہر انسان اتنا ہی معصوم لگتا ہے جتنی ایمان لگ رہی تھی....

پہلے ایک بار وہ چھ بجے بیدار ہوا نماز ادا کرنے کے بعد وہ پھر سے لیٹ گیا....

اور پھر اس کی آنکھ اب کھل رہی تھی. وہ کمرے سے باہر نکل آیا... پچھلے کچھ دن سے وہ سو نہیں پا رہا تھا بظاہر تو وہ خوش تھا جیسے کوئی غم و پریشانی نہ ہو لیکن ایسا نہیں تھا اس کے دل پہ ایک بہت بڑا بوجھ تھا...اپنے والدین کی ناراضگی کا بوجھ. اٹھتے بیٹھتے اسے یہی خیال ستاتا وہ

اپنے والدین کو دکھی کر آیا ہے۔۔۔۔

وہ اپنے فیصلے سے پشیمان نہیں تھا لیکن اداس ضرور تھا ایمان جانے اس کی یہ اداسی محسوس کر رہی تھی یا نہیں لیکن اس کا رویہ نارمل تھا۔۔۔وہ زارا بیگم سے مسلسل رابطے میں تھا اور انہوں نے وہ گفتگو بھی بتائی جو ان کے اور اکبر صدیقی کے درمیان ہوئی۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا اکبر صدیقی کبھی یوں بھی اس سے ناراض ہوں گے۔۔۔۔اس نے کئی بار ان کا نمبر ٹرائی کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہمیشہ کال کٹ کر دیتے ایسے میں وہ پہلے سے بھی زیادہ اداس ہو جاتا مگر اپنی اس پریشانی کو اس نے ایمان کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔۔۔۔وہ اس کے ساتھ مطمئن تھا وہ بھی خوش تھی ان دونوں کی زندگی بالکل ویسی ہی زندگی تھی جیسے عموماً میاں بیوی کی خوبصورت نئی شادی شدہ زندگی ہوتی ہے۔۔۔۔ لیکن دل میں کہیں نہ کہیں جو بوجھ تھا اسے وہ ہٹا نہیں پا رہا تھا اس لیے آج اس نے اکبر صدیقی کے آفس جانے کا فیصلہ کیا۔۔۔بھلے ہی وہ ان کی کال اٹینڈ نہ کریں اور وہ جتنے ہی ناراض سہی لیکن تھا تو ان کا بیٹا۔؟ کب تک ناراض رہتے۔۔۔۔

وہ کچن میں آگیا۔۔۔۔اس نے فریج کھول کر دیکھا۔۔ گھر کا راشن بھی تقریباً ختم ہو رہا تھا یہ سب وہ خود سنبھالتا تھا ایمان کو گھر کے کاموں میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔۔۔وہ یا تو کھانا خود

بناتا یا پھر باہر سے لاتا یا کبھی کبھی وہ دونوں کسی ہوٹل میں ہی کھانا کھالیتے ....

جلدی جلدی اس نے سینڈوچ اور آملیٹ تیار کیے وہ خود تو سینڈوچ کھالیتا لیکن ایمان کو آملیٹ پسند تھا اور ان کچھ دنوں میں وہ ایمان کی پسند ناپسند جان چکا تھا اور ٹیبل پہ اگر کھانا اس کی پسند کا ہوتا تو چار ایمان کی پسند کے ہوتے... وہ ایمان کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا ذمہ داری اپنی جگہ لیکن وہ اس سے محبت بھی کرتا تھا اور پہلی نظر کا پیار کیا ہوتا ہے یہ کوئی اس سے پوچھے.....

وہ ناشتے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں گیا اور اس نے ٹرے کو میز پہ رکھ کر گلاس اٹھایا... اس گلاس میں تھوڑا پانی تھا اور اس پانی کا کچھ حصہ اس نے اپنی ہتھیلی پہ بھرا.... اور مسکراتے ہوئے ہتھیلی کے ذریعے وہ پانی ایمان کے چہرے پر گرادیا......

ایمان ہڑابڑا کر اٹھ گئی..

Good Morning Beautiful Girl. ...

وہ وہیں اس کے برابر بیڈ پہ بیٹھ گیا...

اف کیا مصیبت ہے.. میں روز کہتی ہوں مجھے اس طرح مت جگایا کرو.. پھر بھی تم یہی کرتے ہو... وہ خفگی سے بولی......

اور میں بھی روزانہ کہتا ہوں اٹھ کر نماز پڑھا کرو تو میری بات کیوں نہیں مانتی تم.......وہ بھی مصنوعی غصے سے بولا.....ایمان نے غور سے اسے دیکھا..

ہر بات کے بیچ میں مذہب کو لانا ضروری ہے کیا...؟ ایمان زچ ہو چکی تھی وہ جب سے ساحل کے ساتھ رہ رہی تھی وہ ہمیشہ نماز قرآن یا اللہ کی باتیں کرتا تھا اور ہر بات میں کوئی حدیث ڈھونڈ لاتا تھا...کافی حد تک مذہبی معلوم ہوا......

ہاں بہت ضروری ہے کیونکہ ہم اس دنیا میں اسی کام کے لیے بھیجے گئے ہیں... خوراک کھا کر سونا یہ تو جانور اور پرندے بھی کرتے ہیں لیکن ہم انسان ہیں ہم میں اور ان میں فرق ہے........وہ سنجیدگی سے اسے سمجھانے لگا جبکہ ایمان اس کے چہرے کے نقوش میں کھو گئی.... ہلکی سی داڑھی...بلی جیسی آنکھیں......

اچھا چھوڑیں فلاسفر صاحب یہ بتائیں آپ اتنے خوبصورت کیوں ہیں...؟ ساحل مسکرا دیا یہ سوال وہ سو دفعہ کر چکی تھی... ساحل کو تو اپنا آپ اتنا خوبصورت نہیں لگتا تھا لیکن ایمان اس کی بہت تعریف کرتی شاید وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی اور جس سے محبت ہو وہ کبھی بدصورت نہیں لگ سکتا........

مجھے کیا معلوم.....بنانے والے سے پوچھو...وہ ہمیشہ یہی کہتا اور ایمان گہری سانس لیتی اب

بھی اس نے یہی کیا.....

ان سے کیسے پوچھوں ان سے تو رابطہ نہیں ہے میرا؟وہ بھویں اچکا کر بولی.....

تو رابطہ رکھو ان سے.... ان سے رابطہ بہت آسان ہے نہ کوئی فون نہ کوئی ای میل..نہ کوئی خط صرف دل سے انہیں پکارو وہ تمہیں جواب دیں گے.......وہ ناشتے کی ٹرے بیڈ پہ لے آیا.....

مجھے تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتیں....وہ چادر ہٹا کر واش روم میں گھس گئی...

اور دو منٹ بعد جب آئی تو بیڈ پہ ساحل کے پاس بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی..ساحل اکثر اسے اپنے ہاتھوں سے کھلاتا تھا اب بھی وہ آملیٹ کے ٹکڑے اپنے ہاتھوں سے اس کے منہ میں ڈال رہا تھا اور خود بھی سینڈوچ کھا رہا تھا......

آج میں پاپا کے آفس جا رہا ہوں.... ساحل بڑی دیر بعد بولا..ایمان نے آملیٹ چبانا روک کر اسے دیکھا....

میں ان سے معافی مانگوں گا کال تو اٹینڈ ہی نہیں کر رہے.....

اور اگر انہوں نے معاف نہ کیا تو....ایمان اپنا خدشہ زبان پہ لے آئی.....

مجھے یقین ہے وہ مجھے معاف کر دیں گے...ایمان نے کسی سوچ میں سر ہلایا......

لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہو گیا شام کو جب وہ گھر لوٹا تو کافی اداس تھا اس کی اداسی ایمان سے بھی چھپی نہ رہ سکی.... اگر وہ نہ بھی بتاتا تب بھی وہ سمجھ چکی تھی اکبر صدیقی نے انہیں معاف نہیں کیا...

معافی تو دور انہوں نے تو مجھ سے ملنے سے بھی انکار کر دیا.... وہ افسردگی سے بولا... ایمان کی شرمندگی میں مزید اضافہ ہو گیا یہ سب اس کی وجہ سے ہو رہا تھا.. وہ ساحل کو حوصلہ بھی نہیں دے سکتی تھی.... کافی دیر وہ وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر کچن میں پانی کا گلاس لا کر اس نے ساحل کو دیا جو اس نے خاموشی سے تھام لیا......

عارم نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی اور ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھا کر ابھی گھر کے اندر داخل ہونے ہی والا تھا جب فون کی گھنٹی بجی.... اس نے نمبر دیکھا ماہی کا نمبر تھا وہ مسکرا دیا.......

کیسی ہو ڈارلنگ.... وہ وہیں کار کی ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا.....

کیسے ہو سکتے ہیں آپ کے بنا پیارے..... وہ محبت بھرے انداز میں بولی... وہ عارم کو ہمیشہ پیارے کہہ کر مخاطب کرتی تھی... یہ اس کی خوبصورت ادائیں اور انداز ہی تو تھا جس نے

اسے دیوانہ بنایا.....

کچھ دیر وہ یونہی باتیں کرتے رہے پھر عارم اندر آگیا...ماہی نے موبائل بیڈ پہ پھینک دیا اور ناگواری سے چنبیلی بائی کو دیکھا...جو پان کھانے میں مصروف تھیں.....

کیا ہوا میری جان اتنے غصے میں کیوں ہو.....؟ چنبیلی بائی نے تشویش سے اسے دیکھا....

غصہ نہ کروں تو اور کیا کروں یا لڑکا ہاتھ ہی نہیں آرہا...جب بھی اس سے شادی کی بات کرتی ہوں ٹال دیتا ہے......

ارے تو میری جان صبر کرو..... صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے یہ لڑکا بھی ہمارے ہاتھ آئے گا ویسے بھی جب مرغی سونے کے انڈے دے رہی ہو تو اسے ذبح نہیں کرتے.. اور شادی کے بکھیڑوں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہے میرے ایک پلان سے ہی اس کی ساری دولت ہماری مٹھی میں ہوگی..... چنبیلی بائی نے رازداری سے کہا.......

ایسا نہیں ہے چنبیلی بائی جب میں شادی کر کے اتنے بڑے گھر میں جاؤں گی تو سوچیں ہمارے پاس کیا کچھ ہو گا.. گاڑی بنگلہ.....بڑے بڑے ہوٹلز میں کھانا.... عیش کی زندگی. ...لیکن یہ لڑکا ہاتھ آئے ناں تب مجھے تو لگتا ہے ناچنے والوں کی کبھی شادی ہی نہیں ہوتی.. مم..ماہی اداسی سے بولی.....

ارے میری جان صبر کرو... اس لڑکے کو قابو کرنے کا ہنر میں جانتی ہوں.... اور تمہیں کیا لگتا ہے میں اسے یونہی ہاتھ سے جانے دوں گی..... نہیں پگلی.. اس سونے کی چڑیا کو میں یوں تو اڑنے نہیں دوں گی...

چنبیلی بائی نے اسے دلاسا دیا... اور وہ خاموش ہو گئی... کچھ لوگ پیسے سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ دونوں پیسے سے عشق کرتی ہیں... ان کے لیے دین دنیا سبھی پیسہ ہے....

اور پچھلے کچھ دنوں سے یہ عارم کو پھسانے کے چکروں میں ہے وہ بڑے گھر کا بیٹا تھا اس کے پاس زندگی کی ہر شے تھی اسے قابو پا کر ان دونوں کی زندگی بدل سکتی تھی.... اپنے اسی مقصد کی کامیابی کے لئے ماہی نے عارم پہ محبت کا جال بچھایا ہے.... اور یہ جال صرف اس پیسے کے لیے تھا جو عارم کی ملکیت ہے..... ویسے تو اس کی زندگی میں کئی گاہک آتے جاتے رہتے ہیں لیکن سب میں سے عارم صدیقی خاص اپنے دولت کی وجہ سے ہے........

بنگلہ گاڑی پیسہ یہ سب تو ہمیشہ سے ہی اس کی خواہش رہی ہے اب جب اتنا اچھا موقع ملا تھا تو وہ اسے جانے کیسے دے سکتی تھی.... عارم ہی وہ ذریعہ تھا جو اسے راتوں رات آسمان تک پہنچا سکتا تھا اس نے دبے چھپے الفاظ میں عارم سے شادی کی بات بھی کی مگر وہ جانے کیوں ہر بار ٹال دیتا ہے.... .

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا... اور آج پہلا روزانہ تھا ساحل نے کل رات ہی موبائل پہ الارم لگایا تھا اور جب الارم بجا تو وہ تھوڑی دیر بعد جاگ گیا اور اسے یاد آیا آج پہلا روزہ ہے.....

جاگتے ہی اس کی نظر سب سے پہلے دوسری طرف لیٹی ایمان پر پڑی جو بڑی بے خبر سو رہی تھی... وہ چادر ہٹا کر اٹھا اور اس نے لائٹ آن کر دیا... کمرے میں ہر طرف روشنی پھیل گئی.... وہ آنکھیں مسلتا ہوا واش روم میں گھس گیا منہ ہاتھ دھونے کے بعد جب وہ باہر نکلا تب تک کافی فریش ہو چکا تھا...

ایمان البتہ ابھی تک لیٹی ہوئی تھی وہ لائٹ آن ہونے کی وجہ سے بھی نہیں جاگی ساحل کا ابھی اسے اٹھانے کا ارادہ نہیں تھا سب سے پہلے اسے کچن میں جا کر سحری کی تیاری کرنی تھی.......

وہ کچن میں آیا وہاں بھی اس نے لائٹ آن کیا فریج سے آٹا نکال کر اس نے کاونٹر پر رکھ دیا پھر انڈے اور سالن بھی..........

چولہا وہ جلا چکا تھا روٹی بنانے کے بعد اس نے آلو قیمے والا سالن گرم کیا.... جب سب کچھ

وہ کر چکا تھا تو ایمان کو جگانے کمرے میں چلا گیا.....

ایمان.... اس نے مدھم آواز میں اسے پکارا وہ کروٹ بدل کر دوسری طرف مڑ گئی.....

ایمان اٹھو...... وہ زرا زور سے بولا.... ایمان نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور سب سے پہلے اس کی نظر وال کلاک پر پڑی.......

کیا ہوا... اتنی صبح صبح کیوں جگایا..... وہ حیرانی سے اٹھ بیٹھی... اس کی آواز میں ابھی بھی خماری تھی بال الجھے ہوئے تھے. .....

آج پہلا روزہ ہے ناں.... وہ اس کے بال سلجھاتے ہوئے بولا.....

تو....؟ وہ پہلے سے بھی زیادہ حیران تھی......

تو کیا....؟ تم روزہ رکھو گی ناں....؟ سکینڈز میں نیم کھلی آنکھیں پوری کھل گئیں......

کیا میں اور روزہ..؟ ساحل میں نے روزہ کبھی نہیں رکھا ویسے بھی اتنی گرمی ہے..... وہ منہ بنا کر بولی....

کبھی نہیں رکھا تو آج رکھ لو.... اور تمہیں گرمی بالکل نہیں لگے گی اللہ تعالیٰ روزے داروں کو صبر دیتا ہے... روزہ بہت آسان ہے... یقین جانو روزے کی وجہ سے تمہیں کم از کم کوئی تکلیف نہیں ہو گی...... .

ساحل نے اس کے گالوں پہ ہاتھ رکھ کر کہا.....اس نے ساحل کو "تم کبھی نہیں مانو گے ناں "والی نگاہوں سے دیکھااور اٹھ کر واش روم میں گھس گئی.... ساحل سے بحث ویسے بھی فضول تھا اگر وہ انکار بھی کرتی تب بھی ہزاروں دلائل دے کر اسے روزہ رکھواتا اور پہلی بار کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا....... سحری کے بعد ساحل نے نماز ادا کیا اور ایمان کی طرف دیکھا......

اب نماز بھی ادا کرنا ہو گا....؟اس نے ساحل کو دیکھا اس نے سر اثبات میں ہلا دیا.....

لیکن میں روزہ تو رکھ رہی ہوں ناں....؟

نماز سب سے پہلے ہے اسلام کا پہلا رکن قبر میں بھی سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا... صرف پانچ منٹ لگیں گے... اللہ تعالی نے جب تمہیں اتنی لمبی زندگی دی ہے تو کیا تم اللہ کو پانچ منٹ بھی نہیں دے سکتیں......

اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے ساحل کو دیکھا اس سے باتوں میں جیتنا آسان نہیں تھا. .. وہ اٹھ کر نماز ادا کرنے لگی لیکن پانچ منٹ بعد جب وہ واپس آئی تو ساحل قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا...وہ بھی زور زور سے......اس کے سر پہ سفید ٹوپی تھی......

اب یہ مت کہنا قرآن پاک کی تلاوت بھی مجھے کرنی ہے...وہ زچ ہو کر بولی...اور بیڈ پہ جا

کر لیٹ گئی ساحل نے کچھ نہیں کہا.......

کیا تم آہستہ آواز میں تلاوت نہیں کر سکتے....اس کی نیند ڈسٹرب ہونے لگی تھی ساحل نے خاموشی سے دل ہی دل میں پڑھنا شروع کیا تھا.........

دس بجے تک تو سب ٹھیک تھا لیکن دس بجے کے بعد لحہ بہ لحہ ایمان کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی اسے اندازہ نہیں تھا اتنی پیاس لگ سکتی ہے دوپہر تک تو وہ نڈھال ہو گئی وہ اس لمحے کو کوس رہی تھی جب اس نے ساحل کی باتوں میں آکر حامی بھری اور ساحل خود تو ایسے پھر رہا تھا جیسے اسے روزہ ہو ہی ناں...؟وہ کافی فریش لگ رہا تھا......

تم اتنے فریش کیوں لگ رہے ہو کہیں تم نے پانی تو نہیں پی لیا....؟جب ساحل نہا کر باہر نکلا تبھی وہ بولی....وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا.....

اب تھوڑی بہت پیاس تو ظاہر ہے لگتی ہے لیکن میں کچھ لوگوں کی طرح واویلا نہیں مچاتا....اس کا اشارہ صاف ایمان کی طرح تھا اس نے غصے سے گھور کر ساحل کو دیکھا.

.....

پھر تین گھنٹے وہ لیٹی رہی....اور جب بیدار ہوئی تو کپڑوں سمیت نہانے لگی....

یہ روزہ اتنا مشکل کیوں ہے____؟

شام کے وقت جب وہ کچن میں کرسی پہ نڈھال سے بیٹھی تھی تبھی اس نے ساحل سے پوچھا جو پکوڑے بنا رہا تھا۔۔۔

امتحان کوئی بھی آسان نہیں ہوتا__

ساحل آلو بیسن میں ڈبو رہا تھا____

لیکن مجھ سے پیاس برداشت نہیں ہو رہی__ میں کل بالکل بھی روزہ نہیں رکھوں گی

وہ رو دینے کو تھی_____

کیا تم کربلا میں لڑنے والے شہیدوں کی پیاس کا تعین کر سکتی ہو___؟ جنہوں نے کئی دن بھوکے پیاسے رہ کر جنگ جاری رکھا__ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور وہ پاس ہو گئے__ اور آج صدیوں بعد بھی وہ ہر مسلمان کے دل میں زندہ ہیں__ یہ تھا ان کا انعام____

وہ تو گزر گئے ناں پھر ہم کیوں روزہ رکھتے ہیں___؟

بچکانہ سوال پوچھا تھا اس نے____

تا کہ ہمیں احساس ہو جائے ان کی تکلیف کا__ اور ہم سمجھ سکیں اللہ تعالیٰ نے کیسے اپنے پیاروں کو آزمایا اور کیسے وہ سخت بھوک پیاس میں مستحکم رہے اور ایسے کئی غریب ہوتے

ہیں جن کے پاس کھانے کی روٹی تک نہیں ہوتی___ تا کہ ہمیں احساس ہو اور ہم کبھی بھی

اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہ کریں_____

وہ تحمل سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا.....

ایمان نے ناگواری سے اسے دیکھا____ جیسے سب اس کے سر سے اوپر گزر گیا____

اچھا کتنا وقت باقی ہے__؟

تیس منٹ___

کیا____؟وہ چلا اٹھی__ اف ابھی تیس منٹ باقی ہیں میں مر جاؤں گی

ساحل____ ساحل مسکرا دیا____

ویسے تم یہ پکوڑے کیوں بنا رہے ہو کچھ پینے کے لیے بناؤ میرا دل کہہ رہا ہے میں پورا سمندر

پی لوں...

ایمان نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا......

جسٹ ریلکس تھوڑا ہی ٹائم رہ گیا ہے.....

تھوڑا ٹائم...؟ صبح سے یہی کہہ رہے ہو اور تم نے تو کہا تھا روزہ آسان ہے....... ساحل نے

گہری سانس لے کر پکوڑے ٹرے میں نکالے اسے سمجھانا گویا اونٹ کو رکشے پہ بٹھانے

کے مترادف تھا.........

جاری ہے

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز
PRIME URDU NOVELS

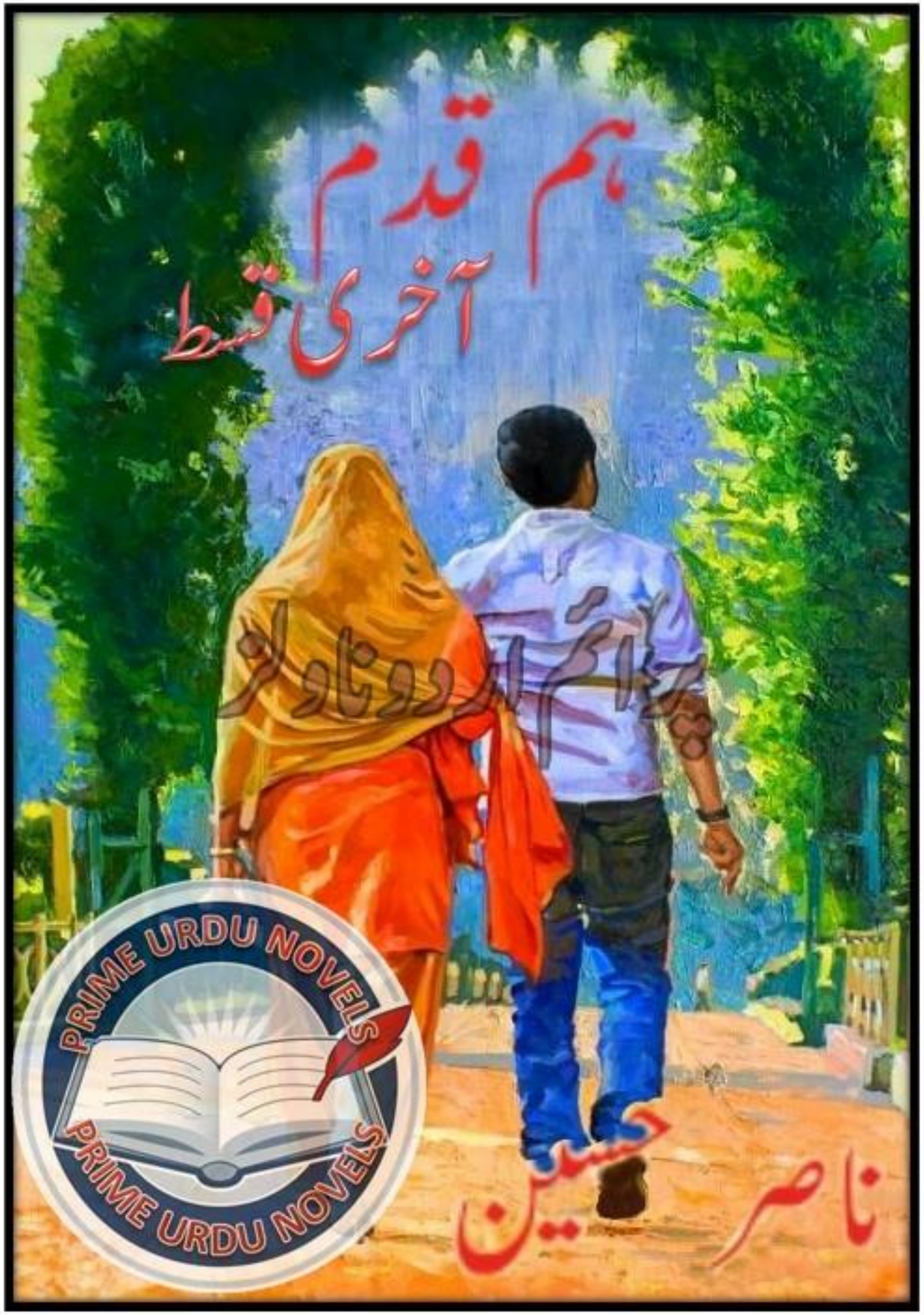
ہم قدم
آخری قسط
پرائم اردو ناولز
PRIME URDU NOVELS
ناصر حسین

ہم قدم

ناصر حسین

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہٰذہ اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ، یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔

Copy rights reserved to :-

http:// primenovels.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹی قسط کا خلاصہ:

محبت ایمان کو شادی والی رات ہی گھر سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے اور جس کے لیے وہ سب کچھ چھوڑ دیتی ہے وہ اسے اپنانے سے انکار کر دیتا ہے... اسی رات جب وہ موت کے منہ میں جانے کی کوشش کرتی ہے تبھی اس ملاقات ساحل صدیقی سے ہوتی ہے وہ اس کے لیے ایک فرشتہ بن کر آتا ہے___ ایک مجبوری کے تحت ان دونوں کو راستے میں ہی نکاح کرنا پڑتا ہے___ یہ اتفاق تھا یا ایمان کی قسمت جس کے لیے وہ گھر سے بھاگتی ہے وہ ساحل کا بھائی ہوتا ہے ان کے رشتے میں کئی مسائل آتے ہیں ساحل گھر والوں کے خلاف جا کر ایمان کو علیحدہ اپارٹمنٹ میں رکھتا ہے... اس سے سبھی گھر والے ناراض ہوتے ہیں...

اب آگے...

آخری قسط

اکبر صدیقی اور زارا بیگم کھانے کی میز پر بیٹھے تھے.. دونوں کے چہرے اداس تھے.. دونوں ہی کسی خاص انسان کی کمی کو محسوس کر رہے تھے وہ جو یہاں نہیں تھا... مگر ان کے دل میں تھا...

پرائم اردو ناولز

کھاناان کے سامنے رکھا ہوا تھاپھر بھی دل کھانے کو نہیں کہہ رہا تھااور یہ پہلی بار نہیں ہوا یہ روزانہ ان کے ساتھ ہوتا تھا.....اور آج تو اکبر صدیقی کچھ زیادہ ہی پریشان تھے ساحل ان کے آفس آیا تھاان سے معافی مانگنے یا شاید انہیں منانے مگر انہوں نے انکار کر دیا.. جس کا انہیں پچھتاوا تھا.. .....

وہ ساحل کو دل سے تو معاف کر چکے ہیں مگر زبان سے اقرار کرنے سے وہ ڈرتے ہیں.. ساحل ان کا لاڈلہ اور دانا بیٹا تھاوہ اس کے اندر باہر سے اچھی طرح واقف تھے.....بھلے ہی اس دن اس نے غلط فیصلہ لیا مگر وہ جانتے تھے اس کے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوتے.. اس نے ایمان کا ساتھ دیا ضرور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی......

لیکن پھر بھی وہ اولاد کی محبت کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتے تھے...وہ زارا بیگم کی کیفیت بھی اچھی طرح سمجھ رہے تھے لیکن وہ کچھ نہیں کر پا رہے تھے........

عارم گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوا.. دونوں نے سر اٹھا کر بیک وقت اسے دیکھا.. وہ نشے میں نظر آرہا تھا.. اکبر اور زارا کو حیرت نہیں ہوئی وہ اکثر نشہ کرتا تھااور کبھی کبھی گھر میں بھی شراب پیتا تھا.. وہ ساحل کی طرح مذہبی نہیں تھا جو ان چیزوں سے دور رہتا... دونوں کو ایک ہی وقت میں عارم کو دیکھ کر ساحل کی یاد آئی.....

کہاں سے آرہے ہو... وہ جاتے جاتے پلٹ کر روکا....

اپنے ایک فرینڈ کے پاس گیا تھا... وہ مدہوشی میں بولا... دراصل وہ ماہی کے کوٹھے سے آرہا تھا....زارا بیگم نے تاسف سے اسے دیکھا. . . .

تم اپنے فرینڈز کے ساتھ کچھ زیادہ ہی نہیں رہنے لگے... اکبر صدیقی کی آواز بلند ہو گئی....

پاپا مجھ سے اس طرح بات مت کریں میں ساحل نہیں ہوں جو آپ کی ہر بات چپ چاپ سنوں گا... کہتا ہوا وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا..... دونوں میاں بیوی اس کی پشت کو دیکھتے رہے... وہ انہیں ایک بار پھر ساحل کی یاد دلا گیا.. واقعی وہ ساحل نہیں تھا. ....

زارا بیگم کسی حد تک عارم سے محبت کرنے کے باوجود بھی یہ اعتراف کرتی تھیں وہ ساحل جیسا نہیں تھا ساحل اور اس میں زمین آسمان کا فرق تھا... انہیں شدت سے ساحل کی یاد آئی... لیکن ساحل کے ساتھ وہ بدکردار لڑکی بھی انہیں یاد آئی... .

بارشیں کی ہلکی ہلکی بوندیں زمین کو بھگو رہی تھیں.. ساحل اور ایمان ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اس سنسان سڑک پہ چل رہے تھے..... ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی..... وہ جون کی گرم دوپہر تھی لیکن بارش نے سورج کو مات دے رکھا تھا اور ایسا موسم بنایا ہوا تھا اندازہ کرنا مشکل تھا وہ دوپہر کا وقت ہو........

وہ دونوں روزے کی حالت میں تھے دو دن بعد عید ہونے والی تھی.. وہ ان کی زندگی کے حسین ترین لمحوں میں سے کچھ لمحے تھے ...زندگی کے یادگار لمحے.... ساحل کو بارش میں بھگینا پسند نہیں تھا لیکن ایمان کی ضد تھی وہ بارشوں کی دیوانی تھی اور بارش میں ہم قدم کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کا احساس کیا ہوتا ہے یہ ایمان علی سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا.... .

ارے یار اب مجھے اور کتنا بھگو گی بارش میں....؟

ساحل نے بھیگے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پوچھا.... .

جب تک یہ بارش ہو گی میں آپ کا ہاتھ نہیں چھوڑنے والی... وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی ساحل اسے گھور کر ہی رہ گیا......

کچھ دیر تک ان دونوں کے بیچ خاموشی رہی.. .

آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے....؟ ایمان نے پوچھا......

میری بہت ساری خواہشات ہیں کوئی ایک تو نہیں.. .

کوئی ایک بتاؤ.....؟

یہی کی زندگی کی آخری سانس تک تم میرے ساتھ رہو... ایمان مسکرا دی.... .

پرائم اردو ناولز

السلام علیکم

ہمیں اپنے نئے بلاگ (ویب سائیٹ) کے لئے رائٹرز کی
ضرورت ہے۔ اگر آپ میں سے کوئی ممبر ناول، افسانہ،
ناولٹ لکھنا چاہے تو ہم سے کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر
اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی
کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتہ کے
اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ہمیں
ای-میل کریں یا ان بکس میں میسج کریں۔

شکریہ

Email Address: - aatish2kx@gmail.com

ساحل آپ کو پتا ہے میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے...؟

وہ چلتے چلتے بولی ساحل نے اسے حیرت سے دیکھا....

کیا....؟

میں چاہتی ہوں یہ وقت یہیں رک جاتا... میں اور تم ہمیشہ یونہی بارش میں بھیگتے.... میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہوتا ہمیشہ.. . . .

وہ مسکراتی ہوئی بتا رہی تھی..... .

نا باباناں...؟ ساری زندگی بارش میں کھڑے ہو کر نزلہ زکام کو دعوت کون دے..... ساحل نے کانوں کو ہاتھ لگایا... جبکہ وہ اس کے بے تکے مذاق سے بری طرح کھول گئی... کتنے رومانٹک موڈ کا بیڑا غرق کر دیا تھا اس نے..... .

اس نے خفگی سے ساحل کا ہاتھ چھوڑا.....

او کے مجھے بھی تم سے بات نہیں کرنی... کہتی وہ دوڑتی ہوئی سڑک کے بیچ میں تیز تیز چلنے لگی....

ساحل نے مسکرا کر اسے دیکھا وہ بہت تیزی سے چل رہی تھی اور وہ بھی اس کے برابر چلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ناکام نظر آ رہا تھا.

....

پھر اس نے یہ کوشش ترک کر دی... وہ ایمان سے کچھ فاصلے پر ادھر ادھر دیکھتا ہوا چل رہا تھا..... .

اچانک اسے تیز گاڑی کے آنے کی آواز سنائی دی... بار کا شور بڑھتا جا رہا تھا..... جب اس نے سامنے دیکھا تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں.. ایک بہت بڑا ٹرک تیزی سے چلا آ رہا تھا ایمان روڈ کے بیچ میں چل رہی تھی... اسے ہوش نہیں تھا..... اس نے چلا کر ایمان کو آواز دے کر آگے سے ہٹ جانے کے لیے کہا مگر وہ بارش میں اس کی آواز نہیں سن سکی.. .

. جلدی میں اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا وہ بھاگتے ہوئے ایمان تک پہنچا اور اسے دھکا دے کر سامنے سے ہٹایا اور خود اس ٹرک سے ٹکرا کر دور جا کر.. ایمان اس اچانک حملے پہ بوکھلا گئی.... اس نے تیزی سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا اور موبائل اس کے ہاتھوں سے

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز

گر گیا..

ساحل سڑک کے بیچ منہ کے بل پڑا ہوا تھا.. وہ بد حواس ہو کر ہذیانی انداز میں چلائی.... اس کے سر سے بہت خون بہہ رہا تھا.... وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی اور اسے جھنجھوڑ کر اٹھانے لگی......

وہ رو رہی تھی اس کے آنسو برستی بارش میں مکس ہو رہے تھے... ساحل بے ہوش تھا.. اس کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی ایک لہر پیدا ہو گئی... اسے ڈر لگنے لگا سب کچھ ختم ہو جانے کا ڈر.... وہ روتے ہوئے ساحل کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ بڑی مشکل سے سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا.. کبھی کبھی سانسیں بھی اجنبی ہونے لگتی ہیں یہی وہ لمحہ تھا.......

اس اپنا وجود سناٹے میں اترتا ہوا محسوس ہوا.. بد حواس ہو کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی جہاں دماغ کے ساتھ ساتھ جسم بھی کام کرنا چھوڑ چکا تھا.....

کیا زندگی اتنی ظالم اور سفاک ہے یوں پل بھر میں اس سے اس کا سب کچھ چھین لے گی.. نہیں نہیں... اے اللہ اس بار میں کسی کو کھونے کی ہمت نہیں رکھتی آپ مجھ سے میرا سب کچھ لے لیں ایک ساحل نہ لیں...

بارش کا شور اس کی چیخوں کو دبانے میں ناکام تھا.. اسے ہر طرف خاموشی محسوس ہوئی اس نے روتے ہوئے اپنا سر ساحل کے سینے پر رکھ دیا...... .

سمرہ اس وقت ٹی وی دیکھ رہی تھی جب سالار کا فون آیا.. اس نے فون پر ہی سمرہ کو بتا دیا تھا کہ اس کی جاب لگ گئی اور بہت اچھی پوسٹ پر لگی ہے یہ خبر سمرہ کے لیے نہایت ہی خوشگوار تھی.. سب سے بڑا مسئلہ شان کی جاب کا تھا کیونکہ گھر والے اور غزالہ کبھی بھی ایک بے روزگار لڑکے سے اس کی شادی نہ کرتے اس لیے وہ کبھی بات کرنے کی ہمت ہی نہیں کر سکی.. اب جب وہ گھر والوں کو سالار کے بارے میں بتائے گی تو انہیں اعتراض نہیں ہو گا...... .

پرائم اردو ناولز

تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا عارم...؟

اکبر صدیقی گرجتے ہوئے کھڑے ہو گئے زارا بیگم نے گھبرا کر انہیں دیکھا.. عارم نے بھی خفا سی نگاہ ان پہ ڈالی.....

کیا غلط کہا میں نے....؟ وہ بھی جواباً چلایا....

تم نے کیا کہا...؟ تم ہوش میں تو ہو....؟ ایک کوٹھے پہ ناچنے والی لڑکی کو اس گھر کی بہو بنانے کا کہہ رہے ہو...... اکبر صدیقی کو ابھی تک یقین نہیں آیا....

ہاں تو اس میں کیا غلط ہے میں اس سے پیار کرتا ہوں.. وہ بے رحمی سے بولا.... اکبر صدیقی نے سوچا نہیں تھا زندگی کے اس موڑ پر اولاد کے ہاتھوں یوں بھی ذلیل ہونا لکھا ہے.....

خبردار تم دوبارہ اس معاملے میں مجھ سے بحث نہیں کرو گے دفعہ ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے....

انہوں نے عارم کو وارننگ دی.....

میں کیوں دفعہ ہو جاؤں... ساحل نے بھی تو اپنی مرضی سے شادی کی ہے ناں.....

لیکن اس کی بیوی کوٹھے پہ ناچنے والی نہیں تھی سمجھے...... اکبر صدیقی جواباً غرائے.....

وہ بھی کوئی پارسا نہیں تھی... ایک بدکردار لڑکی تھی... عارم نے انہیں ایمان کے خلاف غصہ دلانے کی کوشش کی... .

میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے عارم... میں چہرے پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہوں مجھے معلوم ہے وہ کس قسم کی لڑکی تھی.... اور اب تم اس کے یا ساحل کے بارے میں کوئی بکواس نہیں کرو گے.. تم کبھی ساحل نہیں بن سکتے... وہ وہ تھا جس نے زندگی میں کبھی ہمارا حکم نہیں ٹالا... صرف ایک غلطی کی اس نے.... اور وہ بھی اپنا وعدہ نبھانے کے لیے.... میرا وہ بیٹا غلط نہیں ہو سکتا .

......

پرائم اردو ناولز

اکبر صدیقی ایک بار پھر وہی پرانے اکبر صدیقی بن گئے ساحل کو لے کر ان کے دل میں ایک بار پھر وہی تفاخر پیدا ہو گیا......

وہ تو کبھی غلط نہیں ہو تا ناں.. غلط تو ہمیشہ میں ہی ہو تا ہوں...

وہ الفاظ چبا چبا کر بولا تھا.....

ہاں کیوں کہ تم ہمیشہ ہی غلط تھے عارم....

آپ دونوں کیوں لڑ رہے ہیں... عارم بیٹا تم ایسی فضول ضد کیسے کر سکتے ہو... تمہیں معلوم بھی ہے تم کیا کہہ رہے ہو..... زارا بیگم نے ان کی گفتگو میں پہلی بار مداخلت کی...... .

مما آپ پاپا کو سمجھا دیں.. میں ماہی سے ہی شادی کروں گا... اور انہیں میرا فیصلہ ماننا ہی پڑے گا.....

اکبر صدیقی کے تن بدن میں آگ لگ گئی..... .

ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا... میرے گھر میں وہ لڑکی کبھی نہیں آئے گی اگر تم نے اس سے شادی کرنی ہے تو میرے گھر سے نکل جاو .

....

ان کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا.... زارا بیگم کی آنکھوں میں آنسو تھے....

ٹھیک ہے میری جائیداد میں میرا جو حصہ ہے وہ مجھے دے دو... میں چلا جاتا ہوں..... وہ سفاکی کی انتہا پر تھا... ان دونوں نے بڑے دکھ اور تاسف سے اسے دیکھا... جانے اور کیا کیا سہنا باقی تھا... اولاد کی محبت اور ضد مضبوط سے مضبوط انسان کو بھی توڑ دیتی ہے .

.....

اکبر صدیقی غصے سے چلتے ہوئے دراز تک آئے وہاں سے انہوں نے کچھ کاغذات نکالے.... وہ گھر اور فیکٹری کے کاغذات تھے جن پہ وہ روتے ہوئے دھڑا دھڑ سائن کر رہے تھے... زارا بیگم جیسی مضبوط عورت بھی آج ٹوٹ رہی تھی...... .

اکبر صدیقی نے سارے پیپرز سائن کر کے عارم کے منہ پر مار دیے.....

پرائم اردو ناولز

یہ لو سب لے لو... ہمیں کچھ نہیں چاہیے تم جیسی اولاد سے بے اولاد ہونا ہی بہتر ہے... وہ غصے سے باہر نکل گئے.... عارم نے وہ پیپرز اٹھائے ایک شیطانی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ آئی......

مما.... اس نے زارا بیگم سے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر دیا.....

تم نے سہی نہیں کیا عارم.... وہ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں.... عارم کے خوابوں کی تعبیر ہونے جا رہی تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا وہ اسے ملنے والی تھی... زندگی اس پر اتنی مہربان ہو گی یہ اس نے نہیں سوچا تھا.. پاپا اتنی جلدی مان جائیں گے یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا.. اگر اسے ماہی نے فون نہ کیا ہوتا تب وہ کبھی یہ سب کرنے کی ہمت نہیں کرتا... ماہی نے تھوڑی دیر پہلے اسے فون کر کے بتایا... چنبیلی بائی اس کی شادی جلد کرنا چاہتی ہیں اور اسی ڈر سے اس نے پاپا سے بات کرنے کا فیصلہ کیا...... .

اور اب اچانک اسے سب کچھ ٹھیک ہوتا نظر آ رہا تھا.. وہ گھر اور رشتوں محبتوں کے چکروں میں پڑنے والا انسان نہیں تھا.. اسے پیسہ بھی مل گیا اور وہ لڑکی بھی مل جاتی جس سے وہ چاہتا تھا اس کے علاوہ اسے اور کچھ نہیں چاہیے تھا......

منزل کے قریب کھڑا تھا وہ... ہاتھ بڑھاتا تو خوشیوں کو مٹھی میں قید کرتا.. لیکن ایک سوچ جو انسان اپنے لیے سوچتا ہے ایک سوچ جو خدا اس کے لیے سوچتا ہے.... اپنے کمرے میں آ کر اس نے اپنا ضروری سامان پیک کیا.. بیگ اٹھا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا.......

ماہی سیاہ ساڑھی کا پلو سنبھالتی سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی... چنبیلی بائی ہاتھوں میں کوک کا گلاس لیے بیٹھیں تھیں... وہ بھی ان کے برابر آ کر صوفے پر بیٹھ گئی... چنبیلی بائی نے گلاس ایک طرف رکھ دیا... .

سناؤ میری جان بات ہوئی مرغی سے..... انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے پوچھا.... .

پرائم اردو ناولز

ہاں چنبیلی بائی. بس یوں سمجھ لیں ہم منزل کے بہت پاس ہیں..... چنبیلی بائی کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی.....

جیسا ہم چاہتے تھے وہی ہو رہا ہے ناں....؟

چنبیلی بائی نے گلاس ہونٹوں سے لگایا اور منتظر نگاہوں سے ماہی کی طرف دیکھا.. ماہی نے بالوں کی لٹ کو پیچھے کیا.....

ہاں چنبیلی بائی... بالکل ویسا ہی ہوا ہے... وہ تو ہماری سوچ سے بھی زیادہ احمق نکلا... جائیداد کے پیپرز بھی لے کر آ رہا ہے...... ماہی نے چنبیلی بائی کو خوشخبری سنائی.... چنبیلی بائی نے حیرت سے اسے دیکھا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو.....

کیا تم سچ کہہ رہی ہو....

آپ کی قسم....

ارے واہ... یہ ہوئی نہ بات میری جان.. تم نے ثابت کر دیا تم میری ہی بیٹی ہو... چنبیلی بائی نے خوشی ہوتے ہوئے اس کی بلائیں لے ڈالیں... وہ تفاخر سے اترائی.....

ان دو عورتوں کے دماغ میں اس وقت جو چل رہا تھا وہ عارم صدیقی سوچ بھی نہیں سکتا تھا.. اسے خبر بھی نہیں ہونے والی تھی اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا..

زندگی کا ایک سٹیج ایسا ہوتا ہے جب اپنے گناہ یاد آنے لگتے ہیں اور بڑھاپے میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب اپنی سگی اولاد ساتھ چھوڑ جاتی ہے.........

زارا بیگم صوفے پر نیم دراز تھیں... ان کی آنکھیں بند تھیں اگر وہ آنکھیں کھولتیں تو ان کی آنکھوں میں دیکھنے والوں کو ایک درد نظر آتا... وہ صوفے پہ لیٹی اپنی گزری زندگی کا تجزیہ کرنے لگیں کب کون سی غلطی ہو گئی جو ان کے ساتھ یہ سب ہوا......

دونوں بیٹے زندگی کے اس آخری حصے میں ساتھ چھوڑ گئے.. وقت ان کے ہاتھوں سے نکل گیا.. کسی زمانے میں اپنی ذات پر جو غرور

تھا انہیں وہ پل بھر میں مٹی کے اندر جذب ہو گیا... ان کی بادشاہت کا تخت کسی نے بڑی بے دردی سے الٹ دیا...... .

وہ ہمیشہ غرور اور شان سے رہنے والی عورت اچانک بوڑھی نظر آنے لگیں.. وقت نے کبھی انہیں بہت پیچھے چھوڑا تھا اور آج وقت انہیں ایک ہی رات میں بہت آگے لے گیا.... ان کی پوری زندگی ایک فلم کی طرح ان کے آنکھوں کے سامنے تھی ایسا کوئی گناہ کوئی خطا وہ یاد نہیں کر پا رہی تھیں جن کی انہیں اتنی بڑی سزا ملتی..... پھر بھی وہ یاد کرنے کی کوشش ضرور کر رہی تھیں... پھر انہیں وہ رات یاد آئی جب انہوں نے ایمان کو دھکے مار کر اپنے گھر سے باہر نکال دیا تھا... اس پر بھی غلطی اسی کی تھی ... جو انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن بعض اوقات آنکھوں دیکھا بھی سچ نہیں ہوا کرتا... ہو سکتا ہے اس رات انہوں نے جو دیکھا ہو وہ سچ کا ایک پہلو تھا..... یہ بھی ہو سکتا ہے وہ لڑکی بے قصور ہو... مگر کیسے.....؟

کیا اس رات انہوں نے واقعی اس لڑکی کے ساتھ ناانصافی کی تھی... ایک سچ جو انہوں نے دیکھا تھا اور ایک سچ جو اس لڑکی کی آنکھوں میں نظر آ رہا تھا جسے انہوں نے جھٹلا دیا تھا.....

ان کی سوچوں کا سمندر مزید آگے بڑھتا لیکن فون کی گھنٹی نے ان کی توجہ کھینچ لی... وہیں نیم دراز انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ائیر پیس کانوں سے لگایا....

اور خمار آلود آواز میں ہیلو بولیں.......

.... آنٹی... ساحل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے...... یہ کوئی دھماکہ تھا جو ان کے کانوں میں پھٹا... خمار اور نیند پھر سے اڑ گئی.... وہ جھٹکا کھا کر کھڑی ہو گئیں... آواز ایمان کی تھی وہ پہچان چکی تھیں.....

کیا... کیا ہوا ساحل کو کہاں ہو تم لوگ.... آواز سے پہلے ان کے آنسو نکل آئے.... دل ایک انجانے خوف سے بری طرح دھڑکنے لگا.......

ہم لوگ سٹی ہاسپٹل میں ہیں... ساحل بار بار آپ لوگوں کو یاد کر رہا ہے آپ پلیز جلدی آئیں..... وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی.... زارا

پرائم اردو ناولز

بیگم کے ہاتھوں سے فون گر گیا... سیڑھیوں سے اترتے اکبر صدیقی نے زارا بیگم کو صوفے پر گرتے دیکھا.... وہ بھاگتے ہوئے ان کے پاس آئے..... زارا بیگم نے انہیں ہچکیوں کے درمیان ایکسیڈنٹ سے آگاہ کیا....وہی حالت ان کی بھی ہوئی .....
جوانی میں اولاد کے ساتھ حادثہ والدین کے لئے ایسے ہے جیسے سر پہ منوں پتھر آن گرے ہوں....وہ زارا بیگم کو سنبھالتے باہر پورچ تک لے آئے......
گاڑی میں بیٹھ کر انہوں نے سٹی ہاسپٹل کا رخ کیا...بہت کچھ کھو چکے تھے وہ مزید کچھ بھی کھونے کی ہمت نہیں رکھتے تھے.........
بہت کچھ کھونے کے لیے اب بچا ہی نہیں تھا.... .

رات کی چادر نے زمین کو اپنی سیاہی سے ڈھانپ رکھا تھا.. ہر طرف خاموشی کا راج تھا..اور اس خاموشی کو توڑنے والی وہ واحد شے عارم صدیقی کے قدم تھے جو اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے..... .
ایک سوچ جو اس کے ذہن میں تھا ایک سوچ جو اس کے لیے سوچا جا رہا تھا ایک منزل جو وہ طے کر چکا تھا اور ایک منزل جو اس کے لیے طے کیا گیا تھا...
وہ سوچ رہا تھا اس کا ہر قدم اسے کہاں لے کر جا رہا ہے لیکن اسے حقیقت نہیں معلوم تھی وہ نہیں جانتا تھا اس کی منزل کہاں ہے .
.....
بیگ کو کاندھوں پر ڈالے وہ آس پاس سے بے نیاز نظر آ رہا تھا...اسے ابھی تھوڑا سفر کرنا تھا جہاں ماہی نے اسے ملنے کے لیے بلایا تھا وہ جگہ ابھی کچھ فاصلے پر تھا... آنکھوں میں ماہی کی تصویر نظر آ رہی تھی ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی....
جانے چاند کے آگے اچانک بادل کہاں سے آگئے اور چاند مکمل طور پر ان بادلوں کی بانہوں میں چھپ گیا...اب پہلے کی نسبت کافی اندھیرا تھا..اس نے پینٹ کی جیب سے موبائل نکال کر ٹارچ آن کیا....اور اسی ٹارچ کی روشنی کے سہارے چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا.

یہ کوئی چٹانی علاقہ تھا... جہاں پتھروں کے ساتھ ساتھ کئی قسم کی جھاڑیاں بھی تھیں... شہر سے کچھ ہی فاصلے پر واقع اس علاقے میں وہ زیادہ نہیں آیا اور اگر آیا بھی تو دن کو آیا... رات کا یہ سفر پہلی بار تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آیا... ماہی نے اسے یہاں اس سنسان علاقے میں ملنے کے لیے کیوں بلایا ہے... ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے وہ ماہی سے ملنے ایسی جگہ آیا ہو.... کوئی کمزور دل کا انسان ہوتا تو وہ یقیناً ڈر جاتا لیکن عارم صدیقی کو زیادہ ڈر نہیں لگ رہا تھا یا شاید اس نے ڈر کے بارے میں ابھی تک سوچا ہی نہیں تھا....

سامنے ایک اونچی پہاڑی تھی.. ماہی نے جس جگہ آنے کے لیے کہا تھا وہ اس پہاڑی کے اوپر ہی کوئی جگہ تھی... اس نے چند منٹ رک کر اس پہاڑی کو دیکھا.. اندھیری رات میں وہ کالے درخت اور پتھر ایک عجیب وحشت میں مبتلا کر رہے تھے........

خالی درختیں اور جانوروں کی آوازیں اس جنگل کو حد سے زیادہ بھیانک بنا رہیں تھیں... اگر اس کی جگہ کوئی چھوٹے دل کا انسان وہاں ہوتا تو وہ شاید اس جنگل میں کبھی نہیں آتا اور اگر آ بھی جاتا تو اس ماحول کی تاب نہ لا سکتا .. وہ لاکھ بہادر اور ہمت والا سہی مگر وہ ایک انسان بھی تھا اور ہر انسان کی طرح اگر وہ زیادہ نہیں ڈر رہا تھا تو تھوڑا بہت تو ضرور ڈر رہا تھا......

اپنی ٹارچ کی روشنی کے سہارے بڑی بڑی جھاڑیوں کے درمیان چلتا ہوا اس نے اپنا پہلا قدم اس پہاڑی کے اوپر رکھا... وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آگے جا رہا تھا.. تیز چلنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول چکا تھا.. لیکن اس کے قدموں کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی.. جھاڑیوں بھرا مشکل راستہ ختم ہو چکا تھا اب وہ اونچی پہاڑی پہ چڑھ چکا تھا. اس نے اپنا ٹارچ منہ میں دبالیا کیونکہ پہاڑی پہ چڑھنے کے لیے بعض مقامات پہ اسے اپنے ہاتھوں کا استعمال بھی کرنا تھا. گہری خاموشی میں جب وہ قدم رکھتا تو ہر طرف ایک شور پیدا ہو جاتا.. پتھروں سے پتھر ٹکرانے کا شور.. ایسے میں انسان خود کی قدموں سے پیدا ہونے والی آواز سے بھی ڈر جاتا ہے.....

لیکن بہت سوچ سوچ کر بھی اسے اس سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا ماہی نے ملنے کے لیے اس پہاڑی کا انتخاب ہی کیوں کیا......؟

وہ اس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا.. اس نے بیگ کو پتھر پر رکھ دیا اور ٹارچ کی روشنی کے سہارے ادھر ادھر دیکھنے لگا... اب چاند کو بھی بادلوں نے آزاد کر دیا تھا اس لیے اتنا اندھیرا نہیں تھا.......

پرائم اردو ناولز

اور سب نظر آرہا تھا اس نے ماہی کو دور سے ہی دیکھ لیا۔۔وہ سفید ساڑھی میں ملبوس تھی اس کے سلکی بال تیز ہوا کی وجہ سے اڑ رہے تھے۔۔۔۔

اس کے چہرے پر پر اسرار مسکراہٹ تھی وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔ماہی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آنے لگی اور وہ منزل کو اتنے قریب دیکھ کر جتنا خوش ہو سکتا تھا ہوا۔۔۔۔

اچانک اس نے دیکھا ماہی کو پیر کسی پتھر سے ٹکرایا اور وہ گرتے گرتے سنبھل گئی۔۔۔اس کی مسکراہٹ غائب نہیں ہوئی۔۔۔۔

سنبھل کے۔۔۔۔۔بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔۔ماہی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا جب کہ وہ ابھی تک اس کے بے وجہ مسکراہٹ پر حیران کھڑا تھا۔۔۔۔

تم میری فکر مت کرو۔۔۔میں کبھی نہیں گروں گی میں ہمیشہ گراوں گی۔۔۔۔اور ویسے بھی منزل تک پہنچنے کے لیے قدموں کو مضبوط بنانا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

اسے ماہی کے جملے میں بے ربطگی کا احساس ہوا۔۔۔وہ اب اس کے پاس پہنچ چکی تھی۔۔ماہی نے مسکرا کر اس کے گال پہ ہاتھ رکھا۔۔۔

پیپر ز لائے ہو۔۔۔۔۔عارم نے سر اثبات میں ہلا دیا۔۔ماہی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔۔۔

عارم نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔۔ماہی نے جھک کر اس بیگ سے پیپر ز نکالے۔۔۔۔۔

دیکھو ماہی میں تمہارے لئے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں۔۔جیسا تم نے کہا تھا میں نے ویسے ہی کیا۔۔اب تو تمہیں میری محبت پر یقین ہے ناں۔۔۔۔میں نے اپنی ساری جائیداد بھی پاپا سے علیحدہ کر لی۔۔۔۔۔۔

ماہی جیسے اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی وہ مسکراتے ہوئے پیپر ز کے اوراق پلٹ رہی تھی اور وہ پر جوش انداز میں بولتا چلا جا رہا تھا یہ سوچے بنا یہ دیکھے بنا کہ ماہی کے تاثرات اس وقت کچھ مختلف ہیں۔۔۔۔۔۔

اب زندگی ہماری ہو گی۔۔میری اور تمہاری۔۔۔ہم ساری زندگی ایک ساتھ گزاریں گے۔۔۔میں نے تو آتے وقت نکاح کے لیے مولوی

پرائم اردو ناولز

صاحب سے بھی بات کرلی......

نکاح.....؟ماہی نے پہلی بار چونک کر سر اٹھایا....

ہاں نکاح.....وہ اس کی حیرت پر حیران ہوا...

کس کا نکاح.....؟ماہی نے پیپرز بند کرتے ہوئے پوچھا....

ہمارا نکاح اور کس کا.....؟وہ پہلی سے بھی زیادہ حیران ہو گیا...ماہی کچھ دیر خاموشی سے گہری نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھتی رہی پھر اس نے زور دار قہقہہ لگایا.....اس کا قہقہہ کھلے آسمان تلے تیز ہوا میں زور زور سے گونجنے لگا........

عارم بنا پلکیں جھپکائے بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا...ماہی کے قہقہے تھم ہی نہیں رہے تھے جبکہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ اس طرح یوں کس بات پر ہنس رہی ہے...

ہاہاہاہاہا....تمہارا مطلب ہے نکاح.....ہاہاہاہاہا...نکاح...اومائی گاڈ....ہاہاہاہاہا...نکاح اور تمہارے ساتھ...

بات ادھوری چھوڑ کر وہ ایک بار پھر قہقہے لگانے لگی...

عارم ابھی اس سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا جب اس کی نظر سامنے سے آتی چنبیلی بائی پر پڑی...اسے ایک اور دھچکا لگا..وہ یہاں...؟ ایسے....؟...وہ یہاں کیا کرنے آئی تھیں..ماہی نے ان کے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا تھا...اور انہوں نے اسے یہاں کیوں بلوایا تھا.....کچھ تھا جو وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا......

چاند کی روشنی ماہی کے سلکی کپڑوں کو چمکا رہی تھی اور وہ ابھی تک پاگلوں کی طرح ہنسے جا رہی تھی......

کیا ہوا ماہی تم اس طرح ہنس کیوں رہی ہو اور یہ چنبیلی بائی....؟

اس نے ماہی کو بازوؤں سے پکڑ کر زور سے جھنجوڑ ڈالا...ماہی جیسے حواسوں میں لوٹ آئی اور سنجیدہ ہو گئی اس نے آہستہ سے اپنے بازوؤں عارم کی قید سے آزاد کیے.......

پرائم اردو ناولز

میں تمہارے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی.... درشتی سے عارم کی آنکھوں میں دیکھ کر اس نے بے جھجک کہا.... عارم کو لگنے والا یہ تیسرا دھچکا تھا اور یہ سب سے بڑے والا تھا.... آنکھیں حیرت سے پھیل چکی تھیں اور منہ بھی کھلا ہوا تھا........

چنبیلی بائی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس آئیں..ان کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی.... وہ چنبیلی بائی کو نہیں دیکھ رہا تھا وہ توماہی کو دیکھے جا رہا تھا.......

نکاح نہیں کر سکتیں....؟لیکن کیوں....؟اسے اپنی آواز گلے میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوا...ماہی نے مسکرا کر اسے دیکھا......

آئم سوری ڈیئر عارم... لیکن میں نے تمہیں یہاں نکاح کے لیے نہیں بلوایا تھا اور نہ ہی میں کبھی تم سے نکاح کرنا چاہتی تھی..... چنبیلی بائی اس کے برابر آکر کھڑی ہوگئی.....

وہ کہہ رہی تھی وہ کبھی نہیں کرنا ہی نہیں چاہتی تھی تو وہ محبت....؟

لیکن تم تو مجھ سے محبت کرتی تھیں ناں....؟ایک موہوم سی آخری امید لیے جانے وہ کس بات کی تصدیق چاہتا تھا......ماہی نے چنبیلی بائی کو دیکھا اور چنبیلی بائی نے اسے.... پھر دونوں کے فلک شگاف قہقہے عارم کو سنائی دیے.....وہ قہقہے خوشگوار ہرگز نہیں تھے وہ سب کچھ ختم کر دینے والے قہقہے تھے.... ایسے قہقہے جو کسی کو بے وقوف بنانے کے بعد یا اپنے کسی مقصد کو پورا کرنے کے بعد لگائے جاتے ہیں.......

وہ دونوں کافی دیر تک ہنستے رہے... پھر انہوں نے اپنی ہنسی پر قابو پالی اور سنجیدگی سے عارم کی طرف دیکھا.......

محبت اور تم سے....؟ہونہہ محبت تو میں نے تم سے کبھی نہیں کی....اور تم ایک طوائف سے محبت کی امید بھی کیسے کر سکتے ہو... میری زندگی میں ہزاروں لوگ آتے ہیں تو کیا میں سب سے محبت کروں اور سب سے نکاح کروں... نہیں عارم نہیں. ... طوائف ایک دل بہلانے والا کھلونا ہوتا ہے جسے صرف کھیلنا چاہیے ناکہ اسے خریدنا چاہیے.....تم نے مجھ سے محبت کی یہ تمہاری حماقت ہے میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے... میں صرف پیسے سے محبت کرتی ہوں اور پیسہ ہی سب کچھ ہے....اور آج بھی

پرائم اردو ناولز

میں نے تمہیں جائیداد کے پیپرز کے لیے یہاں بلوایا ہے نا کہ نکاح کے لیے.. میری زندگی میں کئی لوگ آتے جاتے رہتے ہیں میں سب سے ناں تو نکاح کر سکتی ہوں اور ناں ہی محبت... میری محبت صرف پیسے تک ہی محدود ہے اور طوائف کی ہمدردیوں کو تم محبت سمجھ بیٹھے یہ تمہاری غلطی ہے میری نہیں...........

اسے لگا تھا کسی نے اس پر ڈھیروں پتھر لڑھکا دیے.. یا پھر کھائی سے نیچے پھینک دیا یا ان سے بھی بڑا عذاب نازل ہوا تھا اس پر...... .

)پھر انہوں نے گناہ کیے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بے شک گنہگاروں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے(

تیز تیز ہواؤں کے بیچ اسے اپنا وجود تو کہیں نہیں مل رہا تھا پوری دنیا گہرے سناٹے میں اتر گئی..... کون کیا کہہ رہی تھی وہ لڑکی کیا کہہ رہی تھی اور وہ کون تھی..... ؟سامنے کھڑی لڑکی حقیقت میں کون تھی... وہ جس سے اس نے سب سے بڑھ کر محبت کی یا پھر کوئی اور کوئی تحلیل ہونے والا عکس ...

کوئی ادھورا خواب یا کوئی کانچ کا ٹکڑا..... .

وہ کہہ رہی تھی اس نے محبت نہیں کی... محبت نہیں کی تو وہ سب کیا تھا... ؟یہ سب کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو رہا تھا... .

دھوکہ..... ؟کیا وہ سب دھوکہ تھا ایک رنگین دھوکہ... سب کچھ..... جب رشتوں پر سے پردہ اٹھتا ہے تو کیا ایسی ہی تکلیف دہ حقیقت سامنے آتی ہے..... .

تہ... تہ... تم نے مجھے دھوکہ دیا ماہی..... ؟اس نے اپنی آواز سنی... جو اسے بہت اجنبی لگی.....

میں نے تمہیں دھوکہ نہیں دیا میں نے تمہیں صرف فریب دیا تھا دھوکہ تم نے خود کھایا ہے..... اور طوائف تو ہے ہی ایک رنگین دھوکہ تم اس دھوکے میں آئے کیونکہ تم نے خود اپنے آپ کو دھوکہ دیا........

آج ماہی کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ تیر کیوں بن رہا تھا وہ جو ہمیشہ پھول برساتی تھی آج آگ کیسے اگل رہی تھی..... وہ اسے ایسے دیکھ

رہا تھا جیسے اسے پہلی بار دیکھ رہا ہو...

آئم سوری عارم... پیار محبت کے چکروں میں مت پڑو.. یہ تمہیں کہیں نہیں چھوڑیں گی... ویسے بھی پیسے سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہوتی بہتر ہے تم جذباتی ہو کر مت سوچو اور ٹھنڈے دماغ سے اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں سوچو.....

چاند آج اس لڑکے کا تماشا دیکھ رہا تھا...... .

جسٹ شٹ اپ ماہی... تم ہوش میں تو ہو کیا بکواس کر رہی ہو... تمہیں معلوم بھی ہے میں نے تمہیں پانے کے لئے کیا کچھ چھوڑا ہے اور تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو..... میں نے اپنے والدین اور گھر سے ہر رشتہ توڑ دیا صرف تمہارے لیے.... میں پیچھے سبھی کشتیاں جلا کر آیا ہوں.......

ماہی نے اس کی بات کاٹ دی....

یہ سب تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے.... یہ انتخاب تمہارا اپنا تھا... اور جو لڑکا اپنے والدین کو دھوکہ دے سکتا ہے وہ کسی اور کے ساتھ کیا مخلص ہو گا...... میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتی ہوں میں نے یہ سب صرف جائیداد کے لیے کیا ہے.....

وہ پیپرز کو اپنے سینے سے لگا کر بولی... چنبیلی بائی ایک خاموش تماشائی کی طرح سب دیکھ رہی تھی. ...کچھ تو ٹوٹ رہا تھا جسم کے اندر... کہیں وہ دل تو نہیں تھا....ہاں شاید وہ دل ہی تو تھا....

جائیداد... کاغذ.. پیسہ.. پیپرز... بس یہی قیمت تھی اس کی محبت کی... کتنے سستے دام بکا تھا وہ...

میری زندگی برباد کر دی تم نے صرف جائیداد کے لیے...چند کاغذ کے ٹکڑوں کے لیے تم نے میرے دل میرے جذبات کے ساتھ کھیلا...... اگر تم میری نہیں ہو سکتیں تو میری جائیداد پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں ہے سمجھی .

عارم نے غصے سے ہاتھ بڑھا کر وہ پیپرز والی فائل ماہی کے ہاتھوں سے لے لی... ماہی اور چنبیلی بائی دونوں چونک گئیں... انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا... .

عارم یہ پیپرز واپس کر دو اسی میں تمہاری بھلائی ہے... چنبیلی بائی نے پہلی بار مداخلت کی... عارم نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا......

ہونہہ.. آپ کو کیا لگتا ہے آپ اس طرح کسی کے ساتھ گیم کھیلیں گی اور کامیاب ہو جائیں گی.... میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر اور تم لوگوں کے کردار پر......

عارم نے زمین پر تھوکا.... اور واپس جانے کے لیے مڑا... اس نے اپنا پہلا قدم پتھر کے اوپر رکھا اور دوسرا قدم وہ آگے نہیں بڑھا سکا.... اس کی گردن کے سامنے ایک تیز دھار چاقو لائی گئی.. وہ چاقو اس کے اتنے قریب تھی اگر وہ ذرا سا بھی حرکت کرتا تو اس کی گردن کٹ سکتا تھی... وہ سانس بھی نہیں لے رہا تھا اس نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں اور آنکھیں بند کر دیں وہ چاقو ابھی تک اس کے سامنے تھا.....

ماہی نے چاقو کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا.. چنبیلی بائی ہاتھ باندھے کھڑی تھیں... اب یہی سب باقی رہ گیا تھا عارم صدیقی کی سزا صرف بے وفائی تک تو ختم نہیں ہوئی......

)پھر انہوں نے گناہ کیے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بے شک گنہگاروں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے(

تمہیں کیا لگا عارم صدیقی ہم یونہی کھڑے کھڑے تم سے منتیں کرتے رہیں گے... چپ چاپ پیپرز ہمارے حوالے کر وورنہ....

ماہی نے دانت پیس کر چاقو کو اس کی گردن کے مزید قریب کیا... اس کی آنکھیں مزید پھیل گئیں...... موت اس کے اتنے پاس کھڑی تھی وہ سمجھ نہیں سکا وہ کیا کرے... وہ پیپرز کسی بھی صورت انہیں نہیں دینا چاہتا تھا اور نہ دینے کی صورت میں جانے کیا ہو جاتا.....

تمہیں کیا لگا. ہم اتنے کچے کھلاڑی ہیں... ہم دشمن کو زیر کرنا اچھی طرح جانتے ہیں......

چنبیلی بائی نے استہزائیہ انداز میں کہا... اور عارم صدیقی کو اندازہ ہو گیا وہ واقعی کوئی معمولی کھلاڑی نہیں تھے... ان لوگوں پر بھروسہ

پرائم اردو ناولز

کر کے اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی... مگر یہ غلطی اس نے نہیں کی... یہ خطا تو دل نے کی.

وہ بول نہیں سکتا تھا اگر بولنے کی کوشش کرتا تو گلا کٹنے میں دیر نہیں لگتا... وہ بے بسی کی انتہا پر کھڑا تھا... وہ موت سے نہیں ڈر رہا تھا مگر وہ پیپرز ان غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دے سکتا تھا......

بات سمجھ میں نہیں آ رہی کیا.... پیپرز مجھے دے دو اور دفع ہو جاو یہاں سے.... ورنہ تمہاری گردن کاٹنے میں مجھے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگے گا... پھر تمہاری لاش اس سنسان جنگل میں سڑتی رہے گی کسی کو خبر تک نہ ہو گی......

ماہی ہذیانی انداز میں چلائی... کھلے آسمان تلے پہاڑوں کے درمیان اس کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی.. اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں وہ کسی بھی صورت میں پیپرز ماہی کے حوالے نہیں کر سکتا تھا....

ہم تین تک گنتی کریں گے اگر تم نے پیپرز ہمیں نہیں دیے تو تمہاری روح سیکنڈوں میں پرواز کر جائے گی. .

عارم جانتا تھا یہ محض دھمکی نہیں ہے وہ ایسا کر سکتے تھے اور وہ ایسا ہی کرتے... اس سنسان جنگل میں اگر وہ کسی عارم صدیقی کا قتل کرتے تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا نا ہی پوری دنیا کو.......

ایک.......ماہی نے انگلی پہ گنتی شروع کر دی.. شاید یہ سانسوں کی گنتی تھی... تیز تیز ہوا آج کیا چھیننے والا تھا عارم صدیقی سے......

دو.......چاند بھی بادلوں کے ساتھ چھپن چھپائی کھیل رہا تھا شاید وہ بھی محبت کے ہاتھوں قتل کا وہ منظر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا... اور عارم وہ خود وہ اس وقت اپنے وجود کے پرخچے اڑتا دیکھ رہا تھا.....

تین..... گنتی پوری ہو چکی تھی... شاید زندگی پوری ہو چکی تھی اگر ماہی اگلے سیکنڈ اس پہ وار کرتی تو شاید وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا لیکن اس سے پہلے ہی اس نے اپنے ذہن کو استعمال کرتے ہوئے ٹانگ کو زرا سا اوپر اٹھایا... اور پوری قوت سے ماہی کے ٹانگ پہ دے ماری... یہ وار اتنا اچانک اور زوردار تھا ماہی کے ہاتھوں سے چاقو دور جا گری اور چاقو کے ساتھ وہ بھی لڑکھڑا کر پتھروں پر گر پڑی.....

پرائم اردو ناولز

عارم نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل آگے بڑھ کر اس کی گردن اپنے ہاتھوں میں دبوچ لی..

اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک وحشت تھا... ماہی کی سانس بند ہو چکی تھی اور آنکھیں باہر نکلنے کو بے تاب نظر آنے لگیں.. وہ ہاتھوں پاؤں مارنے کے باوجود بھی ایک مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی.....

چنبیلی بائی نے اس منظر کو دیکھتے ہی پیچھے کسی ہتھیار کی تلاش میں نگاہ دوڑائی اور اس کے ہاتھ ایک بہت بڑا ڈنڈا لگا.... جسے انہوں نے پوری قوت کے ساتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عارم کی پیٹھ پر دے مارا.... یہ وار عارم کے لیے ناگہانی اور تکلیف دہ تھا اس کے ہاتھوں کی گرفتار تھوڑی ڈھیلی ضرور پڑ گئی مگر وہ ماہی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا....

چنبیلی بائی یکے بعد دیگرے ڈنڈے اس پر برساتی رہی مگر وہ ایک پتھر بن چکا تھا... پھر انہوں نے ڈنڈے کو زور سے عارم کے سر پہ دے مارا... اور یہ وار عارم کا کام تمام کر گیا... اس کے ہاتھ چھوٹ گئے..... سر سے خون نکلنے لگا... جسم میں جیسے جان ہی باقی نہ ہو... ماہی کھانستے ہوئے کھڑی ہو گئی اور دو چار تھپڑ اس کے منہ پہ مارے وہ اس حالت میں نہیں تھا جو اسے روکتا یا کوئی مذاحمت کرتا......

ماہی نے آخری بار ایک زوردار لات اس کے پیٹ پر ماری اور بھاگ کر وہ پیپرز اٹھانے لگی.... وہ بے سدھ پتھروں پر پڑا ہوا تھا. .. سر سے خون نکل رہا تھا... اس نے آنکھوں کو کھول کر جو آخری منظر دیکھا اس میں ماہی اور چنبیلی بائی وہ پیپرز لیے دور بھاگ رہے تھے... وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا..........

)پھر انہوں نے گناہ کیے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بے شک گنہگاروں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے(

ہاسپٹل میں اس وقت بالکل خاموشی تھی.. زارا بیگم اور اکبر صدیقی نڈھال سے صوفے پر بیٹھے تھے... ساحل ابھی تک بے ہوش تھا اس کی ٹریٹمنٹ کی جا رہی تھی..... ایمان جائے نماز ڈالے دعا کرنے میں مصروف تھی زندگی ایک انتہا پر لٹکتی نظر آ رہی تھی.

PRIME URDU NOVELS پرائم اردو ناولز

....

وہ حجاب کے انداز میں سیاہ دوپٹہ اوڑھے اللہ کے روبرو ہو کر ساحل کی زندگی مانگ رہی تھی..... .

وہ اللہ سے وعدہ کر رہی تھی وہ زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کرے گی وہ اللہ سے کچھ نہیں مانگے گی اسے صرف ساحل کی زندگی چاہیے... پوری دنیا میں اسے بس وہ ایک انسان چاہیے جس سے وہ محبت کرتی ہے..... .

محبت.....؟

یہ کون سا انکشاف تھا... تو کیا وہ ساحل سے محبت کرتی ہے یہ فکر یہ تڑپ صرف محبت کے لیے ہے.....

اور وہ محبت اس سے کب کرنے لگی اسے تو اچھی طرح سے یاد بھی نہیں... وہ تو بس اس ایک شخص کے وجود کی اتنی عادی بن چکی تھی اس کے بنا کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا... وہ جو پل پل اس کے ساتھ تھا زندگی کے ہر لمحے ہر مشکل وقت میں آج جب وہ خاموش تھا تو پوری دنیا خاموش محسوس ہوئی اسے.....

ایک ہم قدم جو قدم سے قدم ملا کر چلا تھا اس کے ساتھ. شروع سے لے کر آخر تک. جس نے اس کبھی بے آبرو نہیں ہونے دیا. .. تنہا سنسان راتوں میں وہ ایک شخص ہی کسی سایادار شجر کی طرح اس کے ساتھ رہا..... جب پوری دنیا بدلنے لگی تب وہ ایک شخص نہیں بدلا.... اس نے محبتوں کے بڑے بڑے دعوے کبھی نہیں کیے لیکن زندگی میں ہمیشہ وہ ایک مضبوط مرد بن کر اس کی حفاظت کرتا رہا..... وہ وہ تھا جس نے اسے کبھی گرنے نہیں دیا.....

اور آج ایمان علی کو اعتراف کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی وہ اس انسان سے محبت نہیں عشق کرنے لگی ہے کیونکہ وہ تھا ہی اس قابل.... وہ اتنا پیار کرنے والا اتنا نرم دل راہ چلتے لوگوں کو بھی خود سے محبت کرنے کے لیے مجبور کر دیتا.....

اس کی سسکی پورے ہسپتال میں گونجی... آنسو گالوں سے لڑھک کر گریبان میں جذب ہو رہے تھے وہ کافی دیر سے جائے نماز پر بیٹھی اپنی زندگی کے لیے دعا گو تھی.......

پرائم اردو ناولز

یا اللہ پلیز ساحل کو کچھ نہ ہونے دیں... وہ میری زندگی ہے میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں چاہے تو آپ میری جان لے لیں لیکن اسے مرنے نہ دیں.... اس شخص نے ہمیشہ میرے لیے مصیبتیں اٹھائی ہیں آج بھی وہ میری زندگی بچانے کے لیے خود موت کے منہ میں آگیا... جو شخص مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے اسے یوں تو مجھ سے الگ نہ کریں......

میرے دل کی دنیا کو یوں تو نہ اجاڑیں.. میں نے آج تک جتنی بھی نیکیاں کی ہیں وہ سب میزان میں ڈال کر بدلے میں مجھے ساحل دے دیں.... آپ کی پوری کائنات میں سے مجھے وہ ایک شخص چاہیے .... میں جانتی ہوں میں نے زندگی میں کچھ خاص نیکیاں نہیں کیں میرے گناہوں کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن یوں اس طرح دنیا میں مجھے میرے گناہوں کی سزا نہ دیں....

وہ آنکھیں میچے اس ایک شخص کی زندگی مانگ رہی تھی جو اس کی اپنی زندگی تھی.. پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی ہاسپٹل کے اس کمرے تک پہنچی جہاں وہ بے ہوشی کی حالت میں دراز تھا.....

اس نے دروازے کے اوپر لگے شیشے سے اندر دیکھا وہ آکسیجن ماسک لگائے بڑی دقت سے سانسیں لے رہا تھا.......

وہ بڑی رشک سے اسے دیکھ رہی تھی.. آنسو ٹپ ٹپ آنکھوں سے نیچے گر رہے تھے.... اس نے زندگی میں چوتھی بار خود کو آکٹوپس میں لپٹا محسوس کیا... پہلی بار تب جب عارم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا وہ اکیلی ہو گئی تھی اس رات وہ شدت سے موت مانگ رہی تھی تبھی ساحل نے اس کی زندگی بچائی تھی دوسری بار تب جب عارم نے اس کے منہ پر کالک مل کر اسے گھر سے نکالا تھا.. تب بھی یہی ایک شخص اس کے ساتھ کھڑا تھا اسی نے ہی اس رات اسے پناہ دی.....

جب ساری دنیا نے ایمان علی پر سے بھروسہ کھو دیا تبھی ساحل نے ہی اس پر بھروسہ کیا تھا.. اور تیسری بار تب جب عارم اس کی جان لے رہا تھا اسے موت کی وادی میں دھکیل رہا تھا... اس وقت بھی یہی فرشتہ نما انسان اسے بچانے آیا تھا اور آج چوتھی بار وہ ایک بار پھر انہی راتوں کے درمیان کھڑی تھی وہ سب کچھ جیسے ایک بار پھر لوٹ آیا تھا........

دروازہ کھول کر ایک ڈاکٹر باہر نکلا..... اکبر صدیقی اور زارا بیگم دوڑتے ہوئے اس ڈاکٹر تک پہنچے... اس وقت ان دونوں بوڑھے

والدین کی تکلیف کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا...... .

ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں باقی سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ... آپ دعا کریں... کامیابی کے صرف بیس فیصد چانسز ہیں...... صرف بیس فیصد..؟

موت اتنے پاس تھی. کوئی معجزہ ہی ہو سکتا تھا.. اس نے آسمان کی طرف دیکھا...

یااللہ میں زندگی میں کبھی دوبارہ کوئی گناہ نہیں کروں گی... صرف میری یہ ایک ہی دعا قبول کرلیں. .

آنسو کی رفتار مزید تیز ہو گئی... زارا بیگم ٹوٹے ہوئے انداز میں ایک بار پھر صوفے پر جا بیٹھیں... اکبر صدیقی نے آگے بڑھ کر ایک شفیق باپ کی طرح اس کے سر پر ہاتھ رکھا.... ان کے ہاتھوں کا لمس پا کر اس کے آنسو کا بند اچانک ٹوٹ گیا.... وہ پھوٹ کر روتے ہوئے اپنا سر اکبر صدیقی کے سینے پہ رکھنے لگی. .

انہوں نے ایک باپ کی طرح شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا....

)پھر انہوں نے گناہ کیے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بے شک گنہگاروں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے(

وہ ان پہاڑوں کے درمیان بالکل مردے جیسی حالت میں پڑا ہوا تھا.. وقت کافی آگے جا چکا تھا لیکن وہ ابھی تک لاشعوری کی دنیا میں تھا... ہوش سے بیگانہ... آسمان پہ بجلی چمکی اور اندھیرے میں اس کا وجود مکمل طور پر روشنی میں نہا گیا...... .

سیاہ جینز اور سیاہ رنگ کی شرٹ میں ملبوس وہ شخص وہ تھا جو زندگی کو اپنی مرضی سے جینے کا عادی تھا غرور اس کے جسم کا ایک حصہ تھا...

بادشاہوں جیسی حکومت تھی اس کی کبھی لیکن آج زندگی کے اس سفر میں اس کی پوری کایا ہی پلٹ گئی... پوری بازی ہی الٹ چکی تھی .

.....

پہاڑوں کے درمیان سر سے خون بہاتا وہ لڑکا عارم صدیقی سے بالکل مختلف نظر آرہا تھا....

دھوکہ تو بڑے سے بڑے انسانوں کو بھی خاک میں ملا دیتا ہے تو عارم صدیقی کیا تھا...

کلبز کا ایک خاص ممبر....باپ کی دولت بے دریغ لوٹانے والا وہ امیر و کبیر لڑکا.. آج نہ مردہ تھا اور نہ زندہ....بادلوں نے فرعون کی حالت پر رونا شروع کر دیا.. آسمان کے کچھ آنسو اس کے چہرے پر بھی پڑے...اور کچھ ہی لمحوں میں وہ شعور کی دنیا میں لوٹ آیا.. .

آنکھ کھلی سامنے اندھیرا محسوس ہوا اور اندھیرے میں شور... صرف ایک سیکنڈ لگا تھا اسے یہ یاد آنے میں وہ کہاں ہے اس وقت اور کیوں ہے.... .

وہ زندہ تھا.. اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی عارم صدیقی زندہ تھا زندگی نے کہا میں تمہیں معاف کبھی نہیں کروں گی.. بہت بڑا قرض ہے تیرے سر پر.... .

اس کے آنسو برستی بارش میں جذب ہونے لگے تھے زندگی میں پہلی بار عارم صدیقی رو رہا تھا. وہ مضبوط انسان کسی اور سے نہیں بلکہ خود سے ہی ہار گیا... .

وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا...اور یہ کوشش کافی مشکل محسوس ہوئی اسے.... مگر اس نے ہمت نہیں ہاری... سر سے خون اب آہستہ آہستہ بہنا بند ہو چکا تھا...وہ کھڑا ہوا.....ایک ٹوٹا ہوا شکاری.....

اس نے چاروں طرف دیکھا....وہ ہار چکا تھا... دور دور تک کچھ نہیں تھا وہ سب ایک خواب نہیں تھا اس نے دعا کی وہ سب خواب ہو..ماہی نے اس کی محبت اس کے دل کے ساتھ جو کھیل کھیلا وہ سب جھوٹ ہو مگر کچھ جھوٹ نہیں تھا........

وہ ایک بے نام سمت چلنے لگا جانے یہ راستہ اسے کہاں لے جانے والا تھا.. .

خدا کے لیے عارم میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ تو مت کرو.. میں کہاں جاوں گی. تمہیں تمہاری مما کا واسطہ.....

کسی کی آواز کہیں ان پہاڑوں کے درمیان گونجی تھی... ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا.....چلتے چلتے اس کے قدم زرا ست پڑے تھے........

آئم سوری ایمان محبت کے اس سفر میں' میں تمارے ساتھ نہیں چل سکتا........ بجلی چمکی.... .

تم نے وعدہ کیا تھا عارم تم زندگی بھر میرا ساتھ نبھاوگے.........روتی بلکتی آواز آئی.....

میں نے تم سے نہیں کہا تھا گھر چھوڑنے کو یہ راستہ تم نے اپنی مرضی سے چنا ہے اب کانٹوں بھرے راستے پر اکیلے چلو......

اس کی اپنی سفاک آواز آئی کہیں سے..... .

. میں نے تمہیں دھوکہ نہیں دیا عارم صدیقی میں نے تمہیں صرف فریب دیا تھا دھوکہ تم نے خود کھایا ہے....

ایسا مت کرو عارم... میں اپنا ہر دروازہ بند کر کے آئی ہوں سبھی کشتیاں جلا کر تم تک پہنچی ہوں....بے بس آواز.... آسمان کے آنسو آج تھم ہی نہیں رہے تھے.. .

وہ وعدے وہ قسمیں وہ سب ایک بچپنا تھا ایمان اصل زندگی میں محبت ایک حماقت ہے......... .

عارم اصل زندگی میں محبتوں اور جذبوں کی نہیں پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے...اور میں نے تم سے کبھی نہیں کہا میں تم سے محبت کرتی ہوں.......

ماہی کی آواز بھی برابر آرہی تھی... آج آسمان کی بجلی اس پہ گرنے والی تھی چاند اس کا تماشا نہیں دیکھ سکا اس لیے وہ بادلوں کی چادر اوڑھ کر چھپ گیا... .

میرا کون ہے تمارے علاوہ عارم... میں اپنے یہ زیور بیچ دوں گی اور بعد میں جاب بھی کروں گی پلیز مجھے ایک بار اپنا لو...... ..

وہ روتے ہوئے تیز تیز چلتا ہوا اس آواز سے دور بھاگ رہا تھا لیکن آج کی رات یہ آواز اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والی تھی اسے لگا وقت بہت پیچھے چلا گیا ہے صدیوں کا سفر سیکنڈوں میں طے ہو گیا...... .

وہ وہی رات تھی وہی کالی رات... فرق صرف اتنا تھا آج ایمان علی کی جگہ پر وہ کھڑا تھا... وہ بھی اس رات اتنی ہی بے بس تھی... وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہی تھی گڑگڑا کر اس کے پاؤں پڑ رہی تھی...... .

اس نے کبھی ایمان علی کے بارے میں نہیں سوچا کبھی اس کا درد محسوس کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن آج ان سنسان پہاڑوں کے درمیان وہ اس کا درد اس کی بے بسی سمجھ سکتا تھا. .

کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا.. صرف آج کی رات مجھے اندر آنے دو... ایک رات سے کیا ہو جائے گا... .

ہاہاہاہاہا...... پہاڑوں نے قہقہہ لگایا.... آج اللہ تعالیٰ انصاف کر رہا تھا... ظلم کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور اسے مل رہی تھی.

.. اس لڑکی نے اپنا مقدمہ جس عدالت میں پیش کیا تھا وہ آج اسی عدالت میں مجرم بنا کھڑا تھا.... اس نے بھی ایسی ہی ایک رات کسی کو بہت بڑا دھوکہ دیا تھا اور راہی نے بھی وہی کیا... بس حساب برابر... کیا تقدیر اس سے بڑھ کر کسی چیز کا نام ہے... .

اور اللہ سے بڑھ کر تو کوئی انصاف نہیں کرتا...

تم دیکھ لینا عارم ایک دن ایسا آئے گا جب تمہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی اور تمہارے ظلم کی نگری جل کر راکھ ہو جائے گی..... .

)پھر انہوں نے گناہ کیے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور بے شک گنہگاروں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے(

پاپا نے بچپن میں ایک بار کہا تھا...... .

سچ اور جھوٹ پہلی اینٹ کی طرح ہوتے ہیں. اینٹ اگر تم سچ کی رکھو گے تو شروع شروع میں تمہیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن تمہارا محل ہمیشہ قائم رہے گا... جھوٹ اور دھوکے کی بنیاد پر کھڑے محل کبھی نہ کبھی ضرور گر جاتے ہیں..... اور یہ دنیا گول ہے انسان جو کرتا ہے اس کے ساتھ وہی ہوتا ہے انسان کو دوسروں کے نہیں اپنے اعمال کا حساب دینا پڑتا ہے............ .

اسے زندگی میں پہلی بار وہ بھیانک رات یاد آئی.. اسے پہلی بار اپنے ماضی سے خوف آنے لگا.. اسے پہلی بار اس بے گناہ مجبور لڑکی پر ترس آیا..... اور اس نے جو اس لڑکی کے لیے اپنے دل میں محسوس کیا وہ پہلے کبھی نہیں کر سکا... یہ زندگی کے آخری موڑ پر آکر

کون سا انکشاف ہو رہا تھا..... .

شبِ ہجراں تھی جو بسَر نہ ہوئی

ورنہ کِس رات کی سحر نہ ہوئی

ایسا کیا جرم ہو گیا ہم سے

کیوں ملاقات عُمر بھر نہ ہوئی

اشک پلکوں پہ مُستقل چمکے

کبھی ٹہنی یہ بے ثمر نہ ہوئی

تیری قُربت کی روشنی کی قسم

صُبح آئی مگر سحر نہ ہوئی

ہم نے کیا کیا نہ کر کے دیکھ لیا

کوئی تدبیر کار گر نہ ہوئی

کتنے سُورج نِکل کے ڈوب گئے

شامِ ہجراں ! تری سحر نہ ہوئی

اُن سے محفل رہی ہے روز و شب

دوستی اُن سے عُمر بھر نہ ہوئی

یہ رہِ روزگار بھی کیا ہے

ایسے بچھڑے کہ پھر خبر نہ ہوئی

اِس قدر دُھوپ تھی جُدائی کی

یاد بھی سایۂ شجر نہ ہوئی

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز

شبِ ہجراں ہی کٹ سکی نہ عدیم

ورنہ کِس رات کی سحر نہ ہوئی

رات کا جانے کون سا پہر تھا ہاسپٹل میں اس وقت سناٹا تھا لیکن اس سناٹے میں بھی بہت شور تھا.... بعض اوقات خاموشی بھی بولنے لگتی ہے.. زارا بیگم سجدے میں گری پڑی تھیں اور اکبر صدیقی بھی دل ہی دل میں اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑا رہے تھے.... اگر آج ان کے بیٹے کو کچھ ہو جاتا تو وہ خود کو زندگی بھر معاف نہیں کر سکتے تھے... اولاد اولاد ہی ہوتی ہے وہ چاہے غلط ہوں یا سہی ان سے محبت ختم نہیں ہو سکتی اور اولاد سے کبھی نفرت کی ہی نہیں جا سکتی...... .

کافی وقت گزر چکا تھا اندر ڈاکٹر آپریشن میں لگے تھے ان کے کان کوئی اچھی خبر سننا چاہتے تھے وہ کوئی اور خبر سننے کی ہمت بھی نہیں رکھتے تھے.... ایمان خاموشی سے سنگ مرمر کے فرش پر ٹہل رہی تھی وہ رو رو کر بھی تھک چکی تھی.........

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں. وہ تباہی کے آخری دہانے پر کھڑی تھی جہاں پر سب کچھ ختم ہونے والا تھا.. ایک پل صراط تھا اس کے سامنے...... .

اس کے موبائل کی بیپ بجی... کوئی ای میل آیا تھا اس نے ان باکس کھولا اور نمبر دیکھ کر وہ سناٹے میں آ گئی... یہ نمبر تو اس کے دل میں محفوظ تھا کبھی.. اس نمبر سے آنے والے ہر میسج کو وہ بار بار پڑھتی تھی لیکن آج اتنے عرصے بعد وہ اس میسج کو دیکھ کر صرف حیران ہو رہی تھی اور کچھ بھی تو باقی نہ رہا تھا....... .

مجھے نہیں معلوم میں کیا لکھوں...؟ میرے پاس لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے پھر بھی تم سے ایک بار بات کرنا بہت ضروری تھا... کیا میں تم سے یہ کہوں مجھے معاف کر دو... لیکن میں تو اس قابل بھی نہیں.. میرا گناہ نہ تو دل کی عدالت میں قابلِ قبول ہے اور نہ ہی خدا کی عدالت میں.. اور اگر تم مجھے معاف کر بھی دو تب بھی میں خود کو معاف نہیں کر سکتا.... تم نے ایک بار کہا تھا دنیا گول

ہے انسان جو کرتا ہے وہ سامنے آتا ہے اور آئینے نے مجھے بھی میرا عکس دکھا دیا.... میں نے اس رات تمہیں قیامت صغریٰ کے مناظر دکھائے تھے اور بالکل ویسے ہی آج مجھے بھی کوئی منہ کے بل گرا گیا.... اس رات جو قرض مجھ پر چڑھا تھا آج وہ زندگی نے اتار دیا... لیکن مجھے یہ سزا کافی نہیں ہے میرا گناہ بہت بڑا ہے .. میں نے کسی کے ارمانوں کا کسی کی محبت کا خون کیا تھا.... مجھے سزا ضرور ملنی چاہیے..... لیکن اس سے پہلے میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں... میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں... یہ انکشاف ابھی تھوڑی دیر پہلے ہوا ہے.. یہ سب ایک لمحے کے لیے تھا اور اس ایک لمحے نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا... میں جانتا ہوں تم یقین نہیں کرو گی اب تو کبھی بھی نہیں کرو گی لیکن سچ تو یہی ہے میں نے آج کی رات جتنی محبت تمہارے لیے محسوس کی ہے اتنی کبھی کسی کے لیے نہیں کر سکا... میں نہیں جانتا یہ محبت کی کون سی قسم ہے اور محبت ہمیشہ ایسے ہی کیوں کرتی ہے لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں.

.... تم یہ مت سمجھنا میں تم سے محبت کے بدلے محبت مانگوں گا میں جانتا ہوں اب دیر ہو چکی ہے، بہت دیر ہو چکی ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا اب سب ختم ہو چکا ہے.. تم مجھ سے محبت نہیں کرنا کبھی بھی مت کرنا لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا...... آج میری زندگی کی آخری رات ہے ہر شے کبھی نہ کبھی اپنے انجام کو پہنچتا ہے میرا بھی سفر ختم ہو چکا ہے... میں اپنی سانسیں اس لیے نہیں ختم کر رہا کہ کسی نے مجھے دھوکہ دیا ہے یا میرا سب کچھ ختم ہو گیا. میں اس لیے خود کو موت کے منہ میں پھینک رہا ہوں کیونکہ میں نے بھی تمہیں ایک رات ایسے ہی موت کے منہ میں پھینک دیا تھا... اب میں محسوس کرنا چاہتا ہوں تمہیں اس وقت کتنی تکلیف ہوئی ہوگی.. میں تمہیں تمہارا کھویا ہوا کچھ واپس نہیں کر سکتا... یہ صرف تمہارا ہے یہ زندگی تمہاری ہے بس اک مجھے بھلا دینا..... میں نے مما کو ایس ایم ایس کر دیا ہے اور انہیں بتا دیا ہے تم اس رات بے گناہ تھیں وہ تمہیں معاف کر دیں گی... آئی لو یو ایمان....

عارم صدیقی.......

موبائل چھوٹ کر اس کے ہاتھوں سے گر گیا. آنکھوں پہ جمی برف پھسلنے لگی تھی....

پرائم اردو ناولز

عارم تم کون سا قرض اتار رہے ہو میرا کوئی قرض نہیں ہے تم پر میں نے سب معاف کر دیا.... وہ بلک پڑی. .

وہ کہہ رہا تھا مجھ سے محبت نہیں کرنا اور وہ.. وہ اسے کیسے بتاتی کہ وہ اس سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکی... وہ سزا جزا کا فیصلہ اپنی مرضی سے کرتا تھا اور آج بھی وہ اسے انجانے میں اتنی بڑی سزا دے گیا.... جو اس نے کیا یا اس کے ساتھ جو ہوا وہ اس نے کبھی نہیں چاہا تھا...... وہ بس تقدیر کا فیصلہ تھا شاید یہی سب ہونا لکھا گیا تھا... اس رات اس کا نکاح عارم صدیقی سے نہیں ساحل صدیقی سے ہونا لکھا تھا............

ایمان ساحل کا آپریشن کامیاب رہا مبارک ہو....... اس نے اکبر صدیقی کی آواز سنی.. وہ نم آنکھوں کے ساتھ روتے روتے مسکرائی تھی اور آنسو پونچھ کر ایمرجنسی وارڈ میں آئی.. ساحل آنکھیں بند کیے لیٹا تھا وہ اس کے پاس گئی اس نے اپنا ہاتھ ساحل کے ہاتھ کے اوپر رکھ دیا......

اب دیر ہو چکی تھی واقعی اب تو بہت دیر ہو گئی... پیچھے کانٹے ہی کانٹے تھے اور آگے پھول دار شجر اس کے منتظر تھے... وہ کالی رات بہت پیچھے رہ گئی.. اب اسے آگے چلنا تھا... ایک نئی زندگی کچھ خوبصورت پل اس کے انتظار میں تھے..........

وہ ساحل سمندر پر کھڑا تھا... اس نے چاروں طرف گہری خاموشی کو محسوس کیا. اور اس خاموشی کو توڑنے والی وہ واحد آواز سمندر کی لہروں سے پیدا ہو رہی تھی...... اس نے آگے دیکھا. منزل آگے نہیں تھی لیکن منزل تو پیچھے بھی نہیں رہی تھی........

اس نے اپنا پہلا قدم ان لہروں کے درمیان رکھا.. ٹھنڈا پانی اس کے قدموں کو چھو رہا تھا.. مر مرا کا نمکین پانی اس کے قدموں تلے تھا... .

پانی کو چیرتے ہوئے وہ پانی کے بیچ میں سے راستہ بناتا ہوا آگے جا رہا تھا. اس وقت وہ کسی اجڑے چمن کا ایک سوکھا ہوا درخت لگ رہا تھا یا پھر ایک ہارا ہوا کھلاڑی جو زندگی میں کبھی نہ ہارا ہو لیکن اک آخری بازی میں اپنا سب کچھ ہار گیا ہو... وہ ان سمندر کی لہروں میں

ایسے غائب ہو رہا تھا جیسے پانی میں تحلیل ہونے والا ایک بلبلا....

اسے کسی سے محبت نہیں تھی کسی کے سوا وہ ان سمندر کی لہروں سے بھی محبت کر رہا تھا کسی کے لیے.. آج اسے وہ لہریں بھی اجنبی نہ لگیں وہ ان لہروں میں جی اٹھا تھا وہ ان لہروں میں مر اٹھا تھا... اسے کسی کے لیے مرنا تھا کسی کو جینا تھا اس کے بنا...

بہت دنوں سے نہیں اپنے درمیاں اک ہم قدم
اداس کر کے ہمیں چل دیا کہاں وہ ہم قدم
قریب تھا تو کہا ہم نے سنگدل بھی اسے--!!
ہوا جو دور تو لگتا ہے جان - جاں وہ ہم قدم
اس ایک ہم قدم میں تھیں دلربائیاں کیا کیا
ہزار لوگ ملیں گے، مگر کہاں وہ ہم قدم
وہ جس کے نقش - قدم سے چراغ جلتے تھے
جلے چراغ تو خود بھی بنا دھواں وہ ہم قدم
چھپا لیا جسے پت جھڑ کے زرد پتوں نے---!!
ابھی تلک ہے بہاروں پہ حکمراں وہ ہم قدم
قتیل !! کیسے بھلائیں گے اہل - درد اسے---!!!
دلوں میں چھوڑ گیا اپنی داستاں وہ ہم قدم

The End.....

جن جن لوگوں نے اس خوبصورت سفر میں میرا ساتھ دیا سب کا مشکور ہوں.. آپ لوگوں کو میری ایسی ہی کہانیاں پڑھنے کو ملتی رہیں گی.. میرے مزید ناولز بھی آپ لوگ سرچ کر کے پڑھ سکتے ہیں شکریہ... اور اس ادارے کا تعاون کا بھی بے حد شکریہ...... .

....

PRIME URDU NOVELS
پرائم اردو ناولز